
ایک جشن
ایک المیہ

**ایک جنگ** ـــ جو جیتی جا رہی تھی لیکن ایک ذلت آمیز شکست بن کر رہ گئی - جس کے اسباب ہمارے جانباز و سرفروش عساکر کی معرکہ آرائیوں میں نہیں ہمیں ان حالات و واقعات کے مدو جزر میں تلاش کرنا ہوں گے - جن پر ہنوز دھند اور کہر کے گھرے بادل چھائے ہوئے ہیں - اور ان بجلیوں کی ہولناک صدائے بازگشت سے ابھی تک گونج رہے ہیں جو ایک آشیانے کو جلا کر راکھ کر چکی ہیں -

**ایک المیہ** ـــ جو ایک فرد ایک گروہ کا المیہ نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ کا ایک روح فرسا المیہ ہے - یہ المیہ کیوں اور کیسے رونما ہوا یہ سوچنے سمجھنے کے لیے ہمیں ملکی و قومی سطح پر یہ بھی سوچنا سمجھنا ہوگا کہ قوم اس گرہن کے اندھیرے میں کدھر چلی جا رہی ہے اور اس کی منزل کہاں ہے - اور کہ ہمارا وطن عزیز اس وقت جن سنگین مسائل سے دو چار ہے ان کا حل کیا ہو سکتا ہے - یہ کتاب حالیہ جنگ اور عساکر پاکستان کے بے مثال عسکری کارناموں کے ساتھ ساتھ ملک و ملت کو درپیش الجھے ہوئے مسائل اور تلخ حقائق پر غور و فکر کرنے کی دعوت فکر و عمل کے سوا کچھ بھی نہیں - بس ایک تحریک بیداری -

قیمت : -/۸ روپے

# ایک جنگ ایک المیہ

# جیبی لائبریری کے سلسلہ تاریخ وسوانح پر دیگر کتب

| | | |
|---|---|---|
| ابوبکر صدیق اکبر رض | محمد حسین ہیکل | مترجم : محمد احمد پانی پتی |
| عمر فاروق اعظم رض | ″ | مترجم : حبیب اشعر دہلوی |
| دس بڑے مسلمان | محمد اسماعیل پانی پتی | |
| الہارون | عمر ابوالنصر | مترجم : محمد احمد پانی پتی |
| الحسین رض | ″ | ″ ″ |
| الزہرا رض | ″ | ″ ″ |
| المامون | شبلی نعمانی | ″ ″ |
| ابوذر غفاری رض | عبدالحمید جودۃ السحار | مترجم : عبدالصمد صارم |
| امیر معاویہ رض | عبدالعزیز سید الاہل | ″ ″ |
| انتالیس بڑے آدمی | ڈیل کارنیگی | مترجم : جاوید شاہین |
| مانیں نہ مانیں | ″ | |
| کامیاب لوگوں کی دلچسپ باتیں | ″ | مترجم : ظفر عامر، جاوید شاہین |
| قلو پطرہ | آرتھر ویگل | مترجم : ناظر حسن زیدی |
| رابعہ بصری | وداد السکاکینی | مترجم : عبدالصمد صارم |
| عمر بن عبدالعزیز رض | احمد زکی صفوت | ″ ″ |
| سلطانی محلوں کے راز | جمال پاشا الغزی، عبدالرزاق ملیح آبادی | |
| شیخ عبدالقادر جیلانی | حکیم غلام حیدر سہیل | |
| عبداللہ بن عمر رض | سلام اللہ صدیقی | |
| عبداللہ بن عباس رض | ″ | |
| دیدہ بینائے قوم محمد علی جناحؒ | محمد سلیم ضیا | |
| ہوچی منہ | مجیب الرحمٰن شامی | |
| سقوط مشرقی پاکستان | صفدر محمود | |
| معلومات پاکستان | زاہد حسین انجم | |
| خسرو شیریں زبان | اقبال صلاح الدین | |
| ہمارے غازی ہمارے شہید | آغا اشرف | |

# ایک جنگ، ایک المیہ

تذکرہ جنگ دسمبر ۱۹۷۱ء

آغا اشرف

مکتبہ میری لائبریری لاہور

بار اوّل .. .. .. ۱۹۷۲

ناشر } بشیر احمد چودھری ڈائرکٹر
مکتبہ میری لائبریری لاہور

طابع : مکتبہ جدید پریس، لاہور

# حرفِ اوّل

بھارت نے پاکستان کی حقیقت کو آج تک تسلیم نہیں کیا۔ یہی پاکستان اور بھارت کی باہمی مناقشت کا بنیادی سبب ہے۔ اس امر کے دستاویزی ثبوت بھی موجود ہیں کہ بھارتی لیڈر ابھی تک اکھنڈ بھارت کا خواب دیکھ رہے ہیں جسکو حقیقت بنا دینے کی غرض سے انھوں نے پاکستان کو ختم کرنے کا کبھی کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اور ہمیشہ پاکستان کی تعمیر و ترقی میں سخت مشکلات پیدا کرنے کی کوششیں کی ہیں۔

ستمبر ۱۹۶۵ء میں بھارت نے ننگی جارحیت کا ارتکاب کرتے ہوئے بغیر کسی اعلان جنگ کے بین الاقوامی سرحد کو عبور کیا اور مغربی پاکستان پر کھلم کھلا حملہ کر دیا کہ پاکستان کو ختم کر دے۔ اسکے ان ناپاک عزائم کا کھلم کھلا اظہار کرتے ہوئے بھارتی انسٹی ٹیوٹ آف ڈیفنس سٹڈیز کے ڈائرکٹر مسٹر سبرامانیم نے بین الاقوامی امور کے انسٹی ٹیوٹ کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں کہا کہ بھارت کو سمجھ لینا چاہیئے کہ پاکستان کا خاتمہ اس کے مفاد میں ہے۔ ایسا موقع شاید پھر کبھی ہاتھ نہ آئے، لہذا موقع سے فائدہ اٹھانے کے جنون میں بھارت نے دنیا کی عظیم طاقت روس کے تعاون سے ایک بار پھر ایشیا میں جنگ کے شعلے بھڑکا دیئے۔

دسمبر ۱۹۷۱ء میں بھارت نے اپنی سات ڈویژن فوج مشرقی پاکستان کی سرحدوں پر لا کھڑی کی۔ اپنے ہتھیار بند مداخلت کار اور تخریب کار مشرقی پاکستان میں داخل کرنے شروع کر دیئے۔ اس تخریبی کاروائی سے کافی عرصہ پہلے اس نے مشرقی پاکستان میں اپنی ریشہ دوانیوں

کا جال بچھا کر مشرقی پاکستان کے ملک دشمن غدار عناصر یعنی علیحدگی پسندوں کو مسلح کر دیا تھا وہ خود ساختہ بنگلہ دیش حکومت قائم کرنے کے لئے پاکستان کے اس حصے میں گھیراؤ جلاؤ، کشت و خون اور توڑ پھوڑ کا ہولناک ہنگامہ گرم کریں۔ تاکہ پاکستان کی مسلح افواج کی پوری توجہ اندرون ملک بغاوت فرو کرنے میں بٹ جائے اور ہندوستان کو اپنی پوری قوت سے حملہ کر کے مشرقی پاکستان پر قبضہ میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے۔ اس جنگ میں بھارت اپنی چالوں میں کامیاب رہا۔ شری چانکیہ جی کا ارتھ شاستر رنگ لایا۔ بھائی نے بھائی کے گلے پر چھری چلائی۔ اپنوں نے اپنوں کو لوٹا۔ جو نہ ہونا چاہیئے تھا مشرقی پاکستان میں برہمن بدھی کی بدولت ہو گیا۔ پاکستان کا ایک حصہ اس سے کٹ گیا جیت ہار میں بدل گئی جو قدم نہایت سرعت سے فتح کیجانب اٹھ رہے تھے۔ یکدم ساکت ہو کر رہ گئے سیاست کے کسی سامری نے ایسا سحر پھونکا کہ پاک فوج کے ایک لاکھ جیالوں کو مجبوراً ہتھیار ڈالنا پڑے۔ یہ جنگ پوری قوم کے لئے ایک المناک المیہ بن گئی۔

زیر نظر کتاب اسی المیے کی خونچکاں روداد بھی ہے اور پوری قوم کیلئے ہر وقت ایک انتباہ بھی۔ مغربی پاکستان میں بھی بدستور وہی کچھ ہو رہا ہے جو مشرقی پاکستان کے ہاتھ سے نکل جانے سے پہلے ہوا تھا۔ قوم میں انتشار، خلفشار، اختلاف و تفرقہ بازی اور ملک دشمن سرگرمیاں اپنے پورے عروج پر ہیں یوں جان پڑتا ہے جیسے ہم نے اس المیے سے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ اس شکست سے کوئی عبرت حاصل نہیں کی اپنی بقا اور ملک کی سالمیت کیلئے کوئی لائحہ عمل اپنے لئے تجویز نہیں کیا۔ جبکہ وقت کا تقاضہ ہے کہ ہم سب ایک ہو کر باہمی اختلافات یکسر مٹا دیں اور تباہی و بربادی کے اس طوفان کا رخ بدلنے کیلئے سینہ سپر ہو جائیں جو مغربی پاکستان کے دروازے پر اپنی حملہ ہولناکیوں کیساتھ اپنی پوری شدت سے دستک دے رہا ہے ÷

لاہور — ۲؍اکتوبر ۱۹۷۲ء

آغا اشرف

# ترتیب

---

• فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

اللہ تعالےٰ کو دو قطروں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں :

ایک وہ قطرۂ اشک جو خوفِ خدا کی وجہ سے آنکھ سے ٹپکے ۔

دوسرا وہ قطرۂ خون جو اللہ کی راہ میں بہے ۔

ترمذی

اگرچہ یہ وقت بہت نازک ہے۔ مگر مجھے پختہ یقین ہے کہ ہم اس پر غالب آئیں گے۔

کیونکہ ہم اپنی طویل تاریخ کے دوران ایسے بہت سے طوفانوں کا منہ موڑ چکے ہیں۔

گو دشمن اپنی کوششوں میں مصروف ہے مگر اس کے باوجود ہم آلام و مصائب کی اس تاریک رات سے کامران ہو کر نکلیں گے اور دنیا کو دکھا دیں گے کہ پاکستان نہ صرف قائم رہیگا بلکہ روز بروز ترقی کی منزلیں طے کرتا جائیگا۔

قائد اعظم

# پاکستان میں بھارت کی ریشہ دوانیاں

یکم اپریل ۱۹۷۱ء کو برطانوی اخبار یارک شائر پوسٹ نے لکھا :

"پاکستان میں بھارت کی تخریبی کوششیں، مشرقی پاکستان میں پانچویں کالم کی سرپرستی اور پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا مشینی عمل بجائے خود اپنے پیچھے ایک طویل تاریخ رکھتا ہے۔ بھارت نے آج تک پاکستان کو ایک حقیقت تسلیم نہیں کیا، وہ روزِ اوّل ہی سے اسے ختم کرنے کے منصوبے بناتا چلا آ رہا ہے۔"

پاکستان کے دشمن عناصر کے ساتھ

بھارت کی ریشہ دوانیاں پہلی بار ۱۹۶۷ء میں منظر عام پر آئیں۔ جبکہ اگرتلہ سازش کا انکشاف ہوا۔ متعدد گواہوں نے حلفاً بیان کیا کہ شیخ مجیب اس سازش میں ستمبر ۱۹۶۴ء میں ملوث ہو چکے تھے۔ اس زمانے میں انھوں نے سازشیوں کے ایک اجلاس میں شرکت کی تھی جو کراچی میں منعقد ہوا تھا، جس میں مشرقی پاکستان کو پاکستان سے الگ کرنے کے لئے ایک انقلابی تنظیم قائم کی گئی تھی۔

اگرتلہ سازش کا اہم منصوبہ یہ تھا کہ اسلحہ خانوں پر قبضہ کر کے فوجی یونٹ مفلوج و معطل کر دیئے جائیں۔ یہ کام وہ کمانڈو کے انداز میں کرنا چاہتے تھے۔ اچانک اقدام ہی سے افرادی قوت کی کمی پوری کی جا سکتی تھی۔ اپریشن کا کام طے کرنے کے لئے علیحدگی پسندوں اور بھارت کے نمائندوں کا اجلاس اگرتلہ میں ۱۲ جولائی ۱۹۶۷ء کو ہوا۔ ان سازشیوں کو دسمبر ۱۹۶۷ء میں گرفتار کر لیا گیا ان میں شیخ مجیب الرحمٰن بھی تھے۔ ان میں سے ایک نے انکشاف کیا کہ بھارت نے ہتھیار اور مالی امداد فراہم کرنے کے علاوہ مشرقی پاکستان میں بغاوت منظم کرنے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ بھارت نے کہا تھا کہ وہ مشرقی پاکستان میں مسلح بغاوت سے پہلے مغربی پاکستان کو مشرقی پاکستان سے ملانے والے بحری اور فضائی راستے بند کر دے گا۔

فروری ۱۹۷۱ء میں بھارت نے اس منصوبے پر عمل کرنے کا بہانہ تراش لیا۔ اس کے دو ایجنٹ مقبوضہ کشمیر سے ایک بھارتی طیارہ ڈرامائی انداز سے اغوا کر کے لائے اور اسے لاہور کے ہوائی اڈے پر نذر آتش کر دیا۔ زمین تیار ہو گئی تو بھارت نے پی آئی اے کے طیاروں کو اپنے علاقے پر سے

اڑنے سے روک دیا۔ اسی مہینے اس نے بھارتی فوج مغربی بنگال میں بھیجی۔ بہانہ الیکشن کا بنایا۔ الیکشن ختم ہونے کے باوجود مارچ ۱۹۷۱ء میں اس کی مزید فوجیں مغربی بنگال پہنچ گئیں، اور مشرقی پاکستان کی سرحدوں پر مجتمع ہونے لگیں۔ پوری سات ڈویژن فوج نے مشرقی پاکستان کو گھیر لیا۔ ساتھ ہی اس کی فضائیہ اور بحاتا فوج حرکت میں آ گئی۔ نہ صرف یہی بلکہ بھارت بارڈر سیکورٹی فورس کے ۲۵ بٹالین مشرقی پاکستان کی سرحدوں پہ لے آیا۔ جیپوں اور گاڑیوں کے فوجی نشانات مٹا کر ان پر شہری نشان لگا دیئے، تاکہ یہ فوجی مشرقی پاکستان میں چوری چھپے گھس کر باغیوں اور سازشیوں کی مدد کر سکیں۔

پھر بھارت نے اپنے چنگل سمندر کی طرف بڑھائے اور مشرقی پاکستان جانے والے بحری جہازوں کو روکنا اور ہراساں کرنا شروع کر دیا۔ ۱۲ اپریل کو بھارتی بحریہ نے پاکستان کے ایک جہاز "روشن ایمبرس" کا اپنے ساحل سے ۷۰ میل دور کھلے سمندر میں تعاقب کیا۔ لہٰذا اسے کراچی واپس آنا پڑا۔ یہی واقعہ سفینۂ عرب کے ساتھ پیش آیا جو چٹا گانگ جا رہا تھا۔ اس آپریشن میں بھارت نے زمین سے فضا میں مار کرنے والے میزائل چھوڑنے کی مشق شروع کر دی۔ یہ میزائل جنوبی ساحل پہ نصب تھے اور ۱۲۳ میل تک مار کر رہے تھے۔

اس طرح مشرقی پاکستان جانے والے پی آئی اے کے طیارے مزید جنوب کی طرف پرواز کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ادھر بھارتی فضائیہ نے قبل از جنگ کی سرگرمیاں شروع کر دیں۔ اس کے ہنٹر طیارے مشرقی پاکستان کے مشرقی ساحل پر پیہم پروازیں کرنے لگے اور خلیج بنگال میں پاکستانی جہازوں کی نقل و حرکت

پر نظر رکھنے کے لئے انھیں کلکتہ کے قریب بارک پور میں متعین کر دیا۔
اب بھارت کی بارڈر فورس کے آدمی مشرقی پاکستان میں گھسنا شروع ہو گئے ساتھ ہی ساتھ علیحدگی پسندوں کو اسلحہ اور گولہ بارود بھی چوری چھپے پہنچنے لگا ایشاپور رائفل فیکٹری کی بنی ہوئی رائفلیں بھاری تعداد میں پکڑی گئیں، گولہ بارود اور دوسرا جنگی سامان ان کے علاوہ تھا، جن پر کرکی فیکٹری کی مہریں لگی ہوئی تھیں۔ اس آپریشن میں بھارتی بارڈر فورس کی ۷۳۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۸۱۔ ۸۳۔ ۱۰۳۔ اور ۱۰۴ بٹالین نے حصہ لیا۔ جن کی قیادت بھارت کے سینئر افسر کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک ۱۶ ویں پہاڑی بریگیڈ کا کمانڈر تھا۔ سرحدی علاقوں میں پناہ گزینوں کے کیمپ بھی اعلیٰ فوجی افسروں کے ایما پر قائم کئے گئے، جنھیں مداخلت کاروں کے لئے بیس کیمپوں کے طور پر استعمال کیا گیا یہیں سے ملک دشمن عناصر کو سپلائی جاری رہی اور یہیں شرپسندوں کو ٹریننگ دی جانے لگی۔

اس دوران میں شیخ مجیب الرحمن کو ضرورت سے زیادہ اہمیت ملی اور جلد ہی وہ مرحلہ آ گیا، جس میں وہ مشرقی پاکستان کی سیاست کا محور بن گئے ۴ اپریل کو مسز اندرا گاندھی نے شیخ مجیب کی امداد کے لئے چندہ جمع کرنے کی اپیل کی، تو حکومت کی سرپرستی میں ملک بھر میں کمیٹیاں قائم ہو گئیں اور چندہ جمع کرنے لگیں۔ بہار کے وزیر اعلیٰ نے اپنے صوبے کی طرف سے ۲۵ لاکھ روپے دینے اور نام نہاد بنگلہ دیش کی فوج آزادی کو اسلحہ اور گولہ بارود سپلائی کرنے کا اعلان کر دیا، تو بمبئی کے اخبار انڈین نیشن نے لکھا:۔

"نتائج خواہ کچھ نکلیں، وہ بنگلہ دیش کو اسلحہ
ضرور مہیا کریں گے۔"

بھارت کے اخبار سٹیٹس مین نے ۵ ر اپریل کو خبر دی کہ جب بھارتی وزیر اعظم سے پوچھا گیا، کیا اسلحہ اور گولہ بارود مشرقی پاکستان پہنچانے کی کوئی مشینری ہے تو انھوں نے کہا۔ میں اس بارے میں کھلے عام کوئی بات نہیں بتاؤں گی۔ تاہم انھوں نے زور دیا کہ چندہ جمع کرنے کی مہم زور شور سے جاری رہنی چاہیئے۔

شیخ مجیب اور اس کی غیر قانونی قرار دی جانے والی عوامی لیگ نے اس فوجی مہم کا منصوبہ بہت پہلے بڑی احتیاط کے ساتھ بنایا تھا۔ نام نہاد فوج آزادی کا پہلا نشانہ چٹا گانگ تھا۔ بندرگاہ کے تباہ ہو جانے کے بعد پاکستانی فوج کے لئے مشرقی پاکستان پہنچنا مشکل ہو جاتا۔ اگلے مرحلے میں اسے ڈھاکا پر قبضہ کرنا تھا، تاکہ پاکستانی فوج اس سب سے بڑی بیس (BASE) کو آپریشن کے لئے استعمال نہ کر سکے۔

عوامی لیگ کو عرصہ دراز سے بیرونی ذرائع اسلحہ سپلائی کر رہے تھے جنھیں وہ چوری چھپے جمع کرتی جا رہی تھی۔ حتیٰ کہ صدر یحییٰ خاں نے ۲۶ ر مارچ کو اس راز سے پردہ اٹھا دیا۔ بہت سے غیر ملکی مبصروں اور نامہ نگاروں کی رائے میں یہ اسلحہ زیادہ تر بھارت ہی نے فراہم کیا تھا۔ پاکستانی فوج کی کارروائی نہتے اور معصوم شہریوں کے خلاف نہ تھی۔ جیسا کہ بھارتی پریس اور ریڈیو دنیا کو باور کراتے رہے۔ بلکہ وہ اسی قسم کے مسلح باغیوں اور

مداخلت کاروں کے خلاف حرکت میں آئی تھی۔

۲ اپریل ۱۹۷۱ء کو ڈیلی ایکسپریس لندن کے رپورٹر ڈونلڈ سیمین نے کلکتے سے لکھا :

"اسلحہ خفیہ طور پر مسلسل بھیجا جا رہا ہے۔"

پیٹر نیول ہرسٹ نے ٹائمز کے پہلے صفحے پر شائع ہونے والے ڈسپیچ میں مغربی بنگال کے ضلع ۲۴ پرگنہ سے اطلاع دی۔

"بم اور بندوقیں مشرقی پاکستان میں بکثرت بھیجی جا رہی ہیں اور مغربی بنگال کے گوریلے مشرقی بنگال میں بنیاپول کی سرحدی پوسٹ کے قریب دیکھنے میں آئے ہیں۔"

گارڈین کے نمائندے مارٹن وولا نے جیسور سے اپنے ڈسپیچ میں لکھا کہ اس نے کلکتہ کے ایک وکیل سے ملاقات کی جسے پٹرول، ڈائنامیٹ اور بموں بندوقوں کی فرمائش وصول ہوئی تھی۔

آسٹریلیا ریڈیو نے اپنے نئی دہلی کے نمائندے کے حوالے سے ۱۷ اپریل کو خبر دی۔ "بھارت کے بعض سرحدی علاقوں میں مختلف قسم کے ہتھیار اور دوسرا سامان مشرقی پاکستان بھیجا جا رہا ہے۔"

۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں عوامی لیگ نے چھ نکات کو پارٹی منشور کی حیثیت سے پیش کر کے حصہ لیا اور ۹۸ فیصد نشستیں حاصل کر لیں۔ اس حیرت انگیز کامیابی پر عوامی لیگ کی ہائی کمان جامے سے باہر ہو گئی ——

شیخ مجیب اور ان کے ساتھیوں نے اعلانیہ بیانات دینے شروع کر دیئے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ عوامی لیگ مشرقی پاکستان کو ایک آزاد اور خود مختار ملک بنانا چاہتی ہے۔

قومی اسمبلی کے اجلاس کے التوا پر یکم مارچ سے عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان میں متوازی حکومت قائم کر کے سول نافرمانی کی ایسی تحریک چلائی، جو اعلانیہ بغاوت کے مترادف تھی۔ اس کے علاوہ یکم مارچ سے ۲۵ مارچ تک بہاریوں اور مغربی پاکستانیوں کے خلاف قتل و غارت گری کی جو شرمناک مہم چلائی گئی، اس سے عوامی لیگ کے عزائم کھل کر سامنے آ گئے، رہی سہی کسر شیخ مجیب کی اس تجویز نے پوری کر دی جو انہوں نے قومی اسمبلی کو دو کمیٹیوں میں تقسیم کرنے کے متعلق صدر یحییٰ خاں اور مغربی پاکستان کے لیڈروں سے مذاکرات کے دوران میں پیش کی۔ مجبوراً صدر مملکت نے مسلح افواج کو باغیوں کی سرکوبی کا حکم دیا اور ۲۶ مارچ سے انھوں نے عملی کارروائی شروع کر دی اور ان حالات میں پاک افواج نے جس حیرت انگیز صبر و ضبط کا مظاہرہ کیا اس کی نظیر تاریخ میں شاید ہی کہیں مل سکے۔ جنرل ٹکا خاں مارشل لا ایڈمنسٹریٹر زون بی نے اپنے ایک انٹرویو میں بتایا:

"ہمیں مشتعل کرنے کی کوشش کی جاتی۔ ہمارا راشن بند کر دیا گیا۔ یہ ٹھیک ہے، ہمارے پاس خوراک کے وافر ذخیرے موجود تھے۔ مگر نظام رسد میں رکاوٹیں پیدا کی جا رہی تھیں۔ چھاؤنیوں میں دکانداروں

نے اشیا فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ ایم ای ایس
کے سول ملازموں نے کبھی بجلی بند کر دی اور کبھی پانی
روک دیا۔ ہمارا سپاہی یا افسر تنہا شہر جاتا تو اس پر گالیوں
کی بارش ہوتی۔ اور اس کی ذلت و رسوائی کے تمام حربے
استعمال میں آتے۔ بعض مقامات پر ان کو زد و کوب بھی
کیا گیا۔ شورش پسندوں کا اصل ہدف پاکستانی فوج تھی۔
اور وہ بتدریج ہمارے ارد گرد گھیرا تنگ کئے جا رہے
تھے ——"

۲۳ مارچ کے واقعات نے واضح طور پر ثابت کر دیا تھا کہ اب پاکستان کا وجود بڑے خطرے میں ہے۔ پاکستانی پرچم ایک منظم سازش کے تحت پورے مشرقی پاکستان میں جلائے گئے۔ چند مقامات کے سوا ہر جگہ بنگلہ دیش کا جھنڈا نظر آنے لگا۔ قائد اعظم کی تصویر کی بے حرمتی کی گئی۔ گلی کوچوں میں یہ نعرے گونج رہے تھے:

"جے بنگلہ"

"آمار شونار بانگلہ"

"اے پار بنگلہ او پار بنگلہ دوئی ملی سونار بنگلہ"

اس کا صاف مطلب تھا کہ سیاسی مذاکرات کے پردے میں ملک دشمن عناصر عوام کو بغاوت کی طرف لے جا رہے ہیں۔ پورے صوبے میں عوامی لیگ کے رضا کاروں نے ادھم مچا رکھا تھا۔ ان کی دست درازیاں

محبان وطن کی عزت و آبرو تک جا پہنچی تھی۔ ایسے حالات میں فوجی آپریشن کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا۔ آپریشن کے وقت مشرقی پاکستان کے ۵۴ ہزار مربع میل میں سے فوج مشکل سے ۲۰ مربع میل پر قابض تھی۔ ای پی آر، پولیس اور انصار نے دفاعی مورچے قائم کر رکھے تھے۔ بنگال رجمنٹ کے بیشتر عناصر انہی کے ساتھ تھے۔ پاک فوج کی تعداد دس بارہ ہزار سے زائد نہ تھی، بلکہ لڑنے والی نفری اس سے بھی کم تھی۔ ان کے مقابلے میں پونے دو لاکھ مسلح افراد تھے۔ جن کے پاس جدید ترین اسلحہ تھا۔ اس کے علاوہ بھارت کی فوجیں مختلف مقامات سے پاکستانی سرحدوں میں بہت دور تک چلی آئی تھیں۔ لہٰذا پاکستانی افواج کا پہلا مقصد لا اینڈ آرڈر کی بحالی تھا۔ تقریباً ۱۱ ہزار خطرناک مجرم جیلوں سے باہر آ چکے تھے۔ عوامی لیگ کے بے قابو رضا کار مظالم ڈھا رہے تھے۔ کسی کی کار پسند آگئی تو چھین لی۔ کسی کی ناک اچھی لگی تو اسے کاٹ ڈالا۔ ہر بڑے اور چھوٹے بنک میں عوامی لیگ کے احکام چلتے تھے، جس کو چاہا جتنا چاہا، روپیہ دلوا دیا۔ عوامی لیگ نے صدر یحییٰ خاں کی زبان میں متوازی حکومت قائم کر رکھی تھی۔ ایسے حالات میں فوجی آپریشن ناگزیر تھا اور فوجی آپریشن کا دوسرا مقصد پاکستان کی سالمیت اور بقا کا تحفظ تھا۔

---

# فوجی آپریشن

راجشاھی ایک پر فضا مقام ہے دریائے گنگا جو یہاں پہنچ کر دریائے پدما کہلاتا ہے شہر کے پاس سے گزرتا ہے۔ بھارت فرخا بند تعمیر کر کے اسی کا پانی روک رہا ہے تاکہ مشرقی پاکستان کی معیشت کو متاثر کر سکے۔ پاکستان اور بھارت کی سرحد دریا کا درمیانی حصہ ہے، جس کے کنارے سے بھارت کے گاؤں صاف نظر آتے ہیں دریا کے پار چند مقامات پر پاکستان کی چھوٹی چھوٹی ENCLAVES بھی ہیں۔

راجشاہی اور نٹور کے گرد و نواح میں ہندوؤں کا بڑا اثر تھا اور وہ یہاں سے

غلہ اور پٹ سن سمگل کر کے بھارت پہنچا دیتے تھے۔ اکثر ہندوؤں کا حساب بھارت کے بنکوں میں تھا۔ بلکہ بعض کے آدھے کنبے بھی بھارت میں تھے۔ فوجی آپریشن میں پاک فوج کے جیالوں نے ڈھاکا سے راجشاہی تک تاریخ کا جو عظیم سفر طے کیا اس کی روداد مندرجہ ذیل ہے:

۸ اپریل کو صبح کے چھ بجے پاک فوج کے جوان ڈھاکا سے اس عظیم سفر پر روانہ ہوئے۔ ان کا ایک دستہ پہلے ہی آگے بڑھ کر صوار گاؤں پر قبضہ کر چکا تھا، پھر اس نے دھمرار کے تین پر قبضہ کیا اور دریا پار کر کے سڑک پر ہو لیا۔ اس کے پیچھے پیچھے پاک فوج کے یہ جوان بھی پہنچ گئے۔ اس طرح یہ لوگ پیچھے بڑھتے ہوئے مینی گنج کے تین پر پہنچے۔ یہاں پاک فوج کے ایک خاص قسم کے دستوں نے پہلے ہی فیری (FERRY) پر قبضہ کر لیا تھا مشرقی پاکستان کے کئی دریا اتنے چوڑے ہیں کہ ان پر پل بنانا ممکن نہیں اس لئے چند کشتیاں جوڑ کر فیری بنالی جاتی ہے۔ یہ فیری چھوٹی بھی ہوتی ہے اور بڑی بھی۔ چھوٹی فیری پر ایک گاڑی لے جا سکتے ہیں اور بڑی پر دس دس گاڑیاں ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچائی جا سکتی ہیں۔ اس کے ذریعے پاک فوج کے تمام دستوں نے تیزی سے تین پار کیا اور تیز رفتاری سے آریچا گھاٹ پہنچ گئے۔ اس وقت ساڑھے دس بج رہے تھے۔ لیکن جمنا پار کرنے کے لئے کوئی کشتی تھی نہ فیری۔ خوش قسمتی سے پاک فوج کے چند دستے بالائی حصے سے تین فیریز (FERRIES) پکڑ لائے۔ یہ ایک غیبی امداد تھی۔

گھاٹ کے اگلے حصے پر شرپسندوں کا قبضہ تھا۔ بھارتی ریڈیو اور غیر ملکی اخبار نویس اعلان کر چکے تھے۔ کہ دریائے جمنا کو پار کرنا پاکستانی فوج کے بس میں نہیں۔ گھاٹ اور تپن برباد کئے جا چکے تھے۔ ڈگر باڑی، پبنہ، ایشرڈی نٹور اور راج شاہی کے گرد و نواح میں شرپسندوں نے سکھا شاہی مچا رکھی تھی بھارتی فوج کے گھس بیٹھیے اور چند سنیئر افسر اس علاقے میں موجود تھے۔ ان کے خیال میں جمنا پار کر کے کامیاب اور موثر کارروائی کے لئے پاکستان کو کم از کم ایک ڈویژن فوج کی ضرورت تھی۔

پاک فوج کے اس چھوٹے سے دستے کے پاس صرف دو توپیں، چند مارٹر اور مشین گنیں تھیں۔ اس نے ساری گاڑیاں بیس کیمپ میں چھوڑیں۔ ایک فیری اور چند دستے ریزرو میں رکھے۔ باقی دو فیریز میں جوان اور توپیں وغیرہ لے کر سوار ہوئے اور دوسرے کنارے کی طرف بڑھے۔ دستے نے ساڑھے دس بجے دریا پار کیا۔ شرپسندوں کا صفایا کرنے میں ڈیڑھ گھنٹہ لگ گیا۔ اس اثنا میں دوسرے دستے بھی پہنچ گئے۔ ساڑھے بارہ بجے تک پورے گھاٹ پر ان کا قبضہ ہو چکا تھا۔ شرپسند میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ پاک فوج کے جوانوں نے شام تک ان کا تعاقب کیا۔ دشمن کا کچھ ایمونیشن اور ہتھیار ان کے ہاتھ لگے۔

رات ایک کیمپ میں گزاری۔ شرپسندوں نے بھاگتے وقت ایک پل اڑا دیا تھا۔ پاک فوج کے چند جوان اس کی مرمت میں لگ گئے۔ رات دس بجے تک پل تیار ہو گیا۔ اگلے روز یعنی ۱۰ / اپریل کو پورے علاقے سے شرپسندوں

کا صفایا کر دیا گیا۔

اب گاڑیاں دریا تک پہنچ چکی تھیں۔ دستے کا کچھ حصّہ نگڑ باڑی کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا گیا اور ۱۱ اپریل کو ہراول دستے نے پبنہ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ ادھر ایک دستہ ایشرڈی سے بڑھا اور وسوریا پر قابض ہو گیا۔ اب خشکی کے علاقے کو صاف کرنا باقی تھا۔ پاک فوج کے جوان راجشاہی ڈویژن کے ایک حصہ پر قبضہ کر چکے تھے۔ چنانچہ یہ دستے تیز رفتاری سے بڑھے۔ کراسنگ پر شرپسندوں نے ریل کے چالیس ڈبے کھڑے کر رکھے تھے۔ سڑک پر آگے بڑھنا تھا۔

اچانک دشمن نے پاک فوج کے دستوں پر مارٹر اور مشین گنوں سے فائرنگ شروع کر دی۔ ہمارے جوان گاڑیوں سے اترے، دائیں طرف ایک نالہ تھا، جس میں چار پانچ فٹ گہرا پانی تھا اس میں سے گزر کر شرپسندوں پر دھاوا بول دیا۔ تیس شرپسند مارے اور چھ پکڑے گئے۔ پندرہ رائفلیں، ایک مشین گن اور بےشمار ایمونیشن پاک فوج کے جوانوں کے ہاتھ آیا جبکہ ان کا ایک افسر اور ایک جوان زخمی ہوا۔ شرپسند نٹور کی طرف بھاگ گئے۔

۱۱ اور ۱۲ اپریل کی درمیانی شب پاک فوج کے جوانوں نے نٹور سے ۲۰، ۲۵ میل مشرق میں گزاری۔ ۱۲ اپریل کو صبح سویرے نٹور کی طرف بڑھے، راستے میں جگہ جگہ رکاوٹیں کھڑی تھیں۔ پاک فوج کے جوان ان رکاوٹوں کو دور کرتے ہوئے نٹور پہنچ گئے اور ساڑھے گیارہ بجے تک شرپسندوں کا صفایا کر دیا۔

اب وہ راج شاہی کی طرف بڑھ رہے تھے، نٹور سے کچھ آگے شرپسندوں

سے ایک اور جھڑپ ہوئی، تینتیس ۳۳ شر پسند کھیت رہے۔ دس رائفلیں، ایک مشین گن اور کچھ ایمونیشن پاک فوج کے جوانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ایک افسر اور ایک جوان کو معمولی زخم آئے۔

پیش قدمی جاری رہی۔ اب راجشاہی صرف اٹھارہ میل رہ گیا تھا۔ شر پسندوں نے بھارتی فوجوں کے اشتراک سے تاراپور کے علاقے میں مضبوط دفاعی لائن بنا رکھی تھی۔ دن کا ڈیڑھ بجا تھا۔ سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے شر پسندوں کا صفایا ضروری تھا، وہ سخت مقابلہ کر رہے تھے۔ مارٹر اور مشین گنیں زبردست فائر کر رہی تھیں۔

آخر پاک فوج کے ایک دستے نے بائیں جانب سے حملہ کیا۔ سخت لڑائی ہوئی۔ شر پسند ۲۵ لاشیں، ۲۲ رائفلیں، ۲ مشین گنیں، ایک چھوٹی مارٹر اور بے شمار ایمونیشن چھوڑ کر بھاگ گئے۔ پاک فوج کے چار جوان زخمی ہوئے۔ شر پسند کچھ ایسے بدحواس ہو کر بھاگے تھے کہ وہ پیچھے اپنے ساتھیوں کو بھی خبر نہ کر سکے۔ پاک فوج کے دستے کو بھی رات وہیں گزارنا پڑی۔ کوئی ایک بجے دو جیپیں شر پسندوں کو سامان پہنچانے کے لئے پہنچیں اور پاک فوج کے دستوں کے پھندے میں آ گئیں۔ جیپوں پر سوار ۴ شر پسند مارے گئے۔ تین انچ دہانے کی دو مارٹر، ایک مشین گن اور بے شمار ایمونیشن پاک فوج کے دستے کے ہاتھ آیا۔

۱۳ اپریل کو پاک فوج کے چند دستوں نے دو اطراف سے پیش قدمی کی۔ ایک دستہ سردہا کی طرف بڑھا اور دوسرا راجشاہی کی طرف۔ اب پاک فوج کے جوان شر پسندوں کے طریق جنگ سے واقف ہو چکے تھے۔ راستے میں

کئی جگہ مقابلہ ہوا، پہلی جھڑپ میں ۲۰ شرپسند کھیت رہے اور ۵ پکڑے گئے آٹھ رائفلیں، ایک مشین گن اور ایک چھوٹی مارٹر پاک فوج کے جوانوں کے ہاتھ لگی۔ پاک فوج کے اس دستے کے بھی تین جوان شہید اور دو زخمی ہوئے، دوسری جھڑپ میں ۴ شرپسندوں کے پاس ۳ انچ دہانے کے مارٹر تھے۔ پاک فوج کے دستے کا ایک جے سی او اور ایک جوان زخمی ہوا۔ اب وہ راجشاہی کے قریب پہنچ چکے تھے اور شرپسند بھاگ رہے تھے۔ کیونکہ راجشاہی کے ایک حصے پر پاک فوج کے ایک فوجی دستے کا قبضہ تھا۔ البتہ اس کا رابطہ سڑک اور ریل سے کٹ چکا تھا۔

۱۳راپریل کی رات انھوں نے راجشاہی کے باہر گذاری، راجشاہی کے گردو نواح سے شرپسندوں کا صفایا دوسرے دو دستوں نے کیا۔ پاک فوج کے ان دستوں کو مسلسل پانچ دن اور پانچ راتوں کے بعد پہلی مرتبہ ۱۴ اپریل کو صبح کے وقت چند گھنٹے آرام کرنے کا موقع ملا۔ شام کو یہ جوان پھر تیار کھڑے تھے۔

۱۸راپریل تک راج شاہی کے گرد دیہات میں گھسے ہوئے شرپسندوں کا صفایا کرتے رہے۔ ۲۲راپریل کو انہوں نے نواب گنج کے علاقے سے ۲۶ر اپریل کو سب گنج اور تبل کیپی وغیرہ سے شرپسندوں کا صفایا کیا۔

۲۱رجون کا دن ان دستوں نے نٹور میں گزارا۔ اس روز دوبارہ سکول کھل رہے تھے۔ چھ سات سکولوں کی افتتاحی تقریب میں ان دستوں نے شرکت کی۔ نٹور کے علاقہ میں ہندوؤں کا بہت زور تھا۔ کچھ شرپسند اب بھی علاقے کے

دور دراز دیہات میں چھپے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے گوناگوں افواہیں پھیلا رکھی تھیں۔ ایک یہ تھی کہ بچوں کو پاکستانی فوج اسکول بلا کر بطور یرغمال رکھنا چاہتی ہے۔ دو تین گھنٹے بعد یہ دستے ایشرڈی روانہ ہو گئے۔ پبنہ میں مقیم پاک فوج کے ایک دستے نے بھی ایشرڈی پر ہی دباؤ ڈال رکھا تھا۔ لہٰذا پاک فوج کے ان دستوں کو اس دستے سے جا ملنا تھا۔

پاک فوج کے جیالوں کے پبنہ اور ایشرڈی پہنچنے کی داستان بھی بڑی ولولہ انگیز اور جرأت آموز ہے۔ یہ جوان مغربی پاکستان میں کراچی سے کئی سو میل دور ایک مقام پر مقیم تھے۔

۲۷ مارچ کو بعد دوپہر انھیں مشرقی پاکستان پہنچنے کا حکم ملا۔ ۳۰ مارچ کو وہ ڈھاکا کے ہوائی اڈے پر پہنچ چکے تھے۔ ۳۱ مارچ کی صبح تک وہ وطن عزیز کے مشرقی حصے کا دفاع کہیں بھی سنبھالنے کے لئے تیار تھے چنانچہ اسی روز وہ ہوائی جہازوں کے ذریعے جیسور پہنچ گئے۔

جیسور ضلع کا صدر مقام ہے اور بھارت کے بہت نزدیک ہے۔ سرحد بالکل کھلی ہے۔ یعنی بھارت اور پاکستان کے درمیان دریا وغیرہ کی کوئی روک حائل نہیں۔ بھارت اور اس کے ایجنٹوں نے اپنی ریشہ دوانیوں کا جال سب سے پہلے جیسور اور اس کے قریبی اضلاع کھلنا، باریسال اور کشتیا میں پھیلایا۔ جن کی سرحدیں مغربی بنگال سے ملتی ہیں۔

جیسور میں ایک چھاؤنی ہے، یہاں پاک فوج کے مسلح یونٹ موجود تھے حالات بگڑنے لگے تو کمانڈر نے کھلنا، چالنا اور جیسور میں کچھ فوج رکھنے کا فیصلہ

کیا۔ ایک چھوٹا سا دستہ کشتیا بھی بھیج دیا۔ ایک مقصد تو یہ تھا کہ عام لوگوں کو پتہ چل جائے فوج ہر جگہ چوکنی ہے، دوسرا بڑا مقصد ان اہم مقامات کا تحفظ اور مکمل دفاع تھا۔ جیسور چھاؤنی اور ہوائی اڈے کا دفاع، ان میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا تھا۔ باغیوں اور شرپسندوں کے ہنگامہ کرنے کی صورت میں ڈھاکا سے مزید فوج اسی صورت میں منگوائی جا سکتی تھی کہ ہوائی اڈہ محفوظ رہے۔

اور پھر چالنا کا دفاع بھی ضروری تھا۔ حالات زیادہ مخدوش ہو جانے کی صورت میں چالنا کی بندرگاہ کے ذریعے مدد حاصل کی جا سکتی تھی۔ یوں بھی چالنا اگر شرپسندوں کے قبضے میں چلا جاتا تو پورے علاقے میں فوج محصور ہو جاتی۔

حالات اگر ٹھیک رہتے اور ایسٹ پاکستان رائفلز اور پولیس وغیرہ بغاوت نہ کرتی تو شرپسند کھلنا ڈویژن میں کچھ بھی نہ کر پاتے۔ لیکن سازش تو نہایت گہری تھی۔ سازشیوں نے بغاوت کے مختلف اوقات مقرر کر رکھے تھے۔ منصوبہ یہ تھا کہ جہاں فوجی دستوں کو کمزور پاؤ، خاموشی سے بغاوت کر کے انھیں تہ تیغ کر دو۔

حالات کچھ ایسے تھے کہ خواہ مخواہ کسی پر شک کرنا بھی درست نہ تھا۔ چنانچہ پاک فوج کے کمانڈر نے احکام جاری کر دیئے کہ جب تک کھلی بغاوت نہیں ہوتی کسی پر شک کر کے کارروائی نہ کرو، بلکہ خاموشی کے ساتھ اپنے علاقے کی حفاظت کرتے رہو۔

۲۶ سے ۳۰ مارچ تک بظاہر بالکل سکون رہا، سب مطمئن تھے کہ علاقے میں امن و امان خود بخود بحال ہو گیا ہے۔ لیکن اسی اثنا میں چوا ڈنگہ، ورسنا اور مہر پور میں خاموش بغاوت ہو چکی تھی۔ یہاں کے شر پسند ای پی آر اور پولیس نے اپنے مغربی پاکستانی اور دوسرے وفادار افسروں اور سٹاف کا صفایا کر دیا تھا۔

اب انھوں نے اچانک کشتیا پر حملہ کر دیا۔ پاک فوج کے مختصر سے دستے نے جان پر کھیل کر انھیں روکنے کی کوشش کی۔ جیسور کا کمانڈر کشتیا کے دستے کو کمک پہنچانے کے لئے عملی اقدام کرنا ہی چاہتا تھا کہ ہینا پول اور کھلنا میں بھی بغاوت ہو گئی۔ ساتھ ہی جیسور میں بنگال رجمنٹ اور باقی یونٹوں کے مشرقی پاکستانیوں نے بغاوت کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف کشتیا کو امداد بھیجنا ناممکن ہو گیا بلکہ شر پسندوں نے کھلنا اور جیسور کی درمیانی سڑک پر قبضہ کر کے جیسور کو کاٹ دیا۔ تو ادھر بھارت کے گھس بیٹھئے فوج اور سرحدی پولیس پاکستان کی سرحدوں میں داخل ہو کر گھما چاپر قابض ہو گئی۔

جیسور میں مقیم پاک فوج کے کمانڈر نے پہلے تو چھاؤنی سے باغیوں کا صفایا کیا اور پھر اپنی پوری توجہ ہوائی اڈے کو محفوظ رکھنے پر مرکوز کر دی کہ باہر سے کمک پہنچنے کا سارا دار و مدار اسی اڈے پر تھا۔ ایسے ہی خطرناک حالات تھے، جب کہ ۳۱ مارچ کو ڈھاکا سے پاک فوج کا وہ دستہ جیسور پہنچ گیا، جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ جیسور کا کمانڈر اسی کمک کا منتظر تھا۔

جیسور شہر اور گردو نواح کا علاقہ شرپسندوں کے ہاتھوں میں تھا جن کی پشت پناہی بھارتی گھس بیٹھیے کر رہے تھے۔ یکم اپریل پاک فوج کے ان جوانوں نے علاقے کی دیکھ بھال میں گزارا۔ ۲ اپریل کو وہ چھاؤنی سے نکلے اور اہم مقامات پر قابض ہو گئے۔

۳ اپریل کی شام تک شہر میں داخل ہونے والے راستوں کی ناکہ بندی کر لی تاکہ مزید بھارتی مدد نہ مل سکے۔ ۴ اپریل کو وہ چھوٹے چھوٹے دستوں میں بٹ کر شہر میں پھیلے ہوئے شرپسندوں اور بھارتیوں پر پل پڑے۔ شرپسندوں کے پاس چھوٹی توپیں، مارٹر اور مشین گنیں تھیں۔ شہر کے ایک ایک کوچے میں لڑائی ہوئی۔ شام کے سات بجے تک پورا شہر شرپسندوں اور بھارتیوں سے پاک کر دیا گیا۔

۵ سے ۸ اپریل تک اس دستے نے جیسور کے گردو نواح کو شرپسندوں سے پاک کیا اور وہ مغرب کی طرف بڑھا، جہاں سرحد کے قریب جھنگر گاچھا اور بینا پول میں دشمن نے ادھم مچا رکھا تھا۔ پاک فوج کے جوانوں نے ابھی چار ہی میل سفر طے کیا تھا کہ شرپسندوں سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ دشمن خودکار ہتھیاروں سے مسلح تھا، لیکن پاک فوج کے جیالوں کے آگے اس کی ایک نہ چلی اور وہ بھاری نقصان اٹھا کر پسپا ہو گیا۔ شام تک پاک فوج کے جوانوں نے دریائے کوڈک کے مشرقی کنارے پر قبضہ کر لیا۔

رات وہیں گزاری، صبح منہ اندھیرے باقاعدہ فوجی طریقے سے دریا پار کیا اور مغربی کنارے پر قبضہ کر لیا، پھر دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ یہیں بھارتی سرحدی

فوج کے سپاہی موہن لعل اور پنچارام گرفتار ہوئے۔ ایک مشین گن، تین انچ دہانے کا ایک مارٹر، ایک وائرلیس سیٹ اور بیشمار ایمونیشن پاک فوج کے جوانوں کے ہاتھ لگا۔ آگے بڑھے تو دو مشین گنیں، کئی چھوٹی گنیں اور ۲۳ رائفلیں مال غنیمت میں ملیں۔ مینا پول کسٹم پوسٹ سے چند میل ادھر جفراں پہنچ کر یہ دستہ رک گیا۔ آگے بڑھنے سے بھارت خواہ مخواہ شور کرتا کہ پاکستانی افواج اس کی سرحدوں پر جمع ہو رہی ہیں۔

علاقے کا انتظام ایک چھوٹے دستے کے حوالے کر کے ۱۳ اپریل کو یہ دستہ ایک اور مہم پر چل کھڑا ہوا۔ کشتیا میں شرپسندوں نے مار دھاڑ کر رکھی تھی ادھر چوا ڈانگہ میں یہ عالم تھا کہ کئی غیر ملکی اخبار نویس اسے نام نہاد بنگلہ دیش کا ہیڈ کوارٹر کہنے لگے تھے۔

واشنا سے کلکتہ کی طرف ریل گاڑیاں چل رہی تھیں جن پر پاکستان سے لوٹا ہوا سامان بھارت بھیجا جا رہا تھا۔ ان علاقوں میں پاکستانی فوج کی کوئی چھاؤنی نہ تھی، اس لئے اس دستے کو ان شرپسندوں کا قلع قمع کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ سب سے پہلے پاک فوج کے اس دستہ نے بھیرب بازار پر قبضہ کیا، شرپسندوں کو سخت نقصان پہنچا، اور وہ ایک مشین گن، پندرہ رائفلیں اور بڑی مقدار میں دوسرا فوجی سامان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ پاک فوج کے بھی دو جوان زخمی ہوئے۔ اور کچھ گاڑیوں کو نقصان پہنچا۔

اس دستے کو یہاں کچھ دیر رکنا پڑا کہ ایک اور دستے کو آ کر ملنا تھا۔ ۱۴ اپریل کو پھر پیش قدمی شروع ہوئی۔ اور سورج کے غروب ہونے تک

کالی گنج پر قبضہ کر لیا گیا۔ یہاں سے ۵۰ رائفلیں اور بےشمار ایمونیشن ملا۔ ۱۵ اپریل کو آگے بڑھے تو راستے کے تمام پل ٹوٹے ہوئے تھے۔ شرپسندوں نے بنکروں میں بیٹھ کر مقابلہ کیا، اس لئے رات جھنیدہ سے کچھ ادھر گزارنا پڑی۔ صبح سویرے پاک فوج کا ایک اور دستہ بھی پہنچ گیا۔

۱۷ اپریل کو جھنیدہ میں تخریب کاروں اور گھس بیٹھوؤں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ جھنیدہ سے ایک سڑک کشتیا جاتی ہے اور دوسری مہرپور کی جانب۔ یہ دونوں شہر بھارت کے ساتھ سرحد پر واقع ہیں۔ جھنیدہ پر قبضہ ہو جانے سے شرپسندوں پر ضرب کاری لگی۔ ۱۷ اپریل کو یہ دستہ آگے بڑھ کر ایک اور دستے سے جا ملا جو شمالی بنگال کی طرف بڑھ رہا تھا۔

۲۲ جون کو پبنہ میں پاک فوج کے جوانوں نے چائے پی۔ پبنہ وہ شہر ہے جہاں پاک فوج کے جیالوں نے وطن عزیز کو بچاتے ہوئے اپنی جان قربان کر دی۔ کئی ہزار شرپسند ان کے مقابلے میں تھے۔ گنتی کے چند سرفروش اپنی جان ہی قربان کر سکتے تھے۔ یہاں بھی دشمن پر ضرب کاری لگائی گئی۔ گرچہ پاک فوج کا بھی یہاں کافی جانی نقصان ہوا۔ دشمن کو بھگا دینے کے بعد پاک فوج کے جوان پبنہ سے بوگرہ پہنچے۔ جہاں ان کی ملاقات ایک اور دستے سے ہوئی۔ اس دستے کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں ایک طرف مشرق میں گائبندہ تک اور دوسری طرف شمال میں ٹھاکر گاؤں سے اور پنچا گڑھ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ان کو تانگیل اور اس کے گرد و نواح میں لوٹ مار کرنے والے شرپسندوں کو کچلنے کا حکم ملا تھا۔ پاک فوج کے یہ جوان ۳ اپریل کو ڈھاکا سے

روانہ ہوئے تھے۔ مرزا پور تک انھیں کسی وقت کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ کیونکہ گشت کر کے سارا علاقہ شر پسندوں سے صاف کر دیا گیا تھا۔

مرزا پور سے چار میل آگے ڈھلا گاؤں میں شر پسندوں سے پہلی بار مڈبھیڑ ہوئی۔ یہاں ان کی ایک سالم کمپنی کمین گاہوں میں مورچہ جمائے بیٹھی تھی۔ دور دور تک جنگل پھیلا ہوا تھا۔ جس میں جگہ جگہ شر پسندوں نے مشین گنیں نصب کر رکھی تھیں۔ پاک فوج کے اس دستے کے ایک حوالدار نے جو بعد ازاں پاکستان زندہ باد کا نعرہ لگاتے ہوئے دشمن کے مورچوں میں گھس گیا اور شہید ہو گیا وہ کارنامے سرانجام دیئے جن پر پورا دستہ ہمیشہ فخر کرتا رہے گا۔ ہراول دستے کا کمانڈر اور اس کا نائب باقی جوانوں کے ساتھ نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے دشمن پر پل پڑے۔ اس لڑائی میں پاک فوج کے پانچ جوان شہید اور دس زخمی ہوئے۔ لیکن شر پسندوں کی پوری کمپنی کا اس طرح صفایا کیا کہ پھر تانگیل تک انھیں مقابلہ کرنے کی جرآت نہ ہوئی۔ لاتعداد اسلحہ پاک فوج کے اس دستے کے ہاتھ لگا۔

تانگیل پر قبضہ کرنے کے بعد چند روز پاک فوج کے جوانوں نے وہیں قیام کیا۔ اب اندرون ملک شر پسندوں کو ٹھکانے لگانے سے پہلے سرحدوں کی حفاظت ضروری ہو گئی تھی۔ بھارتی مداخلت کاروں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی تھی اور شر پسندوں کے ٹوٹے ہوئے حوصلوں میں از سر نو جان پڑنے کا خطرہ پیدا ہو چلا تھا۔ چنانچہ شر پسندوں کی سرکوبی کو ادھورا چھوڑ کر پاک فوج کے دستے ہر طرف سے سرحدوں کی طرف بڑھے۔

پاک فوج کے ایک دستے کو شمالی بنگال جانا تھا۔ ۱۲ اپریل کو وہ طیاروں کے ذریعے روانہ ہو گیا اور رنگ پور سے ہوتا ہوا سید پور پہنچ گیا۔ اب اسے شمال مغرب میں ٹھاکر گاؤں کی طرف بڑھنے اور اس علاقے کے غداروں سے صاف کرنے کا حکم ہوا۔

یہ بڑا کٹھن کام تھا۔ جگہ جگہ پل تھے اور دشمن نے کمین گاہیں بنا رکھی تھیں اس لئے چند بکتر بند اور توپ خانہ کے دستے بھی اس کے ساتھ کر دیئے گئے۔ ان کا ایک چھوٹا سا دستہ ٹی (T) کی طرف روانہ ہوا، جہاں سے دو سڑکیں نکلتی ہیں۔ ایک دیناج پور جاتی ہے، دوسری ٹھاکر گاؤں۔ یہاں شرپسندوں نے بڑا سخت مقابلہ کیا۔ بھارتی فوجی بھی ان کی مدد کر رہے تھے۔ ٹھاکر گاؤں جانیوالے دستے کا کمانڈر زمین کا جائزہ لینے کے لئے آگے آگے تھا۔ ابھی اس نے ۱۲ سو گز کا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ اس کی جیپ پہ فائر کھل گیا۔ جیپ ڈرائیور زخمی ہو گیا لیکن اس نے اوسان برقرار رکھے۔ سب جوان پھرتی سے نیچے اترے، اور جوابی فائر کھول دیا۔ اتنے میں ہراول دستہ بھی پہنچ گیا اور اس نے ایک پہلو پر حملہ کر کے شرپسندوں کو مار بھگایا۔ لیکن انھوں نے جگہ جگہ پوزیشن لے رکھی تھی مشکل سے چند سو گز آگے بڑھتے تو گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو جاتی اور شر پسندوں کو کمین گاہ سے نکالنے کے لئے سخت مقابلہ کرنا پڑتا۔

یہاں دریائے ڈھیپ سڑک کے ساتھ ساتھ بہتا ہے۔ غداروں نے دریا پار مضبوط مورچے بنا رکھے تھے، جہاں سے مسلسل فائر ہو رہا تھا۔ دریا پر تقریباً ایک سو گز لمبا پل تھا۔ برق رفتاری سے بڑھ کر اس پر قبضہ کر لینا نہایت ضروری

تھا۔ ورنہ اندیشہ تھا کہ شرپسند اسے اڑا دیں گے۔
دریا میں کوئی پانچ چھ فٹ گہرا پانی تھا۔ پاک فوج کے جوانوں نے حملہ کر دیا شرپسندوں کا خیال تھا کہ پاک فوج کے جوان عام فوجی طریقے کے مطابق کسی پہلو (FLANK) سے حملہ کریں گے۔ چنانچہ انھوں نے پوزیشنیں بھی اسی انداز سے لے رکھی تھیں۔ اب جو انھوں نے پاک فوج کے جوانوں کو سامنے سے حملہ آور ہوتے ہوئے دیکھا تو ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور وہ چار لاشیں اور دو ہلکی مشین گنیں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ پل جگہ جگہ سے ٹوٹا ہوا تھا اور گاڑیاں گزر نہیں سکتی تھیں، چنانچہ بکتر بند دستہ، توپ خانہ اور دوسری گاڑیاں یہیں چھوڑنا پڑیں۔ ایک مارٹر کندھوں پر رکھا اور دریا پار کیا۔ پیدل مارچ شروع کر دیا۔ شام کا جھٹپٹا ہو رہا تھا کہ پاک فوج کے جوانوں نے ویناج پور، ٹھاکر گاؤں کے سترھویں میل پر دفاعی پوزیشن لے لی۔

رات بڑی بے چینی میں گزری۔ پاک فوج کے ایک چھوٹے دستے کا کچھ پتہ نہ تھا۔ اس کی کمان ایک نوجوان کپتان کر رہے تھے۔ یہ دستہ باقی دستوں سے پہلے روانہ ہوا تھا اسے بیر گنج کے علاقے میں دشمن کے پیچھے پہنچ کر اس کی ناکہ بندی کرنی تھی۔ کئی گشتی دستے بھیجے گئے اور رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی مگر ہر طرف سے مایوس کن خبریں ملیں۔

۱۵ اپریل کی صبح نہایت خوشگوار تھی۔ لاپتہ دستے کے نائب کمانڈر نے آکر اطلاع دی کہ وہ خیریت سے ہیں اور باقی دستے کے ساتھ مل کر ٹھاکر گاؤں پر قبضہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ دستے کا کمانڈر اور چھ جوان زخمی ہوئے تھے مگر

وہ خیریت سے تھے، اور پیچھے پل پر پہنچ چکے تھے۔ اس دستے نے جس طرح شرپسندوں کا مقابلہ کیا اور کئی دفعہ ان کے نرغے سے نکلا وہ بجائے خود ایک الگ داستان ہے جس کے متعلق مستند اور معتبر معلومات فراہم نہ ہو سکنے کی وجہ سے یہاں اس کے متعلق کچھ نہ لکھا جا سکے گا۔

اسی روز اس دستے نے پیش قدمی کر کے ٹھاکر گاؤں پر قبضہ کر لیا۔ یہاں شرپسندوں نے غیر بنگالی آبادی پر ہولناک مظالم توڑے تھے۔ اب اس دستے نے ٹھاکر گاؤں سے آگے گشت کی ٹولیاں بھیجنا شروع کر دیں۔

اب آپ ٹھاکر گاؤں کے اس دستے کی سرفروشی کے کارنامے سنیئے یہ دستہ ۷؍اپریل کو مغربی پاکستان سے شام کو ڈھاکا پہنچا تھا۔ اگلی صبح اسے ڈھاکا شہر صدر گھاٹ اور نارائن گنج کی حفاظت پر مامور کیا گیا۔ یہاں وہ صرف ۳ دن رہے۔ ۱۰؍اپریل کی شام انھیں نرسنگدی کے صنعتی علاقے کی طرف بڑھنے کا حکم ملا۔

۱۱؍اپریل کی صبح کو موسلا دھار بارش میں یہ جوان اپنے مشن پر روانہ ہو گئے ابھی آٹھ میل ہی گئے تھے کہ غداروں اور شرپسندوں نے تین اطراف سے فائر کھول دیا۔ پاک فوج کے جوان عقاب کی طرح ان پر جھپٹے۔ تیس شرپسند کھیت رہے اور ایک لائٹ مشین گن اور بیشمار امیونیشن چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

آگے انندی میں پھر زبردست مقابلہ ہوا۔ شرپسندوں نے یہاں مضبوط مورچے بنا رکھے تھے۔ دو بھاری اور چھ چھوٹی مشین گنوں کے دہانے کھل گئے ہمارے سرفروشوں نے تیزی سے حرکت کی۔ جواب میں فائر کھول دیا۔ ادھر توپ خانے

نے بھی جوابی فائر دیا۔ اس طرح پاک فوج کے جوانوں نے غداروں کی پوزیشن کو روند ڈالا، انھیں خود بھی قربانی دینا پڑی۔ لیفٹنٹ عبدالغفار خاں اور ایک جوان شہید ہوئے۔

مجاہدین نے رات انندی میں گزاری، پھر ۱۲ اپریل کو موسلا دھار طوفانی بارش میں بڑھے اور زنسنگدی سے شرپسندوں کو مار بھگایا۔ ایک دن اڑ گرد و نواح کے علاقے میں امن و امان قائم کرنے میں گزارا۔

۱۳ اپریل سے ۱۷ اپریل تک اس دستے نے بیراب بازار اور برہمن باڑیہ کے ہیچہ لگائے اور ۱۷ اپریل کو شمال میں کلیا چار کی طرف بڑھے۔ اگلے تین دن مسلسل پیش قدمی میں گزرے اور پھر یہ دستہ کشور گنج پہنچ گیا۔ دو دن مزید چلنے کے بعد میمن سنگھ سے تین میل ادھر پڑاؤ ڈال دیا۔ تقریباً ایک سو میل کا یہ سفر پاک فوج کے جوانوں نے پیدل طے کیا۔ مقصد ریل کے پل کو شرپسندوں کی تخریبی کارروائی سے محفوظ رکھنا تھا اور اس میں وہ کامیاب رہے۔ ۲۹ اپریل کو اس دستے کے کچھ حصوں نے ۴۵ میل آگے درگا پور پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح اس علاقے کی شمالی سرحد بالکل محفوظ ہو گئی۔

۱۱ مئی کو یہ دستہ رنگ پور پہنچ گیا۔ آرام کرنے اور ہتھیار وغیرہ بدلنے اور ان کی ٹریننگ لینے کے بعد ۲۴ مئی کو یہ دستہ کوریگرام کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں بھارتی فوجیوں کی پشت پناہی میں غدار اور شرپسند دندناتے پھر رہے تھے۔ یہ علاقہ سرحد سے بہت قریب ہے۔ چنانچہ دشمن کو مغالطے میں ڈال کر دریائے دھرلا پار کیا۔ اس کارروائی میں پاک فوج کے دو جوان شہید ہوئے

جن کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔

یہ دستہ ایک ایسی جگہ پہنچ گیا، جہاں سے دشمن پر بھرپور وار کیا جا سکتا تھا پہلے شرپسندوں اور باغیوں کی ایک کمین گاہ سے حملہ کیا اور ان کے ۵ آدمی مار ڈالے، پھر ایک ٹرک پر گھات لگائی۔ ٹرک میں ۲۰ شرپسند سوار تھے جن میں سے ۷ مارے گئے، چار پکڑے گئے اور نو نکل بھاگے۔ ۲ مشین گنیں، ۲ سٹین گنیں اور ۱۰ رائفلیں پاک فوج کے اس دستے کے ہاتھ آئیں۔ شام تک مختلف مقامات پر باغیوں کے تقریباً ۷۰ آدمی موت کے گھاٹ اتارے جا چکے تھے۔

۲۸ مئی کو اس دستے نے پیش قدمی کی اور ٹھاکرگاؤں پر قبضہ کر لیا۔ ۴ میل آگے رانی گنج تھا۔ یہاں شرپسندوں نے قدرے مقابلہ کیا اور ایک پل توڑ کر پسپا ہو گئے۔ لیکن پاک فوج کے جوان توپ خانہ اور بکتربند گاڑیوں کے بغیر بڑھتے چلے گئے۔ پھر ۳ جون تک سارا علاقہ چھان مارا اور تین باغی بھی پکڑے پھر بڑے دستے کو رنگ پور پہنچنے کا حکم مل گیا۔

دیناج پور کا پاک فوج کا دستہ بڑی بے تابی سے اس دستے کا منتظر تھا یہ واحد پیدل دستہ ہے جس نے گزشتہ ڈیڑھ سال کے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اور شرپسندوں کا مقابلہ ۲۵ مارچ سے شروع کیا۔ دیناج پور کا ضلع مشرقی پاکستان کے شمال مغربی حصے میں ہے۔ شہر دیناج پور بھارتی سرحد سے صرف چند میل ادھر ہے۔ اور سڑک کے ذریعے رنگ پور سے ملا ہوا ہے — دیناج پور، ہلی، پاربتی پور، برل، ٹھاکرگاؤں، رمھیا اور تتلیا وغیرہ سارا علاقہ سمگلروں کا گڑھ ہے یہاں سرحد پر کوئی دریائی رکاوٹ نہیں۔ چنانچہ

بھارتی ایجنٹ اس علاقے کے شرپسندوں سے بے روک ٹوک ملتے، اور ریشہ دوانیوں کا جال بچھاتے رہے اس جال کو پاک فوج کے اس دستے نے جان پر کھیل کر توڑا۔

اس دستے کے ذمے رنگ پور، سید پور اور دیناج پور کا تحفظ تھا۔ رنگ پور ریڈیو سٹیشن کی حفاظت اس نے انتہائی ناسازگار حالات میں کی اور اسے دشمن کے ہاتھ میں نہ جانے دیا۔ سید پور ریلوے ورکشاپ اور دوسرے اہم مقامات پر بھی پوری طرح امن و امان برقرار رکھا تاہم بعض دن اس پر بڑے بھاری گزرے۔ اس کا ایک حصہ سید پور سے دیناج پور جا رہا تھا کہ اچانک شرپسندوں نے راستے میں جگہ جگہ رکاوٹیں کھڑی کر دیں اور فوج کا تعاقب بھی کیا۔ پاک فوج کے جوانوں نے بڑی جرأت و استقامت کا ثبوت دیا مختلف جھڑپوں میں ۱۲ شرپسند مارے گئے۔

یہ لوگ سید پور پہنچے ہی تھے کہ ٹھاکر گاؤں چلے جانے کا حکم ملا، جہاں باغیوں نے کشت و خون برپا کر رکھا تھا۔ ابھی یہ روانہ ہونے نہ پائے تھے کہ خبر ملی دیناج پور میں ایسٹ پاکستان رائفلز اور پولیس وغیرہ نے بغاوت کر دی ہے۔ اور فوج اور محب وطن افراد سخت خطرے میں ہیں۔

چنانچہ پاک فوج کے یہ جوان ٹھاکر گاؤں جانے کے بجائے دیناج پور ہو لئے اور ۲۸ مارچ کی شام کو دیناج پور کے باہر مورچے جما لئے، اپنے بڑے دستے سے رابطہ قائم کیا۔ اور باغیوں کے ہیڈ کوارٹر پر فائر کر کے انھیں مار بھگایا۔ تاہم کچھ فاصلے پر شرپسندوں نے پھر پوزیشن لے لی —

دیناج پور کے کمانڈر سے کہا گیا کہ وہ ایک جگہ پوزیشن میں رہے۔ اور زیادہ پھیلنے کی کوشش نہ کرے۔

اس دستے کی مدد اور بچے کھچے محب وطن افراد کو نکالنے کے لئے کیپٹن فدا حسین شہید کی کمان میں ایک گشتی ٹولی بھیجی گئی، جس نے بڑی بہادری سے شہر کے عین وسط میں پہنچ کر دستے کے بچھڑے ہوئے جوانوں کو جمع کیا اور باہر نکالا۔ اسی دوران میں رنگ پور سے دستے کے کمانڈر کو واپسی کا پے بہ پے حکم مل رہا تھا شاید اسے کسی اور مہم پر جانا تھا ادھر دیناج پور کے دستے پر باغیوں نے پھر حملے شروع کر دیئے۔ انھیں بھارت سے مدد پہنچ گئی تھی۔ ایسٹ پاکستان رائفلز کے وفادار جوانوں کے لئے دیناج پور میں ٹھہرنا مشکل ہو گیا تھا انہوں نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا۔ اپنے اور دوسرے محب وطن لوگوں کے بال بچوں کو جمع کیا اور سید پور کی طرف نکلنے کی کوشش کی، جبکہ ایسٹ پاکستان رائفلز کے وفادار جوانوں کا رابطہ پاکستانی فوج سے ٹوٹ چکا تھا انھیں کچھ خبر نہ تھی، کہ کون کس حال میں ہے۔ مشرقی پاکستان کے وفادار محب وطن باغیوں سے لڑتے بھڑتے سید پور کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر باغی اور بھارتی ایجنٹ چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ ایسے عالم میں کیپٹن فدا حسین شہید نے بڑی جواں ہمتی کا ثبوت دیا وہ سید پور سے نکلے اور باغیوں کو ٹھکانے لگاتے ہوئے ایسٹ پاکستان رائفلز کے جوانوں، ان کے بال بچوں اور اپنے دستے کے ایک حصے کو بچا لیا۔ اس لڑائی میں پاک فوج کے ۸ جوان شہید ہوئے۔ دیناج پور میں ۲ شہید اور ۴ زخمی ہو چکے تھے۔ اب یہ سارا دستہ یکجا ہو کر سید پور کی حفاظت کرنے سید پور

اور رنگ پور کو کھلا رکھنے اور کوئی خاطر خواہ کام انجام دینے کے قابل ہو گیا۔

حالات متواتر خراب ہوتے چلے گئے۔ بوگرہ کا چھوٹا سا فوجی دستہ جو زیادہ تر توپ خانے کے پیدل سپاہیوں پر مشتمل تھا، شرپسندوں کے نرغے میں آ گیا۔ تو رنگ پور کے کمانڈر نے سید پور کے دستے کو بوگرہ پہنچنے کا حکم دیا۔ سید پور کے کمانڈر نے حکم کی تعمیل کی، جونہی دستہ پلاس باڑی پہنچا بنگال رجمنٹ کے باغیوں نے اس پر کمین گاہ سے حملہ کر دیا۔

ان غداروں کا طرز عمل بڑا عجیب تھا۔ اکا دکا آدمی دیکھ لیتے تو فائر کھول دیتے اور جب زیادہ آدمیوں سے سامنا ہو جاتا تو کہتے۔ ہم تو پلاس باڑی سے شرپسندوں کا صفایا کرنے آتے ہیں۔ آخر وہ بے نقاب ہو گئے اور شک و شبہ کی ذرا گنجائش نہ رہی۔ پاکستانی فوج ابھی چند میل آگے بڑھی تھی کہ اس کے چاروں طرف سے آگ برسنے لگی۔

پاک فوج کے جوانوں نے خاطر خواہ جواب دیا اور پورے علاقے کو غداروں سے صاف کر دیا، جو باغی پکڑے گئے ان کی زبانی معلوم ہوا کہ بوگرہ اور اس کے گرد و نواح میں ہزاروں شرپسند جمع ہو چکے ہیں۔ ادھر سید پور میں بنگال رجمنٹ کا باقی حصہ باغی ہو گیا۔ چنانچہ پاک فوج کے جوان بوگرہ جانے کے بجائے رنگپور پہنچ گئے۔

رنگپور کے کمانڈر نے دیناج پور والے دستے کو سید پور پہنچنے کی ہدایت کی۔ یہ لوگ رات ۹ بجے سید پور پہنچے۔ کمانڈر نے ہر چند کوشش کی کہ غدار راہ راست پر آجائیں مگر وہ بات چیت کرنے ہی پر آمادہ نہ تھے۔ دستے کا کمانڈر اپنے

کچھ جوانوں کے ساتھ ان کے علاقے میں گیا تو انھوں نے فائر کھول دیا۔ جواب میں پاک فوج کا توپخانہ حرکت میں آگیا۔

اب پتہ چلا کہ باغیوں نے یونٹ کی لائنوں میں باقاعدہ مورچے بنا رکھے تھے اور کئی شرپسند اور بھارتی ایجنٹ ان کی مدد کر رہے تھے۔ تاہم پاک فوج کے جوانوں نے تین چار گھنٹے میں حالات پر قابو پا لیا۔ اگرچہ اس کے لئے کیپٹن فدا حسین کو اپنی جان کی قربانی دینا پڑی۔

اسی اثنا میں پاک فوج کا یہ دستہ رنگپور سے لال منیر ہاٹ کی طرف بڑھا یہاں ہوائی اڈہ ہے جس پر قبضہ کرنا ضروری تھا کہ مزید امدادی فوج آ اتاری جا سکے۔ اسی دوران میں دو اور دستے بھی اسی مقصد کے لئے بڑھ رہے تھے ایک بکتر بند دستہ تھا اور دوسرا کیپٹن اعجاز مصطفےٰ سید کا۔ چنانچہ ان تینوں دستوں نے مل کر لال منیر ہاٹ پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اب یہ دستہ سیدپور کے گرد و نواح میں پھیلے ہوئے باغیوں کی طرف متوجہ ہوا اور ان کا قلع قمع کیا۔ سیدپور اور دیناجپور روڈ پر گھات میں بیٹھے ہوئے شرپسندوں کو ٹھکانے لگایا۔ یہاں مشین گنیں، ۶ پونڈ کی ایک گن اور بہت سا ایمونیشن ہاتھ لگا۔ پاک فوج کے بھی ۲ جوان شہید اور ۶ زخمی ہوئے۔ لال منیر ہاٹ اور رنگپور میں مزید امدادی فوج پہنچ چکی تھی چنانچہ اس دستے نے کوئی جنکشن پر قبضہ کر لیا اسی اثنا میں خبر ملی کہ باغی پاربتی پور میں تباہی مچانے والے ہیں۔ پاک فوج کا ایک دستہ جلدی سے وہاں پہنچا اور شرپسندوں کو کچل ڈالا۔ پھر پھولباڑی پر قبضہ کیا، یہاں سے بھی بیشمار اسلحہ ہاتھ لگا۔ دیناج پور پر پاک فوج کا دوبارہ قبضہ ہو گیا۔ پھر یکے بعد دیگرے

بیرل ، چرکٹی اور ہلی پر قبضہ ہو گیا ۔

ہلی کی لڑائی بڑی ہی سخت تھی ، یہاں سرحد بالکل قریب ہے بھارتی ایجنٹ اس مقام سے بے روک ٹوک پاکستان میں داخل ہو رہے تھے ۔ بھارت کے ساتھ گہرے رابطے کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہاں کے اسٹیشن ماسٹر کا دفتر تو پاکستان میں تھا اور گھر بھارت میں ۔ پاک فوج نے دو طرف سے حملہ کیا اس آپریشن میں انھیں بڑی احتیاط سے کام لینا پڑا ۔ اگر ایک بھی گولی یا گولہ بھارتی علاقے میں گر جاتا تو بین الاقوامی جھگڑا شروع ہو سکتا تھا ۔ ادھر شر پسند اور باغی بھارتی علاقے سے متواتر فائر کر رہے تھے ۔ آخر کار باغی مارے گئے اور جو بچ گئے بھاگ نکلے ۔ پاک فوج کو بھی خاصی قربانی دینا پڑی ۔ ایک کیپٹن اور دو جوان شہید ہوئے اور ۸ جوان زخمی ۔

ہلی پر قبضہ کرنے کے بعد پاک فوج کے جوانوں نے شمالی بنگال کے کئی مقامات پر باغیوں کا قلع قمع کیا ۔ توپ خانے کے ۱۹۶ رونڈ ، مارٹر کے ۴۲۰ اور ۶ پاؤنڈر کے ۱۶۳ رونڈ ہاتھ لگے ، چھوٹے ہتھیاروں اور ایمونیشن کا تو کوئی انت شمار ہی نہ تھا ۔

مشرقی پاکستان میں فوجی ایکشن کے دوران پاک فوج کے دستوں نے بڑے شاندار کارہائے نمایاں انجام دیے ان دستوں کا طریق کار بالکل مختلف تھا ۔ بعض مقامات پر اکیلے آدمی نے کام کیا ۔ کسی جگہ دو تین نے مل کر اور کہیں ۸ یا ۱۰ نے ۔

ٹھنگاؤں میں باغیوں اور شر پسندوں کو کچلنے کے لئے پاک فوج کے

دستوں نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ان کا تذکرہ فوجی رسالہ ہلال میں نہایت وضاحت سے کیا گیا ہے، یہ فوجی رسالہ لکھتا ہے کہ

پاک فوج کے دستے چٹاگانگ شہر میں پھیل گئے۔ ایک ایک گھر، ایک ایک کارخانہ اور ایک ایک اسکول و کالج شرپسندوں کا گڑھ تھا۔ ان مقامات پر براہ راست حملہ نہیں کیا گیا تاکہ اپنا ہی اثاثہ برباد نہ ہو۔ پاک فوج کے جوان شرپسندوں میں گھس جاتے۔ اس طرح انھوں نے ایک ایک گھر میں جنگ کی اور ایک ایک کر کے باغیوں کا صفایا کیا۔

شہر کے بعد گرد و نواح کی باری آئی، پھر پہاڑی علاقوں کے باغیوں کا قلع قمع کیا گیا۔ تکنیک یہ تھی کہ یہ خاص دستہ شرپسندوں کے پیچھے میلوں چلا جاتا تھا اور جب فوج ان کی طرف بڑھتی تو یہ پیچھے سے ان پر ٹوٹ پڑتا۔ اس طرح تخریب کار چکی کے دو پاٹوں میں آکر پس جاتے لیکن اس طرح صفایا کرنے میں بڑے خطرے بھی تھے۔ انھیں پیش قدمی کرنے والی فوج کے ساتھ بڑا سخت رابطہ قائم رکھنا پڑتا تھا۔

علاقہ بےحد دشوار گزار تھا جگہ جگہ دریا اور دلدلیں ہیں پھر پہاڑوں، جنگلوں اور جنگلی جانوروں سے واسطہ پڑتا ہے پاک فوج کے جوان زیادہ تر پھلوں پہ گزارہ کرتے اور کچھ راشن پیٹھ پہ لادے رہتے انھوں نے سرحدیں بند کرنے میں بڑی مہارت کا ثبوت دیا اور بہت سے سرحدی مقامات شرپسندوں سے چھین کر بھارت کی امداد روک دی۔

پاکسی (ہارڈنگ پل) کا معرکہ اس آپریشن کا ایک یادگار واقعہ ہے۔ اس دستے نے نگر باڑی، گولنڈو گھاٹ اور فرید پور میں باغیوں کو ٹھکانے لگایا اور پاکسی پل کی حفاظت کی۔ پاکسی پل جو پہلے ہارڈنگ پل کہلاتا تھا دنیا کا مشہور ترین ریلوے پل ہے جو دریائے گنگا پر بنا ہوا ہے اور راج شاہی ڈویژن کو کھلنا ڈویژن سے ملاتا ہے۔ سرحد سے صرف ۱۸/۲۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ شر پسندوں نے بھارتی مداخلت کاروں کی مدد سے اس پر قبضہ کر کے اسے زبردست دفاعی مورچے میں تبدیل کر دیا تھا۔ فوجی اعتبار سے یہ بڑا اہم مقام تھا اس پر قابض رہ کر شر پسند مشرقی پاکستان کے شمالی اور مغربی حصے کے کسی علاقے پر بھی حملہ کر سکتے تھے۔ مزید براں وہ راجشاہی ڈویژن میں متعین پاکستانی فوجوں کو کھلنا ڈویژن کی فوجوں سے منقطع کر سکتے تھے۔ پاک فوج جب اچانک باغیوں کے سر پر پہنچ گئی اور انھیں اپنے ارادے ناکام ہوتے نظر آئے تو اندیشہ پیدا ہو گیا کہ کہیں وہ پل کو اڑا ہی نہ دیں۔ ہائی کمان نے اس جانباز دستے کو حکم دیا، کہ پل کے دونوں حصوں پر صبح کو پانچ بجے تک قبضہ کر لو۔ لیکن جس وقت یہ حکم پہنچا پانچ بج چکے تھے۔ حکم ملتے ہی دستے کا کمانڈر اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ جہاں تک بڑھ سکتے ہو بڑھتے چلے جاؤ۔ ان کے پیچھے پیچھے مارٹروں والا دستہ روانہ ہوا۔ سب سے پیچھے ٹینک توڑ (Anti Bammar) دستہ تھا۔ توپ خانے کو دشمن پر گولہ باری کرنے اور اپنی بڑھتی ہوئی فوج کو کور (Cover) دینے کا حکم ہوا۔ پاکسی پل ۲ ہزار ۴ سو گز لمبا ہے۔ دشمن کے خود کار ہتھیار ایک ہزار گز سے زیادہ فاصلے پر مار نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے طے یہ پایا کہ پہلے ۱۴ سو گز

پر قبضہ کر لیا جائے اگلے پانچ سو گز توپ خانے کے سائے میں بڑھا جائے منصوبے کے مطابق پیش قدمی شروع ہو گئی۔

پاک فوج کے دو جوان زخمی ہو چکے تھے لیکن انھوں نے پیچھے جانے سے انکار کر دیا۔ آخری ۵ سو گز پر جان کی بازی لگا کر ہی قبضہ کیا جا سکتا تھا۔ دستے کے کمانڈر نے بلند آواز سے کہا :

"جان پر کھیلنے کے لئے کون جوان تیار ہے۔"

پھر خود دوڑ کر آگے پہنچ گیا۔ تین اور افسر پہلے ہی آگے نکل چکے تھے ان کے خود کار ہتھیار دائیں بائیں سے فائر کر رہے تھے۔ اس جانباز دستے کے کمانڈر اور جوان جوشِ جہاد میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ ساڑھے نو بجے پل ان کے قدموں تلے تھا۔ پاکستانی فوج کے صرف دو جوان زخمی ہوئے۔ باغیوں کے ۱۸ آدمی مردہ پائے گئے باقی ہتھیار اور ایمونیشن چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بےشمار سامان جنگ ہاتھ آیا۔ ایک بھاری مشین گن، دو چھوٹی مشین گنیں، تین راکٹ لانچر، دس رائفلیں، ایک سٹین گن، ایل ایم جی کے تین فالتو بیرل اور ۴۲ میگزین، مشین گن کے ۱۲ میگزین ایمونیشن کے ۱۹ بکس، مارٹر کے ۳۰ اور راکٹ لانچر کے ۸ بم اور ۲ جیپیں ملیں۔

ہارڈنگ پل پر قبضہ کرنے کے بعد اس جانباز دستے نے میر پور سے شر لسند پور کا صفایا کیا پھر اسے گولندو گھاٹ، راجباڑی اور فریدپور کے علاقے میں بھیج دیا گیا۔ یہ مشرقی پاکستان کے وسطی علاقے ہیں، یہاں کام بڑی تیزی سے کرنا تھا۔ چنانچہ اس دستے کو کچھ بکتر بند گاڑیاں، توپیں اور نیوی کے گن بوٹ بھی دیئے گئے۔

آپریشن کا آغاز ادیجا سے ہوا۔ دستہ پانچ کالموں میں بٹ گیا اور گولندو گھاٹ کی طرف بڑھا، آگے ایک موڑ آتا ہے، جونہی پاک فوج کے جوان اس پر پہنچے، شرپسندوں نے مارٹر کا فائر کھول دیا، لیکن وہ پاک فوج کے منصوبے کے جال میں آ چکے تھے، کچھ جوان چھاتی چھاتی تک گہرے پانی سے گزرتے ہوئے باغیوں کے عقب میں پہنچ گئے تھے ادھر انہوں نے پاک فوج کے جوانوں پر حملہ کیا۔ ادھر سے انہوں نے ان پر ہلہ بول دیا۔ شرپسند بوکھلا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

گولندو گھاٹ پر قبضہ ہو گیا۔ شام کو فرید پور پر پاکستانی پرچم لہرایا۔ اگلے روز قمرکھالی اور بنگا پر قبضہ کیا۔ مداری پور اور اس کے گرد و نواح کے علاقے سے باغیوں کا قلع قمع کیا۔ پاک فوج کے جوان باریسال سے ادھر ۱۲ میل کے فاصلے پر پہنچ گئے۔ تقریباً ایک سو میل کا یہ علاقہ پانچ دن میں غداروں اور بھارتی ایجنٹوں سے پاک کیا گیا۔ ان سب مہموں میں شرپسندوں کے ۳۵ آدمی مارے گئے اور ۳ پکڑے گئے۔ ۲ بڑے مارٹر، ۳۵ رائفلیں، بیشمار ایمونیشن اور ۶ لاکھ روپے کا سونا چاندی زیورات کی شکل میں پاک فوج کے جوانوں کے ہاتھ لگا۔ یہ سونا چاندی باغیوں کے مورچوں سے ملا تھا۔ اسے فرید پور کے بنک میں جمع کرا دیا گیا۔

میناپرل سرحدی چوکی ہے، یہاں ایک دستہ خاصی مدت سے مشرقی پاکستان میں متعین تھا۔ مارچ میں یہ دستہ کھلنا میں مقیم تھا۔ کمانڈر نے بڑی سختی سے حکم دے رکھا تھا کہ جب تک کھلے عام بغاوت نہ ہو، خواہ مخواہ کسی سے پوچھ گچھ

مت کرو۔ چند دن خیریت سے گزرے۔ پھر یہاں بھی شرپسندی اور بغاوت کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ کھلنا شہر اور اس کے کارخانے بڑے وسیع علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ شرپسندوں نے پولیس کے سہارے شرارتیں شروع کر دیں کھلنا میں مقیم ایسٹ پاکستان رائفلز کے جوانوں کی ہمدردیاں بھی ان کے ساتھ تھیں فوجی کمانڈر نے پولیس والوں سے ہتھیار لے لئے۔ اس سے پہلے وہ ای پی آر سے بھی کسی بہانے بھاری تعداد میں ہتھیار عاریتہً لے چکا تھا۔

شرپسندوں کی سرگرمیاں بڑھ گئیں تو پاک فوج کے جوانوں کو شہر میں پھیل کر کاروائی کرنا پڑی۔ لیکن ہر گھر اور کارخانے کی حفاظت بہت بڑی فوج کے بغیر ناممکن تھی۔ تھوڑی بہت فوج جو موجود تھی اسے چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بانٹا نہیں جا سکتا تھا، اندیشہ تھا کہ شرپسند جمع ہو کر ان کا الگ الگ صفایا کر دیں گے لہٰذا فیصلہ کیا گیا کہ چند اہم مقامات کی حفاظت کی جائے گی۔ باقی جگہوں پر محض گشتی کاروائی پر اکتفا کیا جائے گا۔

ریڈیو اسٹیشن اور اس کے ٹرانسمیٹر کی حفاظت کو اولین اہمیت دی گئی۔ اگرچہ وہ جگہ ہیڈ کوارٹر سے خاصی دور تھی۔ چونکہ ایک ایک گھر کا تحفظ ناممکن تھا اس لئے بعض مقامات پر شرپسندوں نے نہتے شہریوں کو تہ تیغ کیا۔ ان کے ساتھ پولیس اور ای آر پی کے آدمی بھی تھے جو ہتھیار لے کر بھاگ گئے تھے۔ بھارتی ایجنٹ بھی خاصی بڑی تعداد میں ان کا ساتھ دے رہے تھے۔

یہاں ایک اور گہری سازش بھی کارفرما تھی، باغیوں نے بھارت کی مدد سے ایک بہت بڑا خفیہ وائرلیس اسٹیشن لگا رکھا تھا۔ جس کا مزید ۲۴ وائرلیس اسٹیشنوں

کے ساتھ رابطہ قائم تھا۔ منصوبہ یہ تھا کہ ابتدائی کامیابی کے بعد شرپسندوں کو ملک بھر میں اسی اسٹیشن کے ذریعے ہدایات دی جائیں گی۔ اگرچہ بھارتی ریڈیو اور غیر ملکی اخبار نویس چواڈنگہ، میہرپور اور وستہ وغیرہ کو نام نہاد بنگلہ دیش کا ہیڈکوارٹر ظاہر کر رہے تھے۔ لیکن وائرلیس اسٹیشن یہاں کھلنا میں کام کر رہا تھا پاک فوج کے جوانوں نے اس خفیہ اسٹیشن کو پکڑا۔

جنیدہ پاک فوج کے ان جوانوں کا ہیڈکوارٹر تھا جنھوں نے grand salam مہم انجام دی۔ یہ لوگ مارچ ۱۹۷۱ سے پہلے ڈھاکہ میں مقیم تھے۔ انہی کے مختلف دستوں نے ڈھاکہ میں امن و امان قائم رکھا۔ یہی جوان مشرقی پاکستان کے ۴ میں سے ۳ ڈویژنوں یعنی ڈھاکہ، راج شاہی اور کھلنا پر عقابی شان سے جھپٹے اور بڑی تیزی سے باغیوں اور بھارتی ایجنٹوں کا صفایا کر دیا۔ اس قسم کی کاروائی تیزی کے ساتھ صرف ایک طریقے سے انجام دی جا سکتی تھی۔ اور وہ یہ کہ آگے بڑھتے جاؤ۔ جو آدمی جو چیز سامنے آئے اسے مارتے اور نذر آتش کرتے چلے جاؤ، اور دشمنوں پر ایسا خوف بٹھا دو کہ وہ تمہارے پہنچنے سے پہلے ہی رفوچکر ہو جائیں۔ مگر آپ یہ بھی نہ سمجھ لیں کہ یہ جوان سب کچھ اندھا دھند برباد کرتے چلے گئے ہوں گے۔ نہیں ایسا نہیں ہوا۔ پاک فوج کے جوان کسی غیر ملک میں نہیں تھے ان کا اپنا ملک تھا اس لئے فائر کے غیر ضروری استعمال کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ تاہم انھیں تیزی سے حرکت کرنا تھا اس لئے وہ فائر کی مدد کے بغیر آگے بڑھتے رہے اس طرح انھیں قربانی بھی دینا پڑی۔ جب بھی شرپسندوں سے مقابلہ ہوا ان پر تیزی سے گولیاں برسائیں اور دائیں بائیں سے

آگے بڑھ کر اپنا مقصد حاصل کر لیا۔ البتہ ایک چال ضرور چلی، جہاں کہیں گھاس پھوس کو آگ لگا دی یا کہیں فائر کرتے وقت آگ لگی تو اس پر مزید گھاس ڈال دی۔ شرپسندوں نے دھوئیں کے مرغولے اٹھتے دیکھے تو ان کے حوصلے پست ہو گئے اور بھاگ کھڑے ہوتے۔ ہر طرف شور مچ گیا۔ فوج آگئی۔ یہ چال بے حد کامیاب رہی۔ تاہم غیر ملکی اخبار نویسوں اور بھارتی بھگوڑوں نے اس کارروائی کو گمراہ کن انداز میں پیش کیا۔ انھوں نے مشہور کر دیا کہ پاکستانی فوج سب کچھ برباد کرتی چلی جاتی ہے۔

باریسال پر جس دستے نے قبضہ کیا وہ ۲۴، ۲۵ اپریل کی درمیانی شب ایک بجے ڈھاکا سے دریائی راستے سے روانہ ہوا۔ اسے بحری فوج کی مدد بھی حاصل تھی۔ دن کے نو بجے یہ دستہ باریسال کے مغرب میں اتر گیا اور شام تک شہر کا مغربی علاقہ باغیوں سے صاف کر دیا۔ اسی روز ۲½ بجے بعد دوپہر خاص دستے طیاروں کے ذریعے ایک اور مقام پر اتر گئے۔ پانچ بجے شام خاص دستوں کی ایک اور ٹکڑی ہوائی راستے سے پہنچ گئی۔ کچھ اور حصے دوسرے دن سے آملے۔ شرپسندوں نے پچھلے ایک ماہ سے اس علاقے میں قتل و غارتگری کا بازار گرم کر رکھا تھا ان دستوں کے اچانک پہنچنے پر بوکھلا گئے اور صبح ۱۰½ بجے تک پورے شہر پر پاک فوج کا قبضہ ہو گیا۔

شرپسند اور بھارتی ایجنٹ باریسال کے بارے میں بہت پر امید تھے شہر پر پاکستانی فوج کا قبضہ ہونے کے بعد ان کا خیال تھا کہ عنقریب مون سون کی بارشیں شروع ہو جائیں گی۔ فوج شہروں اور سڑکوں پر دبکی بیٹھی رہے گی اور وہ دیہات میں من مانی کرتے رہیں گے لیکن ان کی یہ امید خاک میں مل گئی، پاک

## ایک جنگ، ایک المیہ

فوج کے جوانوں نے ضلع بھر میں ان کا اس طرح قلع قمع کیا کہ انھیں زیادہ سر اٹھانے کی جرات نہ ہوئی۔ اس مہم میں وہ سارا نقد روپیہ، سونا چاندی اور غلہ شرپسندوں سے چھین لیا گیا جو انھوں نے لوٹا تھا اس کے علاوہ بیشمار اسلحہ ہاتھ لگا جس میں سٹین گن کے ۲۰۲۶۵۶ رونڈ بھی شامل تھے۔ باریسال سے فریدپور اور جھنیدہ ہوتے ہوئے یہ دستے چواڈنگہ پہنچے، وہاں سے درشنا جاکر بھارتی سرحد کو دیکھا قیام پاکستان سے پہلے یہاں سے کلکتے تک ریل گاڑی چلا کرتی تھی۔ ۲۵ مارچ کے بعد یہ ریل گاڑی پھر چلنے لگی تھی۔ باغی اور بھارتی ایجنٹ غلہ بھر بھر کر ریل کی بوگیاں بھارت پہنچانے لگے۔

اب پاک فوج کے جوان سینہ تان کر بھارتیوں کے سامنے کھڑے اپنے وطن کی سرحدوں کی حفاظت کر رہے تھے۔ بھارت کے مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان سے الگ کرنے کے منصوبے خاک میں مل گئے تھے جن سے بوکھلا کر اس نے اپنی پوری عسکری قوت کو بروئے کار لاتے ہوئے مشرقی اور مغربی پاکستان پر دھاوا بول دیا ـــ جنگ ـــ ایک اور ہولناک اور خوں ریز جنگ جو بھارت نے جبراً پاکستان کے سر تھوپتے ہوئے برصغیر کو ایک بار پھر بھڑکتے ہوئے شعلوں میں جھونک دیا۔

# نقشہ محاذ جنگ مشرقی پاکستان

## پاکستان

کل چار ڈویژن
کل نفری ساٹھ ہزار
۱۲ بریگیڈ
۳۶ بٹالین
محاذ کی لمبائی:
فی بٹالین ۵۵ میل

## ہندوستان

بارہ ڈویژن نفری ایک لاکھ اسی ہزار
مکتی باہنی ایک لاکھ
۳۶ بریگیڈ ۱۰۸ بٹالین
۱۰۰ بٹالین مکتی باہنی بحساب ۱۰۰۰ آدمی فی بٹالین
۲۰۸ بٹالین ۵ء۱۸ میل فی بٹالین
۱۲ میل فی بٹالین بسندری محاذ چھوڑ کر
۹ میل فی بٹالین
مکتی شامل کرنیکے بعد

## شمالی محاذ

تین ڈویژن
نو بریگیڈ
۲۷ بٹالین
۳۰ بٹالین مکتی




## جنوب مغربی محاذ

۴ ڈویژن
۱۲ بریگیڈ
۳۶ بٹالین
۳۰ بٹالین مکتی

## ہندوستانی ریزرو

۲ ڈویژن
۶ بریگیڈ
۱۸ بٹالین
۲۰ ہزار مکتی

## مشرقی محاذ

۳ ڈویژن
۹ بریگیڈ
۲۷ بٹالین
۱۰ بٹالین مکتی

ہندوستانی بحریہ

خلیج بنگال

E پاکستانی ڈویژن ● ہندوستانی ڈویژن
○ پاکستانی بریگیڈ ⊙ ہندوستانی بریگیڈ
△ پاکستانی بٹالین ▲ ہندوستانی بٹالین
× مکتی بٹالین

# جنگ

۳۱ر اگست ۱۹۷۱ء کو مشرقی پاکستان میں سول انتظامیہ قائم ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر ایم مالک گورنر مقرر کیے گئے۔ لیفٹننٹ جنرل ٹکا خاں کی جگہ لیفٹننٹ جنرل اے اے کے نیازی مشرقی پاکستان کے مارشل لا ایڈمنسٹریٹر بنا دیے گئے۔

۴ر ستمبر: مشرقی پاکستان کے مجرموں کو عام معافی دے دی گئی۔

۵ر ستمبر: صدر یحییٰ نے کہا کہ فوج پوری طرح تیار ہے۔ پاکستان کو دنیا کی کوئی طاقت ختم نہیں کر سکتی۔

۸ر ستمبر: جنرل اے اے کے نیازی

نے کہا کہ جنگ بھارت کی سرزمین میں لڑی جائے گی۔

۲۷ ستمبر کو بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی روس کے تین روزہ سرکاری دورے پر ماسکو پہنچیں۔

۷ اکتوبر: بھارتی وزیر خارجہ سردار سورن سنگھ نے کہا کہ مشرقی پاکستان کے بحران کے سلسلہ میں بھارت کے صبر کی ایک حد ہے انہوں نے دھمکی دی کہ بنگلہ دیش کے مسئلے کا کوئی جلد سیاسی فیصلہ نہ کیا گیا تو خطرناک صورت حال پیدا ہو سکتی ہے۔

۲۲ اکتوبر: بھارتی حکومت نے اپنی چھ لاکھ ریزرو فوج طلب کر لی۔

۲۷ اکتوبر کو روسی وزیر خارجہ کی زیر قیادت نئی دہلی آنیوالے وفد نے پانچ روزہ مذاکرات کے بعد بھارت کو بھرپور امداد دینے کا اعلان کیا۔

۴ نومبر: صدر یحییٰ نے جنرل عبدالحمید خان اور جنرل بہادر شیر کے ہمراہ ایک فوجی ہیلی کاپٹر میں لاہور سیکٹر کے اگلے مورچوں کا معائنہ کیا۔

۵ نومبر: روس نے پاکستان کو یقین دلایا کہ وہ برصغیر میں امن کا خواہاں ہے اور وہ پاکستان کے اتحاد اور سالمیت کی حمایت کرتا رہے گا۔

۷ نومبر: روس کی فضائیہ نے اچانک بھارت کو بڑی تعداد میں اسلحہ فراہم کرنا شروع کر دیا۔ بھارتی فوجوں نے ٹینکوں کی مدد سے سلہٹ پر حملہ کیا جسے پاک فوج نے پسپا کر دیا۔

واشنگٹن میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مسز اندرا گاندھی نے پاکستان کی سرحدوں سے بھارتی فوجوں کو پیچھے ہٹانے کی تجویز پھر مسترد کر دی۔

۷ر نومبر: پاکستانی وفد کے سربراہ جناب ذوالفقار علی بھٹو نے چینی لیڈروں سے مذاکرات کے بعد کہا کہ پاکستان پر حملہ ہوا تو چین بھر پور امداد دے گا ادھر بھارت کے دورے پر آئے ہوئے روسی وفد کے لیڈر نے پاکستان کو دھمکی دی کہ وہ ایسی پالیسی پر اپنانے سے باز آجائے جس کے نتیجے میں جنگ چھڑ سکتی ہے۔

۱۰ر نومبر: پانچ ہزار ٹن سے زیادہ روسی فوجی سامان بھارت پہنچنے کا اعلان ہوا۔ بھارت نے چھاپہ ماروں اور تخریب کاروں کو تیزی سے مسلح کرنا شروع کر دیا۔

۱۶ر نومبر: بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے کہا کہ جنگ ناگزیر ہے اور بنگلہ دیش کا مسئلہ ایک دو ماہ میں حل ہو جائے گا۔

۲۱ر نومبر ۱۹۷۱ء: بھارت نے مشرقی پاکستان پر کسی اعلان جنگ کے بغیر زبردست حملہ کر دیا تو پاکستان کی بہادر اور جانباز فوج نے جیسور کے شمال جنوب میں اسے پسپا کر دیا اور گھمسان کی لڑائی میں بھارتی فوج کے سات ٹینک تباہ ہونے بھارتی فوج نے ۹۰ لاشیں ۱۶۰ زخمی اور بھاری مقدار میں اسلحہ اور گولہ بارود چھوڑ کر پاکستانی علاقے کو خالی کر دیا۔ یہ حملہ بھارت کی ۲ بریگیڈ پیدل فوج اور ایک ٹینک رجمنٹ نے شدید گولہ باری کے بعد کیا تھا اس سے پہلے بھارت نے کبھی اتنا بڑا حملہ نہ کیا تھا۔

اسی روز بھارت نے کومیلا، سلہٹ، چٹاگانگ، میمن سنگھ اور رنگپور پر بھی حملے گئے لیکن یہ حملے بھی ناکام بنا دیئے گئے اور ۲۲ر نومبر کو بھارت نے مشرقی پاکستان پر تین اطراف سے جارحانہ حملہ کر دیا جس میں اس کی تیرہ

ڈویژن سے زیادہ فوج، بکتر بند دستے اور ٹینکوں کی کئی رجمنٹیں شامل تھیں۔
بھارتی فضائیہ کے مگ اور ناٹ طیارے مشرقی پاکستان کے شہروں پر بمباری کرتے رہے۔ پاک فوج کے جیالوں نے بڑی بہادری سے تینوں محاذوں پر یعنی جیسور، سلہٹ اور چاٹگام پر دشمن کی پیش قدمی روک دی اور دشمن کے سینکڑوں سپاہی ہلاک اور زخمی کر دیئے۔ پاک فوج کے ۱۸ سپاہی شہید اور ۵۶ زخمی ہوئے۔

چین نے جنرل اسمبلی میں برصغیر کی کشیدگی کا ذمہ دار بھارت کو ٹھہرایا۔ جس سے بھارت کے سرکاری حلقوں میں زبردست خوف و ہراس پھیل گیا۔

۲۳ نومبر: صدر مملکت جنرل آغا محمد یحییٰ خاں نے پاکستان میں ہنگامی حالات کا اعلان کیا۔ بھارت نے مشرقی پاکستان میں دو نئے محاذ کھول دیئے۔ حملہ آور فوج نے علی الصبح زبردست گولہ باری کے بعد رنگپور اور کومیلا کے علاقے پر شدید حملہ کر دیا۔ حملے میں پیدل فوج کے علاوہ پہاڑی بریگیڈ اور ٹینک استعمال کئے۔ پاکستان کے بہادر فوجیوں نے دونوں سیکٹروں میں دشمن کے خلاف جوابی کارروائی کی اور کومیلا سیکٹر میں بھارتی فوج کی ایک بٹالین کا صفایا کر دیا۔ جیسور کے محاذ پر دو بھارتی طیارے مار گرائے گئے۔ دشمن ۱۹۷ لاشیں اور بھاری تعداد میں گولہ بارود چھوڑ کر پسپا ہو گیا۔ چاٹگام، سلہٹ اور جیسور سیکٹروں میں بھی زبردست جنگ جاری رہی۔ پاکستان میں چین کے سفیر مسٹر چانگ ٹون نے کہا کہ پاکستان حق پر ہے اور چین بھارتی جارحیت کو کچلنے میں پاکستان کا ساتھ دے گا۔

فضائی جنگ میں دو پاکستانی طیارے لاپتہ ہو گئے۔ کشمیری مجاہدین نے جنگ بندی لائن پر بھارت کی فوجی چوکی کو روند ڈالا۔ پاکستان نے بھارتی حملہ پر غور و خوض کرنے کے لئے سلامتی کونسل کا اجلاس طلب کر لیا۔

۲۴ نومبر: بھارت نے مشرقی پاکستان کے خلاف تمام محاذوں پر عبرت ناک شکست کھانے کے بعد ضلع دیناج پور کے علاقہ ہلی میں ایک نیا محاذ کھول دیا۔ اور پاکستانی علاقے پر قبضہ کرنے کے لئے فضائیہ اور ٹینکوں کی مدد سے دو زبردست حملے کئے۔ ہماری شیر دل افواج نے گھمسان کی جنگ کے بعد دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان پہنچا کر دونوں حملے پسپا کر دیئے۔ دوسرے تمام محاذوں پر بھی زبردست لڑائی ہوتی رہی۔

پاک فوج نے تمام محاذوں پر دشمن کی پیش قدمی روک دی۔ اس جنگ میں دشمن کے ۶۰۰ فوجی اور ۳ افسر مارے گئے۔ سلہٹ اور دیناج پور کے محاذ پر بھارت کے ۴ ٹینک تباہ ہوئے۔ دیناج پور کے محاذ پر بھارت نے پہلا حملہ صبح تین بجے میسرین پہاڑی ڈویژن کے ۱۶۵ ویں بریگیڈ اور ۶۹ ویں بکتر بند رجمنٹ کی مدد سے کیا۔ لیکن اسے پسپا ہونا پڑا۔

بھارتی فوج نے دوسرا حملہ دن کے ۱۲ بجے کیا۔ اس بار اسے فضائیہ کے جیٹ لڑاکا طیاروں اور دو سکواڈرن ٹینکوں کی امداد حاصل تھی۔ بھارتی فوج پاکستان کی دفاعی لائن توڑ کر اندر داخل ہونا چاہتی تھی۔ پاک فوج کے سپاہی حملہ آور پر ٹوٹ پڑے اور اس کے کئی ٹینک تباہ کر دیئے۔ ایک سو سے زیادہ بھارتی سپاہی کھیت رہے اور بے شمار زخمی ہوئے اس جنگ میں

پاک فوج کے ۷ جوان شہید اور ۱۱ زخمی ہوئے۔

اس روز پاک بری اور بحری فوج کے تمام، ریزرو اور ریٹائرڈ فوجیوں کو فوراً ڈیوٹی پر طلب کر لیا گیا۔ تمام چھٹیاں منسوخ کر دی گئیں۔ ملک میں ڈیفنس آف پاکستان رولز نافذ کر دیئے گئے اور پنجاب کے تمام شہروں میں براؤن آؤٹ (Brown Out) کر دیا گیا۔ جس کے ساتھ ہی ملک سے امریکی، برطانوی اور جرمن باشندوں کا انخلا شروع ہو گیا۔

۲۵ نومبر کی صبح کو پاکستان کی افواج نے جوابی حملہ کر کے دیناج پور کے محاذ پر دشمن کو پسپا کر دیا۔ ۱۳۰ بھارتی مارے گئے۔ اور بے شمار زخمی ہوئے۔ پاک فوج کا حملہ اس قدر شدید تھا کہ دشمن پسپا ہوتے ہوئے اپنی لاشیں بھی نہ اٹھا سکا۔ اسی دوران بھارتی فوج نے دیناج پور میں ہلی کے مقام پر نیا محاذ کھول دیا اور پاکستان کی دفاعی لائن میں گھسنے کی کوشش کی۔

صدر یحییٰ نے ٹیکسلا میں بھاری مشینری کے کارخانہ کی افتتاحی تقریب میں اعلان کیا کہ اگرچہ ہم جنگ نہیں چاہتے لیکن بھارتی جارحیت سے نمٹنے کے لئے ہم پوری قوت سے مقابلہ کریں گے۔

اُدھر مسز اندرا گاندھی نے پارلیمنٹ میں بھارتی افواج کو پاکستان پر حملے کا حکم دے دیا۔ بھارت کے وزیر جنگ جگ جیون رام نے کہا کہ اگر بنگلہ دیش کا مسئلہ ہماری مرضی کے مطابق طے نہ ہوا تو ہم اپنی مرضی کے مزید محاذ کھولیں گے اور جنگ مغربی پاکستان کی سرحدوں تک پھیل جائے گی۔

۲۶ نومبر: بھارت نے پھر دیناج پور میں ہلی کے مقام پر حملہ کیا۔ بھارتی

فوج کے ۱۳۰ سپاہی ہلاک کر دیئے گئے۔ اسے پیچھے دھکیل دیا گیا۔ اس کے علاوہ جیسور، کومیلا اور نواکھالی میں بھارت کے پانچ بڑے حملے پسپا کر دیئے گئے۔

۲۷ نومبر: ہلی کے مقام پر بھارتی فوج کے ایک بریگیڈ نے ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں کی مدد سے زبردست حملہ کیا، جسے پاک فوج نے ناکام بنا دیا۔ ۱۵۰ بھارتی سپاہی کھیت رہے۔ پاک بحریہ حرکت میں آ گئی اور اس نے مشرقی پاکستان کی بحری ناکہ بندی کی بھارتی کوشش ناکام بنا دی۔

اقوام متحدہ میں چین کے وفد کے قائد مسٹر چوکران ہوا نے کہا کہ بھارت روس کی شہ پا کر پاکستان کے خلاف کھلی جارحیت کا ارتکاب کر رہا ہے۔ اور اس کی جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لئے چین اپنے دوست ملک پاکستان کی بھرپور امداد کریگا۔

مشرقی پاکستان کے کمانڈر اور زون بی کے مارشل لا ایڈمنسٹریٹر لیفٹنٹ اے اے کے نیازی نے جیسور کے علاقے میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا۔

"پاکستان کے محب وطن عوام شیر دل افواج کی مدد سے اسلام دشمن طاقتوں کو کبھی کامیاب نہ ہونے دیں گے۔ دشمن کو دنداں شکن جواب دیا جائے گا اور پاکستان کو غلام بنانے کا بھارتی خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہو گا۔"

۲۸ نومبر کو سلہٹ، جیسور اور دیناج پور کے محاذوں پر زبردست جنگ

جاری رہی۔ بھارت کے دو پہاڑی بریگیڈوں نے دیناج پور میں پچاگڑھ کے علاقے پر شمال اور مغرب سے زبردست حملہ کیا۔ شمال سے آگے بڑھنے والی بھارتی فوج کی امداد بکتر بند رجمنٹ اور جدید ترین روسی ٹینک کر رہے تھے۔ مغرب کی طرف سے بھارتی ٹینکوں کے ایک سکوارڈن نے حملہ آوروں کی مدد کی۔ پاک فوج نے جوابی کارروائی کی تو بھارتی فضائیہ کی بھی امداد طلب کر لی گئی۔ بھارتی طیاروں نے فضا سے آگ برسائی جسے پاک فوج نے پوری طرح ناکام بنا دیا۔

ایران نے بھارت کو انتباہ کیا کہ اگر اس نے پاکستانی علاقے سے اپنی فوجیں واپس نہ بلائیں اور جارحانہ کارروائی ختم نہ کی تو ایران بھارت کو پٹرول کی فراہمی بند کر دیگا۔

۲۹ نومبر: بھارتی فوج نے جیسور شہر پر قبضہ کرنے کے لئے کئی بار حملے کئے جو پسپا کر دیئے گئے۔ مشرقی پاکستان کی پوری سرحد پر متعدد مقامات پر بھارتی فوجیں شدید گولہ باری کرتی رہیں۔ یہ علاقے بھارتی گولہ باری کی زد میں رہے:

ضلع سلہٹ، چھتال پور، ضلع مومن شاہی، کمال پور، بارا ماڑی، برہمن باڑیہ، ضلع کومیلا، سالوانڈی، ہری منگل، نرائن پور اور باراجالی۔ ضلع جیسور جمال پور اور محمد پور۔ ضلع کشتیا: جھینڈا، ورشانہ اور اوتھالی۔ ضلع دیناج پور ہلی اور رنگپور سیکٹر میں پاچا گڑھ۔

جوابی فائرنگ میں دشمن کے ۱۰۰ فوجی ہلاک ہوئے۔

ترکی کے وزیر خارجہ جناب عثمان اولچے نے کہا کہ موجودہ بحران میں پاکستان حق و انصاف پر ہے۔ ترکی پاکستان کی ہر ممکن اور بھرپور امداد کریگا
۳۰ نومبر: پاک فوج نے دیناج پور، رنگپور سیکٹر میں پاچا گڑھ اور جیسور سیکٹر میں حجال پور کی چوکیوں پر قبضہ کرنے کی بھارتی کوشش ناکام بنا دی اور بھارت کی ڈو بٹالینوں کا صفایا کر دیا۔ دیناج پور کے علاقے میں مرزا پور کے قریب دشمن نے ایک نیا محاذ کھول دیا۔ کومیلا چٹاگانگ سیکٹر میں پاک فوج نے زبردست جوابی حملہ کر کے بلونیا کے قریب بتھار نگر سے دشمن کو مار بھگایا اور اس کے سینکڑوں سپاہی ہلاک کئے۔

مغربی پاکستان میں بھارت نے رن کچھ میں زبردست فوج جمع کر دی۔ بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی نے مطالبہ کیا، بنگلہ دیش سے پاکستان کی تمام فوجیں نکل جائیں۔

یکم دسمبر: بھارت نے چار نئے محاذ کھول دیئے۔ یہ نئے محاذ کھلنا، کشتیا، دیناج پور اور سلہٹ میں کھولے گئے۔ لیکن پاک فوج نے دشمن کے نئے محاذوں پر حملوں کا زور توڑ دیا۔ پاک فوج کے جوانوں نے مومن شاہی میں کمال پور اور دیناج پور میں ہلی کے علاقے سے دشمن کو کاری ضربیں لگا کر سرحد پار دھکیل دیا۔ بھارتی فوج اپنے سپاہیوں کی لاشیں اور گولہ بارود اٹھانے کے لئے ان محاذوں پر شدید گولہ باری کرتی رہی۔ کمالپور کا علاقہ بھارتی سپاہیوں کی لاشوں سے اٹ گیا۔ ہلی کے مقام پر گھمسان کی جنگ ہوئی۔ پاک فوج نے دشمن کو زبردست نقصان پہنچایا اور اسے ریلوے لائن کے مغرب میں سرحد پار

دھکیل دیا۔ یہاں سے پسپا ہونے کے بعد دشمن نے ہلی کے شمال میں مرزاپور پر ایک اور حملہ کیا اور پاکستان کی دفاعی لائن میں گھسنے کی کوشش کی۔ دشمن کو اس کوشش میں بھی بھاری نقصان اٹھانا پڑا اور وہ ایک انچ بھی آگے نہ بڑھ سکا۔

۲ر دسمبر: بھارت نے مزید ۳ ڈویژن تازہ دم فوج مشرقی پاکستان میں جھونک دی اور ۷ محاذوں پر ٹینکوں، بکتر بند یونٹوں اور بمبار طیاروں کی مدد سے نیا حملہ شروع کر دیا۔ یہ ایک بہت بڑا حملہ تھا۔ سب سے شدید حملہ دیناجپور میں ٹھاکر گاؤں کے شمال میں پچاگڑھ اور ودیا کے علاقے پر دو طرف سے کیا گیا۔

۳ر دسمبر: آج بھارت نے مشرقی پاکستان پر جارحیت کے بعد ۴ محاذوں سے مغربی پاکستان پر بھی حملہ کر دیا۔ بھارتی طیاروں نے سیالکوٹ سیکٹر — چھمب۔ لاہور۔ جسٹر اور راجستھان سیکٹر میں رحیم یار خاں کے سرحدی علاقوں میں پاک فوج کے مورچوں پر زبردست بمباری کی۔ جواباً پاک فوج نے بھارت کے جارحانہ حملوں کو روکنے کے لئے فوری جوابی کارروائی کی۔ اور پاک فضائیہ کے طیاروں نے امرتسر، پٹھانکوٹ، کرونتی پور اور سری نگر کے ہوائی اڈوں پر موثر بمباری کی۔

بھارتی فوج نے مشرقی پاکستان میں کومیلا سیکٹر میں برہمن باڑیہ کے نزدیک اکھوڑہ کے مقام پر ۲ بریگیڈ فوج سے ایک اور تازہ حملہ کیا۔ لیکن پاکستانی فوج نے اسے پسپا کر دیا۔ پاک فضائیہ کے طیاروں نے شمشیر نگر اور اکھوڑہ

میں بھارتی ٹینکوں اور اسلحہ کے ذخیروں کو تباہ و برباد کر دیا۔ بھارتی فوج دیناج پور کے جنوب میں اہم دفاعی مقام پر آگے بڑھنے کی سر توڑ کوشش کرتی رہی لیکن اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

صدر یحییٰ خاں نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے عزیز ہموطنو! السلام علیکم!

"ہمارے دشمن نے ایک بار پھر ہمیں للکارا ہے بھارت کی مسلح افواج نے کئی محاذوں پر بھرپور حملہ کر دیا ہے پاکستان سے بھارت کی نفرت اور دشمنی دنیا بھر میں مشہور ہے اس کی ہمیشہ سے یہی کوشش رہی ہے کہ پاکستان کو کمزور کر کے اسے تباہ کر دے بھارت کی تازہ ترین اور سنگین جارحیت ہمارے خلاف اس کا سب سے بڑا اور آخری وار ہے۔ ہم نے بہت برداشت کیا مگر اب وہ گھڑی آ پہنچی ہے جبکہ ہم دشمن کا منہ توڑ جواب دیں۔ پاکستان کے بارہ کروڑ مجاہدو تمہیں اللہ کی تائید اور نصرت حاصل ہے تمہارے دل رسولِ کریم کی محبت سے سرشار ہیں دشمن نے ایک بار پھر ہمیں للکارا ہے اپنی بقا اور ناموس کے لئے ایک جان ہو کر اٹھو اور دشمن کے مقابلہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاؤ۔ تم حق اور انصاف پر ہو اپنے ایمانی جوش اور محکم یقین کے ساتھ باطل پر قہر خدا بنکر ٹوٹ پڑو۔ دشمن کو بتا دو کہ ہر ایک پاکستانی اپنے وطن کی حفاظت کیلئے

سربکف ہے۔ ہماری افواج کے جانباز جوانوں نے مثالی جانبازی اور شجاعت سے دشمن کی پیشقدمی روک دی ہے وہ دشمن کی کثیر تعداد سے نڈر ہو کر محاذ پر مقابلہ کر رہے ہیں وہ جانتے ہیں کہ جنگ میں فتح کا انحصار محض ساز و سامان اور تعداد کی کثرت پر نہیں بلکہ ایمانی قوت، اعلیٰ مقصد اور شجاعت پر ہے۔ ہماری افواج نجتہ عزم کر چکی ہیں۔ کہ وہ حملہ آور کو نہ صرف اپنی سرزمین سے مار بھگائیں گی بلکہ پیچھا کر کے دشمن کو اس کے علاقے میں تہس نہس کر دیں گی۔ انشاءاللہ ہمارے شیر دل جوان جو ۶۵ء میں بھارتی حملہ آوروں کے پرخچے اڑا چکے ہیں اس بار بھی انشاءاللہ دشمن پر پہلے سے بھی زیادہ کاری ضرب لگائیں گے۔

ہم ایک مکار اور سفاک دشمن سے برسرپیکار ہیں۔ ہم ہر قربانی اور ہر قیمت پر اپنے وطن کا دفاع کریں گے۔ ہمیں یقین ہے کہ اپنی آزادی اور اپنے وطن کی سالمیت کی اس جنگ میں ہمیں اپنے ان دوستو اور قوموں کی مدد حاصل ہو گی جو امن و انصاف کی حامی ہیں۔ وہ بلاشبہ بھارتی جارحیت کی پرزور مذمت اور ہمارے حق مدافعت کی حمایت کریں گے۔

میرے بری، ہوائی اور بحری افواج کے پیارے مجاہدو! آزمائش کی ایسی ہی گھڑیوں میں قومیں اپنے مقدر کا ستارا بن کر چمکتی ہیں اور اپنے ایمان کی قوت اور جوش کردار سے منزل کو پالیتی ہیں آپ میں سے

ہر ایک کو ملک کے دفاع کے لئے کام کرنا ہے قومی اتحاد برقرار رکھئے اور اللہ کا یہ وعدہ یاد رکھئے کہ اگر تم ثابت قدم رہے تو اللہ فتح مبین عطا کریگا۔ آگے بڑھو دشمن پر اللہ اکبر کی کاری ضرب لگاؤ۔ اللہ تمہارے ساتھ ہے۔" پاکستان پائندہ باد

پی آئی اے کی پروازیں معطل کر دی گئیں اور تمام تعلیمی ادارے بند کر دیئے گئے اور ۶۰ سال کی عمر تک کے تمام سابق فوجیوں کو طلب کر لیا گیا۔ ادھر بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے بھی اپنے ملک میں ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا۔

۴ دسمبر: پاکستانی فوجوں نے مغربی پاکستان کے ۱۷۰ سو میل لمبے محاذ پر بھارتی فوجوں کو متعدد مقامات پر پیچھے دھکیل کر دشمن کے وسیع علاقے پر قبضہ کر لیا۔ پاک فضائیہ نے بھارت کے ۴۸ طیارے تباہ کر دیئے۔ ۵ ہوا باز گرفتار کر لئے اور ۱۲ ہوائی اڈے ناکارہ بنا دیئے۔

روسی وزیراعظم کوسیگن نے ایک انٹرویو میں کہا کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ کے ذمہ دار ہم نہیں ہیں۔ امریکی وزیر خارجہ مسٹر ولیم راجرز نے کہا کہ پاکستان اور بھارت کی جنگ سے عالمی امن کو خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ امریکہ نے دونوں ملکوں کے درمیان جنگ بند کرانے کے لئے فوری طور پر سلامتی کونسل کا اجلاس طلب کر لیا۔

۵ دسمبر: پاک فضائیہ نے دو دن کے دوران بھارت کے ۷۴ طیارے تباہ کر دیئے۔ اور فضاؤں پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیا۔ پاکستانی فوجیں پونچھ میں داخل ہو گئیں۔ اور لاہور سیکٹر کے محاذ پر حسینی والا ہیڈ ورکس پر مکمل قبضہ کر لیا۔

مشرقی پاکستان میں دشمن کے حملے بدستور جاری رہے۔ کومیلا سیکٹر میں اکھوڑہ کے مقام پر بھارت کا حملہ ناکام بنا دیا گیا۔ جیسور اور چٹا گانگ میں صورت حال میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

۶ دسمبر: پاکستانی فوجیں مقبوضہ کشمیر کے علاقے میں ۱۵ میل دور تک قابض ہوگئیں۔ پاک فضائیہ نے ۹۵ بھارتی طیارے اور میزائیلوں کے دو اڈے تباہ کر دیئے۔ ۲۰۰ ٹن وزنی روسی میزائل بوٹ غرق کر دی۔

مشرقی پاکستان کے محاذوں پر جنگ جاری رہی۔ میجر جنرل فرمان علی نے بھارت کے اس دعوے کی تردید کی کہ اس نے لکشم، اکھوڑہ، فینی، ہلی اور جیسور پر قبضہ کر لیا ہے۔ انھوں نے کہا، بعض چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں کو چھوڑ کر پورے مشرقی پاکستان پر ہماری فوج کا مکمل کنٹرول ہے۔

روس نے سلامتی کونسل میں ۱۶ گھنٹے کے دوران دوسری بار ویٹو کر کے پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ بند کرانے کی سلامتی کونسل کی کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ برصغیر میں جنگ بند کرانے کا مسئلہ جنرل اسمبلی میں پیش کیے جانے کا اعلان کیا گیا۔

۷ دسمبر: پاکستانی فوجوں نے چھمب پر قبضہ کر لیا اور دریائے توی پار کر کے ضلع جموں کی سرحد میں داخل ہوگئیں۔ بھارتی فضائیہ کے ۱۰۴ طیارے تباہ کر دیئے گئے۔ اس طرح دشمن کی فضائیہ کا چھٹا حصہ تباہ ہو گیا۔

مشرقی پاکستان میں دشمن نے کچھ کامیابیاں حاصل کیں جن میں مومن شاہی اور جیسور کے علاقے شامل تھے۔ دشمن دیناج پور کے علاقہ ہلی

میں تازہ حملے کے لئے فوجیں جمع کرتا رہا۔ چینی قیادت نے بھارت کو خبردار کیا کہ وہ جارحیت کی سزا بھگتنے کے لئے تیار ہو جائے۔ بھارتی جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لئے پاکستان نے ترکی سے امداد طلب کر لی۔

۸ر دسمبر: مشرقی پاکستان کے تمام محاذوں پر گھمسان کی جنگ جاری رہی دشمن کا سب سے زیادہ دباؤ جیسور اور کومیلا میں لکشم کے مقام پر رہا۔ اس نے سلہٹ اور دیناج پور میں ہیلی کاپٹروں کے ذریعے فوجی دستے اتارے۔ جن کا پاک فوج نے صفایا کر دیا۔ لال منیر ہاٹ، دیناج پور اور ہلی کے محاذوں پر خونریز جنگ جاری رہی۔ دشمن نے متعدد بار ان علاقوں میں قدم جمانے کی کوشش کی مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا اور بھاری جانی نقصان اٹھانے کے بعد پسپا ہو گیا۔ اس نے ہلی کے شمال میں پھولباڑی کی جانب سے آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن پاک فوج نے جوابی کارروائی کر کے اس کی پیشقدمی کو روک دیا۔

واہگہ اور برکی سیکٹر میں بھارت کے متعدد دیہاتوں پر پاک فوج کا قبضہ ہو گیا۔ چھمب، حسینی والا اور راجستھان میں خونریز جنگ جاری ہے، بھارت کے ۵، ٹینک تباہ کر دیئے گئے۔ جنرل اسمبلی نے اکثریت سے پاک بھارت جنگ بند کرانے کی قرارداد منظور کر لی۔ صدر یحییٰ خاں نے چھ جرنیلوں کو ہلال جرات عطا کیا اور قومی دفاعی فنڈ قائم کر دیا۔

۹ر دسمبر: برکی سیکٹر میں دشمن کا ایک اہم ترین مورچہ توڑ دیا گیا۔ امرتسر کے مزید ۴ قصبوں پر پاکستان کا قبضہ ہو گیا۔ مقبوضہ کشمیر میں پاکستانی افواج ۱۵ میل

اندر داخل ہو گئیں۔ مشرقی پاکستان میں برہمن باڑیہ، کشتیا، جیسور، کومیلا اور سلہٹ کے محاذوں پر زبردست جنگ جاری رہی اور برہمن باڑیہ اور کشتیا کے علاقوں میں دشمن کی تین بٹالین فوج کا صفایا کر دیا گیا۔

چینی وزیر اعظم مسٹر چواین لائی نے کہا کہ بھارتی حملہ آوروں کو بہت جلد شکست دے دی جائے گی۔ فتح پاکستان کی ہو گی۔ انہوں نے کہا کہ بھارت نے پاکستان پر بھرپور حملے کے بعد بنگلہ دیش کو تسلیم کر کے مجرمانہ کاروائی کی ہے اور اس بھارتی سازش میں روس کا ہاتھ ہے انہوں نے بھارتی حکومت کو انتباہ کیا کہ بھارتی فوجیں پاکستانی علاقے سے غیر مشروط طور پر نکال لی جائیں۔ نامزد وزیر اعظم پاکستان اور وزیر خارجہ جناب بھٹو نے خبردار کیا کہ پاکستان اور بھارت کی لڑائی عالمی جنگ کی صورت اختیار کر سکتی ہے۔ وزیر اعظم جناب نورالامین نے اعلان کیا کہ دشمن کا خاتمہ کئے بغیر ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔

۱۰ دسمبر: کراچی میں بھارتی بحریہ کے ایک آبدوز شکن طیارے کو مار گرایا گیا۔ مغربی پاکستان کے محاذوں پر پاک فوج نے دشمن کے کئی حملوں کو پسپا کیا اور ساتھ ہی بعض سیکٹروں میں کامیابی کے ساتھ پیش قدمی جاری رکھی۔ ضلع امرتسر کے تین مزید گاؤں اکبر پور، شیر پور اور سہلول پر پاک فوج کا قبضہ ہو گیا۔ جبکہ سلیمانکی سیکٹر میں دشمن کے ۳۰۰ سپاہی موت کے گھاٹ اتار دیئے۔ آج مختلف محاذوں پر بھارت کے متعدد ٹینک بھی تباہ کر دیئے۔ اس وقت تک صرف مغربی پاکستان میں دشمن کے ۱۰۹ ٹینکوں کو ٹھکانے لگا دیا گیا تھا جن میں سے ۱۸ ٹینک درست حالت میں قبضہ میں لے لئے گئے۔

شمالی علاقہ میں جنگ بندی لائن کے پار اور اس کے ساتھ ساتھ کارگل کے علاقہ میں دشمن کی ایک بٹالین فوج نے توپ خانے کی مدد سے حملہ کیا جسے پسپا کر دیا گیا اور دشمن کے ۳۰۰ سپاہی کھیت رہے۔ جبکہ پاک فوج کے توپ خانے نے کارگل چھاؤنی کو آگ لگا کر تباہ کر دیا۔ ٹیٹوال سیکٹر میں پاک فوج کے مورچوں پر دشمن نے حملہ کیا جسے پسپا کر دیا گیا۔ وادی لیپا میں پاک فوج نے اپنی پوزیشنوں کو مضبوط بنایا۔

چھمب سیکٹر میں دریائے توی کے پار پاک فوج نے اپنے مورچوں کو مضبوط بنایا اور اپنی فتوحات کو وسیع کرنے کی کوشش کی۔ یہاں زمینی فائرنگ سے دشمن کا ایک طیارہ مار گرایا، شدید جنگ جاری رہی۔

سیالکوٹ کے علاقہ میں شکر گڑھ میں شدید لڑائی ہوتی رہی۔ دشمن نے شکر گڑھ پر دو مرتبہ زبردست حملے کیے، جنھیں پسپا کر دیا گیا اور اس کے ۱۹ ٹینک اور فوجی افسروں کی نقل و حرکت کی گاڑیاں تباہ کر دیں۔ اس علاقہ میں زمینی فائرنگ سے دشمن کے ۲ طیارے بھی گرائے گئے۔ واہگہ اٹاری سیکٹر میں چند سنگھ والا کے قریب زمینی فائرنگ سے پاک فوج نے دشمن کا ایک طیارہ تباہ کر دیا۔ دشمن کی فوجیں ایک جگہ اکھٹی ہونے کی کوشش کر رہی تھیں مگر پاک فوج کے توپ خانے نے موثر گولہ باری کر کے ان کی کوشش خاک میں ملا دی اور ان کا حملہ پسپا کر دیا۔ اس علاقہ میں دشمن کے دو ٹینک تباہ کر دیئے گئے۔

قصور کے علاقہ میں زمینی فائرنگ سے دشمن کا ایک جاسوس طیارہ مار گرایا گیا۔ سلیمانکی سیکٹر میں پاک فوجوں نے گورمکھ کے علاقہ میں دشمن کا ایک حملہ

میں دشمن کا ایک حملہ پسپا کر دیا اور ۱۰۰ بھارتی فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

راجستھان میں پاک فوج دشمن کی زبردست گولہ باری اور بھارتی فضائیہ کی شدید بمباری کے باوجود اپنے مورچوں میں ڈٹی رہی جیسلمیر کے علاقہ میں دشمن کے دباؤ کا پامردی سے مقابلہ کیا۔ ۷۰ سوار حر مجاہدین نے بھی پیش قدمی میں پاک فوج کی مدد کی۔ بارمیر (سندھ) سیکٹر میں دشمن پر شدید حملے جاری رہے دشمن نے ایک بٹالین اور بکتر بند دستے کی مدد سے ایک چوکی پر جس میں پاک فوج کے مٹھی بھر جوان تعینات تھے حملہ کر دیا۔ تو انھوں نے ٹینک شکن گولوں سے دشمن کے سات ٹینک ڈھیر کر دیئے بعد میں انھوں نے دشمن کے سپاہیوں کو جا لیا اور شدید دست بدست لڑائی میں متعدد بھارتیوں کو ہلاک کر دیا۔

مختلف سیکٹروں میں بھارت کے مزید پندرہ طیارے تباہ کیے ان طیاروں کو فضائی جھڑپوں اور زمین سے فائر کر کے تباہ کیا گیا۔ اس طرح بھارت کے تباہ ہونے والے طیاروں کی کل تعداد ۱۲۰ تک پہنچ گئی۔ پاک فضائیہ کے طیاروں نے پٹھانکوٹ، امرتسر، جیسلمیر اور اترلائی کے ہوائی اڈوں پر بمباری کر کے تنصیبات کو شدید نقصان پہنچایا۔ پٹھانکوٹ کے ہوائی اڈے پر جب ۲ ہنٹر طیاروں نے پرواز کرنے کی کوشش کی تو انھیں زمین پر ہی تباہ کر دیا گیا۔

پاک فضائیہ کے ۲ سیبر طیاروں نے جوڑیاں کے محاذ پر روسی ساخت کے ایس یو سیون (S.U. 7) طیاروں کو جا لیا اور فضائی جنگ میں ۲ طیاروں کو برباد کر دیا۔ ایک دوسری فضائی جنگ میں پاک فضائیہ کے ایک سیبر نے ایک ہنٹر کو

مار گرایا۔

ڈھاکہ پر فضائی جنگ کے دوران طیارہ شکن توپوں نے روس کے ایک آواز سے تیز رفتار مگ طیارے ۲۱ کو مار گرایا۔

لاہور اور سلیمانکی کے علاقہ میں بھی طیارہ شکن توپوں نے ۲ بھارتی طیارے مار گرائے جن کی شناخت نہ ہو سکی۔

پاکستان نے جنگ بندی سے متعلق جنرل اسمبلی کی قرارداد منظور کر لی۔ ادھر نئی دہلی میں بھارتی وزیر اعظم نے ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جنگ بند کرنے کے بارے میں جنرل اسمبلی کی قرارداد ہم نے ابھی تک نہ منظور کی ہے نہ مسترد۔

بھارتی فضائیہ نے کراچی پر حملہ کیا اور شہری آبادی پر وحشیانہ بمباری کی، جہاں اس نے ایک ایک ہزار پونڈ کے ۴ بم گرائے۔ ۲۰ افراد ہلاک اور ۹۰ زخمی ہوئے۔ کراچی کے بندرگاہ میں لنگر انداز ایک تجارتی بحری جہاز گلف سٹار پر بمباری کی جس سے اس جہاز کے کیپٹن کی اہلیہ اور بچہ ہلاک ہو گئے۔ برطانوی تجارتی بحری جہاز پر حملے سے ۷ افراد ہلاک اور ۸ شدید مجروح ہوئے۔ تیسرا تجارتی جہاز جسے نقصان پہنچا اس کا نام "زو" تھا۔ جو یونان میں رجسٹرڈ تھا۔

سرگودھا پر بھارتی طیاروں کی اندھا دھند فائرنگ سے زخمی ہونے والے ۳۵ افراد کو ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا۔ ضلع سیالکوٹ میں ۹ افراد زخمی ہوئے۔ ان طیاروں نے تحصیل نارووال کے گاؤں سنکھترہ میں ایک ٹرک پر فائرنگ کی یہ ٹرک ظفروال روڈ پر جا رہا تھا اور اس میں کچھ شہری سوار تھے

مشرقی پاکستان میں پاکستانی فوجوں نے نئے عزم اور ناقابل تسخیر حوصلوں کے ساتھ دشمن کے شدید حملوں کا مقابلہ کرتے ہوئے موثر جوابی حملے کئے۔ اور وطن کے چپہ چپہ کے دفاع کے جذبے سے سرشار ہو کر ایک ہی دن میں دشمن کے توپخانے، بکتر بند دستوں، فضائیہ اور بحریہ پر شدید اور کاری ضربیں لگائیں اور اسے بھاری جانی و مالی نقصان پہنچایا۔ پاک فوج کے جیالوں کی تازہ کارروائی میں دشمن کے ۲ ہنٹر طیارے، ایک مگ ۲۱ طیارہ، ۲ گن بوٹیں اور ۱۳ ٹینک تباہ کر دیئے اور ۷ ٹینکوں پر قبضہ کر لیا اور بھارتی بحریہ کے ۳ افسروں اور ۵ ملاحوں کو گرفتار کر لیا۔ بھارتی گن بوٹ پانویلی کو شدید نقصان پہنچایا۔ بھارتی بحری افسروں کو گرفتار کیا، جن میں سیکنڈ لیفٹننٹ انوپ کمار بنرجی — لیفٹننٹ ترا اور لیفٹننٹ نزدکر زخمی حالت میں گرفتار کیا گیا۔ تمام محاذوں پر زبردست جنگ جاری رہی، جن میں لکشم، کومیلا، برہمن باڑیہ، سلہٹ، رنگپور، دیناج پور ہلی، کشتیا اور کھلنا شامل تھے۔ دشمن نے ان محاذوں پر فضائیہ اور بکتر بند دستوں کی مدد سے بڑے حملے کئے، جنھیں پسپا کر دیا گیا۔ ایک چوکی پر پاکستان کے مٹھی بھر جوانوں نے دشمن کی بھاری تعداد کو موت کے گھاٹ اتارا۔ اور ٹینکوں کا ایک بڑا حملہ پسپا کر دیا۔

جیسور کے نواحی علاقوں میں دشمن نے بکتر بند دستوں سے پاک فوج کے مورچوں پر حملہ کیا، جسے پسپا کر دیا گیا۔ اور دشمن کو بھاری جانی نقصان پہنچا۔ ۷ ٹینک بھی تباہ کر دیئے۔ بجراب بازار میں دشمن کی ایک بریگیڈ فوج نے حملہ کیا جس میں بکتر بند دستہ بھی شامل تھا۔ دشمن کے ۷ ٹینکوں پر قبضہ کر لیا گیا۔

۱۱ دسمبر: ایرمارشل اے رحیم خاں کو ہلال جرات کا اعزاز دیا گیا۔
پاک فوج نے مشرقی پاکستان میں جوابی کاروائی کر کے بھارتی فوج کے دو بریگیڈوں کو گھیر لیا۔ صبح بھارتی طیاروں نے ڈھاکہ پر بمباری کی جس سے ریڈیو سٹیشن کو معمولی نقصان پہنچا۔ خونریز معرکوں میں دشمن کے ۱۹ ٹینک تباہ، سینکڑوں بھارتی فوجی ہلاک۔ ڈھاکا کے بعد بھارتی ہوابازوں نے سلہٹ کے علاقے مرلوی بازار میں نیپام بم گرائے۔ دو غیرملکی صحافیوں نے ڈھاکا میں وہ یتیم خانہ دیکھا، جس پر گزشتہ روز بھارتی ہوابازوں نے وحشیانہ بمباری کی تھی۔ اور ۳۰۰ یتیم بچے شہید ہو گئے تھے۔ بھارت کے ۳ طیارے، ۲ گن بوٹیں اور ۱۹ ٹینک تباہ کر دیئے گئے۔ تباہ ہونے والے طیاروں میں ایک مگ اور ۲ ہنٹر طیارے تھے۔ یہ طیارے ڈھاکا، نرائن گنج اور دیناج پور میں ہلی کے مقام پر مار گرائے گئے۔

کھلنا اور دریائے پسار کے درمیانی علاقہ میں ایک بحری جھڑپ میں دشمن کی دو جنگی کشتیاں ڈبو دی گئیں اور تیسری کو نقصان پہنچایا۔ ڈوبنے والی کشتیوں کے نام پدما اور پولاس ہیں اور تیسری جنگی کشتی پانویل کو نقصان پہنچایا گیا۔
مشرقی کمان کے کمانڈر لیفٹنٹ جنرل اے اے کے نیازی نے آج صبح ہوٹل انٹرکانٹی نینٹل میں غیرملکی اخباری نمائندوں سے ملاقات کی اور انھیں بتایا کہ وہ بدستور مشرقی پاکستان میں اپنی فوجوں کی کمان کر رہے ہیں۔

دشمن کے ۱۲۰ طیارے تباہ کر دیئے گئے، لاہور سیکٹر میں تین اور بھارتی گاؤں پر قبضہ کر لیا گیا۔ کارگل میں بھارتی چھاؤنی نذر آتش کر دی گئی۔ مغربی

محاذ پر دشمن کے ۱۰۹ ٹینکوں کا صفایا ہو گیا۔ بھارتی بحری اڈے پر زبردست بمباری کی گئی۔

۱۲ دسمبر: پاک بحریہ نے بھارت کا ایک جنگی جہاز فریگیٹ غرق کر دیا یہ بحری معرکہ کاٹھیاوار (گجرات) کی بندرگاہ دیو سے ۵۰ میل کے فاصلے پر ہوا۔
پاک فضائیہ نے سری نگر کا ہوائی اڈہ تباہ کر دیا۔ مقبوضہ کشمیر کے کٹھ پتلی گورنر اور وزیر کا سری نگر سے فرار۔
مشرقی پاکستان میں دشمن کے چھاتہ بردار بریگیڈ کا صفایا۔ کھلنا سیکٹر میں بھارتی حملہ آوروں کو تہس نہس کر دیا گیا۔
بھارتی فضائیہ کے طیارے لاہور پر چار مرتبہ حملہ آور ہوئے۔ شہری آبادی کو اپنی بربریت کا نشانہ بنایا۔ پبلک ماڈل سکول اور ماڈل ٹاؤن میں واقع ریڈ کراس کی چوکی پر بھی فائرنگ کی۔

۱۳ دسمبر: مشرقی پاکستان نے تمام محاذوں پر بھارتی حملے پسپا کر دیئے۔ امریکا نے بھارت کو الٹی میٹم دیا کہ بھارت نے پاکستان کے خلاف جنگی کارروائیاں بند نہ کیں تو امریکا براہ راست مداخلت کریگا۔ امریکی بحری بیڑہ خلیج بنگال بھیج دیا جائے گا۔

راجستھان اور سیالکوٹ کے محاذ پر ۲۰ بھارتی ٹینک تباہ ہوئے۔ شکر گڑھ میں طیارہ شکن توپوں نے دشمن کے ۲ طیارے مار گرائے۔

۱۴ دسمبر: چینی فوج بھارتی سرحدوں پر پہنچ گئی۔ ایٹمی ہتھیاروں سے لیس امریکا کا ساتواں بحری بیڑہ انٹرپرائز خلیج بنگال میں آ گیا۔ مشرقی پاکستان

میں دو بچاتہ بردار بھارتی بریگیڈوں کا صفایا کر دیا گیا۔ مشرقی پاکستان میں ہر محاذ پر دشمن کے حملے پسپا کر دیئے گئے۔

مشرقی پاکستان کے کمانڈر لیفٹننٹ جنرل اے اے کے نیازی نے اعلان کیا کہ پاکستان کی شیردل افواج دشمن کو اپنے وطن کی مقدس سرزمین سے نکال کر دم لیں گی۔ پاکستان پر قبضہ کرنا بچوں کا کھیل نہیں۔ ڈھاکا کا رُخ کرنیوالوں کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ میری لاش پر سے گزر کر آگے جا سکیں گے۔

لاہور کی بستیوں پر بھارتی طیاروں کے وحشیانہ حملے سے ۲ شہری شہید اور ۲ زخمی ہوتے۔

واہگہ اٹاری سیکٹر میں دشمن کا حملہ ناکام بنا دیا گیا۔ ۲۶ ٹینک تباہ۔

مغربی پاکستان میں تمام محاذوں پر ۲۴ گھنٹوں میں دشمن کو سخت نقصان پہنچایا گیا۔ سینکڑوں بھارتی ہلاک اور زخمی کر دیئے گئے شمالی علاقہ میں ایک محاذ پر بھارتی فوج کا ایک لیفٹننٹ کرنل ایس اے جوشی، ۳ دوسرے افسراور ۳۶ سپاہی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ پونچھ سیکٹر میں دشمن کے ۴۰۵ فوجی مارے گئے۔ اسی علاقہ میں ایک اور مقام پر ۳۰ بھارتی فوجی مارے گئے۔ سیالکوٹ سیکٹر میں دشمن سے ہماری فوج کی کئی جھڑپیں ہوئیں۔ دشمن کے ۸ ٹینک تباہ کر دیتے گئے۔ بسیناکی کے علاقہ میں دشمن کا ایک طیارہ مار گرایا گیا۔ راجستھان میں بھی دشمن کا ایک طیارہ مار گرایا گیا۔ اور پاک فضائیہ نے دشمن کے ۲ ٹینک اور فوجی سامان سے لدی ہوئی ایک ٹرین تباہ کر دی۔

۱۵ دسمبر: مشرقی پاکستان میں شہری بھی فوجیوں کے شانہ بشانہ دشمن سے لڑتے

رہے۔ کشمیر سیکٹر میں دشمن کے ۵۰۰ سپاہی اور ایک کرنل مارا گیا۔ لاہور میں کوٹ لکھپت پر بھارتی طیاروں کی وحشیانہ بم باری۔

ڈھاکا شہر کے شہریوں کو مسلح کر دیا گیا۔ راجستھان سیکٹر میں پاکستانی طیاروں نے دشمن کے ۲ ٹینک اور اسلحہ اور گولہ بارود لیجانے والی ایک ٹرین اڑا دی۔

۱۶ دسمبر کو پاکستان کے نائب وزیر اعظم اور وزیر خارجہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے گزشتہ روز اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں فی البدیہہ تقریر کرتے ہوئے کہا:

"پاکستان کا وفد سلامتی کونسل میں ایسے وقت میں آیا ہے جو نہ صرف پاکستان کے لئے بلکہ عالمی برادری اور اقوام متحدہ کے لئے انتہائی نازک اور اہم ہے۔ میں صورت حال سے باخبر ہوں اور میں غیر ضروری طور پر آپ کا وقت ضائع نہیں کروں گا۔ یہ مقدس ادارہ دنیا میں امن و سلامتی قائم رکھنے کے لئے نہ صرف ذمہ دار ہے بلکہ بنیادی طور پر ذمہ دار ہے۔ وقت گزر رہا ہے میں بھارت اور پاکستان کے تنازعہ کے اصل سبب پر تفصیل سے روشنی ڈال سکتا ہوں۔ میں مہاراجہ اشوک کے عہد سے شروع ہو کر برصغیر ہند میں محمد بن قاسم کی فتح تک تاریخ کے تمام پہلو بیان کر سکتا ہوں۔ ایک ہزار سال میں دو تہذیبوں اور ثقافتوں کے درمیان جو ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں انتہائی افسوس ناک اور الم ناک تنازعہ رہا۔ ہم نے ہر زمانہ میں اس تنازعہ کو حل کرنے کی کوشش کی۔ اس وقت بھارت کے وزیر خارجہ سردار سورن سنگھ نے جو مسائل اٹھائے ہیں

اس وقت میں ان سب پر تفصیلی تبصرہ نہیں کر سکتا۔ میں سردار سورن سنگھ کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں نے ماضی میں ان سے انہی تنازعات پر مذاکرات کئے ہیں۔ ۱۹۶۲ء میں بھارت اور پاکستان کے تنازعہ کے تصفیہ کے لئے ہم دونوں نے چھ مہینے تک گفت و شنید کی۔ میرا خیال ہے کہ سورن سنگھ اس وقت ریلوے کے وزیر تھے اور میں پاکستان کا وزیر خارجہ تھا۔ ہم نے ۶ ماہ تک انصاف کی بنیاد پر بھارت اور پاکستان کے تنازعہ کے تصفیہ کے لئے مذاکرات کئے جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہماری کوشش مخلصانہ تھی اور میرا خیال ہے کہ بھارت کی جانب سے بھی مخلصانہ کوشش کی گئی تھی لیکن افسوس ہے کہ ہمیشہ ہمارے درمیان تعطل پیدا ہوا۔ میں ماضی میں جانا نہیں چاہتا، ماضی کا علم بھارت اور پاکستان دونوں کو ہے ہم ایک ہی برصغیر کا حصہ ہیں۔ ماضی کا علم سلامتی کونسل کے ممبروں کو بھی ہے کیونکہ ان سنگین مسائل سے واقفیت حاصل کرنا ان کا مسئلہ ہے اور ان کی ذمہ داری ہے اور اس نقطہ نظر سے ہم توقع کرتے ہیں کہ سلامتی کونسل کے ممبر جانتے ہوں گے کہ ان اختلاف کے بنیادی اسباب کیا ہیں جنہوں نے بھارت اور پاکستان کے ایک دوسرے کے ساتھ نبرد آزما کر رکھا ہے۔

میں تاریخی موشگافیوں میں پڑنا نہیں چاہتا کیونکہ صورت حال انتہا سے زیادہ سنگین ہو چکی ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ ہم

انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر اپنی آزادی، خودمختاری اور علاقائی سالمیت کا دفاع کریں یہی دو راستے ہیں جو ہمارے سامنے کھلے ہیں میں اجتماعی دفاع کے سلسلے میں سلامتی کونسل کے ممبروں کو بھی یاد دلانا چاہتا ہوں کہ دنیا میں امن و سلامتی کو قائم رکھنا ان کی بنیادی ذمہ داری ہے میں اس وقت الزام تراشی نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ بنیادی اصولوں اور بنیادی حقائق کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جن کا صورت حال سے گہرا تعلق ہے۔ میں نے شروع ہی سے اعتراف کیا ہے کہ ہم نے غلطیاں کی ہیں۔ انسان بے خطا نہیں ہے غلطیاں صرف برصغیر میں نہیں بلکہ ہر جگہ ہوتی ہیں سلطنت روما، برطانوی سلطنت غرض دنیا کے ہر ملک نے غلطیاں کی ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان ملکوں کو غلطیوں کی پاداش میں سزا دی جائے۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ ہم نے اس طرح بعض غلطیاں کی ہیں، جس طرح دوسروں نے کی ہیں۔ لیکن ہم مہذب طریقہ پر اور مفاہمت اور تعاون کے جذبہ میں اور بین الاقوامی قانون اور بین الاقوامی اصولوں کے مطابق ان غلطیوں کا سدباب کرنے کو تیار ہیں۔ میں زبردست اور المناک غلطیوں سے خود کو بری الذمہ قرار نہیں دیتا خواہ افریقہ ہو ایشیا ہو، یورپ ہو یا مشرق و مغرب ہو۔ غلطیاں سب نے کی ہیں۔ ہم نے ان غلطیوں کی طرف سے آنکھیں بند نہیں کی ہیں۔ ہر جگہ المناک واقعات پیش آئے ہیں لیکن نقصان

کا سدباب کرنے کو تیار ہیں۔

مسٹر بھٹو نے کہا : کہ بعض اہم اور بنیادی مسائل ایسے ہیں جن کے باعث موجودہ بحران پیدا ہوا۔ میری رائے میں بنیادی مسئلہ یہ ہے عالمی برادری، اقوام متحدہ اور عام لوگ اس حقیقت کو قبول نہیں کریں گے کہ جو ملک اپنی کوششوں اپنی جدوجہد اور اپنی انفرادیت کے نتیجہ میں وجود میں آیا طاقت استعمال کر کے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ پاکستان طاقت سے قائم نہیں ہوا۔ پاکستان قدرت کا ایک کرشمہ ہے وہ کانگریس اور برطانیہ کی مخالفت کے باوجود وجود میں آیا۔ اس وقت برطانیہ صرف برصغیر کا آقا نہیں تھا بلکہ ایک سلطنت کا مالک تھا جس میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔

پاکستان ۱۹۴۷ء میں ایک آزاد ملک کی حیثیت سے قائم ہوا تھا لیکن پاکستان کے جراثیم اور بیج اسی دن پڑ چکا تھا جس دن محمد بن قاسم نے برصغیر پر قدم رکھا تھا۔ اسلام مساوات اور اخوت کا پیغام لے کر برصغیر میں داخل ہوا تھا۔ اگر ایک ہمسایہ اور فوجی جگن ناتھ نے پاکستان کو جسمانی طور پر تباہ کر دیا تب بھی پاکستان تباہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے اگر اسے جسمانی طور پر تباہ کر دیا جائے تب بھی یہ قائم رہے گا — ہم جسمانی طور پر تباہی کے لئے تیار ہیں۔ ہم بارہ کروڑ عوام کے بڑے حصہ کی مکمل ہلاکت کے لئے بھی تیار ہیں۔ ہم نئے سرے

سے کام شروع کرتے اور نئے پاکستان کی تعمیر کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم وحشیانہ قوت کو اس کی اجازت نہیں دے سکتے کہ وہ پاکستان کو محکوم بنائے اور اسے تباہ کر دے۔ پاکستان کے نظریہ اس کے خواب اور تصور کو جگن ناتھ طاقت کے بل بوتے پر تباہ نہیں کر سکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے بھارتی دوست اس حقیقت کو تسلیم کریں۔ اگرچہ ہم مصروف جنگ ہیں پھر بھی میں انھیں دوست کہنا پسند کروں گا۔ ۱۹۴۷ میں بھارتی اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ پاکستان کو تسلیم کرنا ناگزیر ہے۔ بھارت کے عظیم لیڈروں کا آج بھی پاکستان میں احترام کیا جاتا ہے۔ ان لیڈروں کا ایک نصب العین تھا اور وہ متحدہ پاکستان کے حامی تھے۔ لیکن تاریخی حقائق کے باعث متحدہ ہندوستان نہیں بن سکا۔ کیونکہ دونوں کی تہذیبیں اور ثقافتیں جدا جدا تھیں چنانچہ انڈین کانگریس نے برسوں کی مخالفت کے بعد ۱۹۴۷ء میں ایک آزاد خود مختار ملک کی حیثیت سے پاکستان کو تسلیم کر لیا۔

بھارت کے پہلے اور عظیم وزیراعظم اور موجودہ وزیراعظم کے والد نے کہا تھا ہم بہت بوڑھے ہو گئے ہیں۔ پاکستان کی مخالفت کرتے کرتے تھک گئے ہیں۔ اور پاکستان قائم ہو کر رہے گا۔ لیکن ہم امید کرتے ہیں کہ ایک دن ہم سب پھر ایک ہو جائیں گے لیکن بھارت کی رعایا کی حیثیت سے نہیں بلکہ دوستوں کی حیثیت سے

جو بھائیوں کی طرح مشترک برصغیر میں رہیں گے۔ اور ہماری کوشش یہ ہوگی کہ افلاس اور جہالت اور مصائب کا خاتمہ ہو جائے۔ اگر دنیا میں دو غریب ملک ہیں تو وہ بھارت اور پاکستان ہیں ہمارے وسائل کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوں پھر بھی ہم دنیا میں غریب ترین ہیں اور اس افلاس کے باوجود گزشتہ ۲۴ سال میں تین بار جنگ ہو چکی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ روس کے وزیر اعظم نے ایک بار مجھ سے کہا تھا کہ جب امیر قومیں تک جنگ سے بچنے کی کوشش کرتی ہیں، تو غریب قوموں کو جنگ ٹالنے کی اور زیادہ کوشش کرنی چاہیئے"

افسوس ہے کہ آج ہم ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہیں اور وحشیانہ انداز میں تہس نہس کرنے کی باتیں کر رہے ہیں کسی کو تہس نہس کرنا ممکن نہیں ہے بڑی طاقتیں تک کسی کو مٹا نہیں سکتیں۔ رومیوں کے وقت سے یہ ممکن نہیں ہو سکا۔ تسلط اور غلبہ ممکن نہیں ہے اگر آج بھارت یہ سمجھتا ہے کہ وہ ایشیا میں بڑی طاقت بن جائے گا تو اس کی بھول ہے۔ کیونکہ اسے بارہ کروڑ افراد کی بہادر قوم کا سامنا کرنا ہوگا۔ جس کا ماضی عظیم ہے جو اپنی آزادی اور اپنے وقار اور اپنے عزت و ناموس کے لئے لڑ رہی ہے۔ لہٰذا میں بھارت کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔ اگر ہم بھارت کے ساتھ برسر جنگ نہ ہوتے تو ہم بڑے پیمانہ پر بھارت کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے

بھارت جانتا ہے کہ پاکستان میں سول حکومت بحال ہونے کے بعد ہم زیادہ بڑے پیمانہ پر دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہتے تھے۔ لیکن بھارت نے جنگ شروع کرنے میں عجلت کی۔ جو برصغیر کے لئے ایک المیہ ہے۔ اس وقت بنیادی سوال یہ ہے کہ ایک ایسی ریاست کے ٹکڑے نہیں کئے جا سکتے۔ جو اپنے عوام کی مرضی سے اور بغیر کسی رکاوٹ اور مخالفت کے بغیر وجود میں آئی تھی۔ فوجی طاقت کے بل بوتے پر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا ساری دنیا کے لئے ایک المناک نظیر ہو گی۔ میں صرف پاکستان کی وکالت نہیں کرتا بلکہ ایک بنیادی اصول کی وکالت کرتا ہوں جو ایشیا افریقہ اور لاطینی امریکہ پر اثر انداز ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ۷ دسمبر کو جنرل اسمبلی نے جو تاریخی قرارداد منظور کی تیسری دنیا نے بھاری اکثریت سے اس کی حمایت کی۔ مسٹر بھٹو نے کہا کہ قیام پاکستان کی تحریک میں مشرقی بنگال کے لوگوں نے بہادرانہ اور غالب حصہ لیا تھا۔ اگر مشرقی بنگال کے بنگالی جن کے لئے سردار سورن سنگھ بڑے رطب اللسان ہیں اور مگرمچھ کے آنسو بہا رہے ہیں اپنے لئے علیحدہ ریاست چاہتے ہیں۔ انگریز ان کے لئے الگ ریاست بنا دیتے کیونکہ وہ تو چاہ ہی رہے تھے اگر برصغیر کے لوگوں نے دو ریاستیں چاہی تھیں جن میں ایک کا نام بھارت اور دوسرے کا نام پاکستان پڑا۔

اس وقت بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے جو ریاست زبردست
مخالفت کے باوجود یعنی جدوجہد سے قائم کی تھی اسے ایک
ہمسایہ ملک جس کے پاس فوجی طاقت زیادہ ہے تباہ نہیں کر سکتا
آج اس صورت حال کا مقابلہ برصغیر کو ہے۔ کل یہی صورت ایشیا
افریقہ، اور لاطینی امریکہ میں پیش آئے گی۔ ہر جگہ یہ صورت حال پیدا
ہو سکتی ہے۔ لہٰذا یہ بنیادی سوال ہے۔ یہ اقوام متحدہ اور اس کے
منشور کے لئے ایک چیلنج ہے۔ میرا اقوام متحدہ کے منشور کے
ساتھ رابطہ قائم نہیں ہے۔ کیونکہ میں گزشتہ ۱/۲ ۱۵ سال سے اپنے
ملک میں جمہوریت اور سماجی انصاف کی بحالی کے لئے جدوجہد
کر رہا تھا۔ میں ۱/۲ ۱۵ سال کے بعد سلامتی کونسل میں آیا ہوں میں
نے اپنے وطن میں جمہوریت اور سماجی انصاف کے لئے بہت
بڑی جدوجہد کی۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا موجودہ جدوجہد خود اقوام
متحدہ کے لئے چیلنج نہیں ہے۔ کیا اقوام متحدہ اس بات کی اجازت
دے گی۔ کہ ایک ملک طاقت کے بل بوتے پر دوسرے ملک کے
ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ اقوام متحدہ کے منشور میں بہت سی دفعات
ہیں۔ بھارت کے وزیر خارجہ نے منشور کے آرٹیکل جی بی اور ۵۶
کا حوالہ دیا ہے لیکن میں کسی آرٹیکل کا حوالہ نہیں دوں گا۔ نمائندے
جانتے ہیں کہ اقوام متحدہ بالخصوص سلامتی کونسل کی ذمہ داری کیا ہے
اس کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ دنیا میں امن اور سلامتی برقرار

رکھے۔ میں پھر کہوں گا کہ صورت حال اقوام متحدہ کے لئے چیلنج ہے آج پاکستان کے خلاف جارحیت کی گئی ہے۔ کل بھوٹان اور سکم کا نمبر ہے۔ جو پہلے ہی بھارت کی جیب میں ہیں۔ نیپال ابھی تک بھارت کی جیب میں نہیں گیا ہے۔ اگر پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تو وہ دن دور نہیں جب نیپال کو بھی بھارت ہضم کرے گا۔ لیکن پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے نہیں کئے جا سکتے۔ پنڈورہ کا بکس صرف پاکستان کے لئے نہیں کھلا ہے۔ بلکہ بھوٹان، سکم، نیپال، سیلون، افغانستان اور ایران کے لئے بھی کھلا ہے۔ بہت سے ملک اس کی زد میں ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں یہ اقوام متحدہ کے ممبروں کے لئے ایک چیلنج ہے کہ کیا طاقت کے بل پر بلیک میل یا طاقت کے استعمال کی دھمکیوں کی دنیا میں کسی ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جا سکتے ہیں۔

بھارتی وزیر اعظم نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ہم جارح ہیں۔ واقعات کی طویل فہرست پیش کی ہے۔ میں اس سلسلے میں آپ کی عقل سلیم سے اپیل کرتا ہوں۔ ہمارا چھوٹا سا ملک ہے۔ بھارت ہم سے پانچ گنا زیادہ بڑا ہے ہماری آبادی ۱۲ کروڑ ہے اور بھارت کی آبادی پچاس کروڑ۔ ہمارے زر مبادلہ کی آمدنی اور ہمارے وسائل زیادہ محدود ہیں۔ پاکستان بنانے کی ایک وجہ یہ تھی کہ ہم چاہتے تھے کہ اپنے چھوٹے سے کونے میں رہیں اور بڑے ہمسایہ کے ساتھ

پرامن تعلقات رکھیں لیکن بڑے ہمسایہ نے یہ پوزیشن قبول نہیں کی۔ اس نے اب ہم پر جارحیت کا الزام لگایا ہے کیا ڈنمارک پر جرمنی پر حملہ کرنے کا الزام لگایا جا سکتا ہے اور کیا میکسکو کو امریکہ پر حملہ کرنے ملزم ٹھہرایا جا سکتا ہے لیکن ہم میکسیکو یا ڈنمارک میں نہیں کیا ہالینڈ پر فرانس کے خلاف حملہ کرنے کا الزام لگایا جا سکتا ہے۔ میں کونسل سے یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اقوام متحدہ ماضی میں بھی پاکستان کے معاملے میں اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں ناکام رہی ہے کیونکہ ہمارا چھوٹا سا ملک ہے۔ ۴۸-۱۹۴۷ء میں ہم یہاں حق خود ارادی کے لئے آئے تھے۔ جس پر بھارت اور پاکستان دونوں رضا مند ہو گئے تھے اور بھارت کی موجودہ وزیر اعظم کے والد نے خود کہا تھا کہ کشمیر ایک متنازعہ علاقہ ہے اور کشمیریوں کے مستقبل کا فیصلہ کشمیریوں کی آزادانہ رائے سے ہو گا۔ لیکن ۱۹۴۷ء سے اب تک کشمیر کا تنازعہ طے نہیں ہو سکا۔ اور پاکستان کو ایک ایسے علاقے سے محروم کر دیا گیا ہے جو اس کا زائد حصہ ہوتا۔

۱۹۶۵ء میں ہم پھر سلامتی کونسل میں آئے اور کونسل نے ایک قرارداد منظور کی۔ جس میں ہمیں بتایا گیا تھا کہ بنیادی تنازعہ طے کیا جائے گا۔ جو جنگ کا اصل سبب تھا۔ امریکہ کے مستقل نمائندے مسٹر آرتھر گولڈ برگ نے جو اس وقت سلامتی کونسل کے صدر تھے مجھے بتایا تھا کہ یہ قرارداد بائبل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہم نے اس پر یقین کر لیا انہوں

نے یقین دلایا تھا کہ قرار داد پر ضرور عمل درآمد ہو گا۔ لیکن اس پر آج تک عمل نہیں ہوا۔ اس کے نتیجہ میں حالات بد سے بد تر ہوتے گئے۔ اور اب ہمیں زیادہ بڑے المیہ کا سامنا ہے۔ اگر دنیا نے اس مسئلہ کی جانب توجہ نہیں دی اور اگر دنیا نے یہ کہنے کی جرأت نہ کی کہ ان مسائل کو بین الاقوامی برادری کی پوری قوت سے حل کیا جانا چاہیئے تو بھارت اور پاکستان کا مسئلہ اور زیادہ پیچیدہ ہو جائے گا۔ اور اس کے باعث بھارت اور پاکستان کے غریب لوگوں کی مصائب جھیلنے ہوں گے میں پاکستان کے غریبوں ہی کا نہیں بلکہ بھارت کے غریبوں کا بھی دوست ہوں ہم اس جنگ کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ برصغیر میں امن سلامتی اور خیر سگالی کا دور دورہ ہو۔ کیونکہ ہم جنگ وجدل بہت کر چکے ہیں۔ جنگ میں امیروں کو نقصان نہیں پہنچتا بلکہ سارے مصائب غریبوں کو بھگتنے پڑتے ہیں۔ جن میں وہ پناہ گزین بھی شامل ہیں جن کا بھارتی وزیر خارجہ نے ذکر کیا ہے ہم اپنے عوام کو خوراک، مکان، کپڑے اور تعلیم دینا چاہتے ہیں لیکن جب خنجر نیام سے نکلے ہوں اور تمام وقت جنگ جاری رہے تو ہم غریبوں کے لئے کام کیسے کر سکتے ہیں۔ میں یہ باتیں کسی کمزوری کی بنا پر نہیں کہہ رہا ہوں پاکستان کبھی کمزور نہیں ہو سکتا۔ بھارت اس حقیقت کو اچھی طرح جانتا ہے کہ ہماری تاریخ ایک ہزار سال پرانی ہے۔

اگر یہ جنگ نہ ہوتی اور بھارتی حکومت پاکستان میں فوجی حکومت کی

جگہ سول حکومت قائم کرنے کا موقع دیتی تو ہم دیکھتے کہ ہمارے نقطہ نظر میں کس حد تک بنیادی تبدیلیاں ہو سکتی ہیں میں ان معاملات پر پاکستان کے ایک منتخب نمائندے کی حیثیت سے بات کر رہا ہوں سردار سورن سنگھ نے مجیب الرحمٰن کا ذکر کیا ہے وہ ایک منتخب نمائندے تھے۔ جس طرح شیخ مجیب الرحمٰن مشرقی پاکستان کے منتخب نمائندے تھے اسی طرح میں مغربی پاکستان کا منتخب نمائندہ ہوں۔ جس طرح مشرقی پاکستان میں شیخ مجیب الرحمٰن کے پیروکار ہیں اسی طرح مغربی پاکستان میں میرے پیروکار ہیں۔ میں ایک کٹھ پتلی کی حیثیت سے نہیں بول رہا ہوں بلکہ پاکستان کے عوام کی مصدقہ آواز ہوں۔

انتخابی مہم کے دوران میں نے کہا تھا کہ ہمیں ایک نیا باب شروع کرنا ہے۔ کیونکہ ہمارا بنیادی مقصد سماجی اور اقتصادی انصاف کو نافذ کرنا ہے۔ برصغیر کو سیاسی بحران کا سامنا نہیں بلکہ سماجی انصاف کا سامنا ہے۔ ہم یہاں عالمی ادارے سے بھیک مانگنے کے لئے نہیں آتے ہیں۔

آپ کو اس سلسلے میں کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے۔ ہماری ۱۲ کروڑ کی قوم ہے۔ اگر ایک شہر ہمارے ہاتھ سے نکل جائے یا اگر ڈھاکا یا جیسور نکل جائے جس کا آج کل بہت چرچا ہے تو اس سے ملک ختم نہیں ہوگا۔ حکومتیں اور بادشاہتیں ختم ہو سکتی ہیں۔ آمریت ختم ہو سکتی ہے۔ لیکن ملک ختم نہیں ہوتے۔ کاش بھارتی حکومت جیسو ر

کے سقوط کی مبالغہ آمیز خبروں سے بددست نہ ہو۔ ایک دو شہروں
کے ہاتھ سے نکل جانے سے کیا ہوتا ہے ملک تو موجود ہے اگر
آج یا کل ڈھاکا ہاتھ سے نکل جاتے تب بھی ملک موجود رہے گا۔
براہ کرم اخباری خبروں سے آپ گمراہ نہ ہوں۔ ہمارا چھوٹا ملک ہے
اور ہم پراپگینڈے پر اتنا پیسہ صرف نہیں کر سکتے۔ یاد رکھیئے ڈھاکا پر
آسانی سے قبضہ نہیں کیا جا سکتا۔ مشرقی پاکستان میں جب تک ہمارا ایک
بھی آدمی باقی ہے ڈھاکا کا دفاع جاری رکھا جائے گا۔ بھارت
نے تین اطراف سے مشرقی پاکستان کو گھیر رکھا ہے۔ اگر مشرقی پاکستان
کے لوگ پاکستان کے ساتھ نہ ہوتے تو مشرقی پاکستان پر چند منٹ میں
بھارت کا قبضہ ہو جاتا۔ بھارتی فوج ہم سے سات گنا زیادہ ہے۔
ہمارے مشرقی صوبے میں نہ گولہ بارود پہنچ سکتا ہے اور نہ دوائیں
ناکہ بندی کو توڑا نہیں جا سکتا۔ ہماری بری طرح ناکہ بندی کی گئی
ہے۔ یہاں ہمارے ساتھ مشرقی پاکستان کے نمائندے بیٹھے ہیں
یہ ایک تہمت ہے کہ مشرقی پاکستان کے لوگ پاکستان کے مخالف
ہیں اگر وہ ہمارے مخالف ہوتے تو ہم کبھی کے ہار چکے ہوتے
بھارت کے چیف آف سٹاف جنرل مانک شاہ ہر روز ہتھیار ڈالنے
کی اپیلیں کرتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی بھی ہتھیار نہیں ڈال
رہا ہے۔ ہم لڑ رہے ہیں اور لڑتے رہیں گے ہم کبھی ہتھیار
نہیں ڈالیں گے۔

مسٹر بھٹو نے کہا: میں یہاں وقت ضائع کرنے نہیں آیا۔ میں واپس جا کر دشمن سے جنگ کروں گا۔" مسٹر بھٹو سلامتی کونسل کے اجلاس سے واک آؤٹ کر گئے۔

امریکی بحری بیڑہ چٹاگانگ پہنچ گیا۔ مشرقی پاکستان کی صورت حال سنگین ہو گئی۔ جنرل نیازی نے کہا: ہمارا آخری آدمی بھی لڑتا ہوا جان دے دیگا۔ دشمن کے آگے ہتھیار ڈالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ صدر یحییٰ خاں نے مغربی پاکستان کے وقت کے مطابق سوا سات بجے شام ریڈیو پاکستان کے قومی پروگرام میں قوم سے خطاب کیا۔ صدر کی تقریر ٹیلی وژن پر بھی نشر ہوئی۔

صدر کی تقریر کا مکمل متن یہ ہے:

میرے عزیز ہم وطنو، السلام علیکم!

آج میں ملک کی تشویشناک صورت حال کے بارے میں ایک بار پھر آپ سے مخاطب ہوں۔ یہ صورت حال ہمارے عیار اور سفاک ہمسایہ نے ہم پر جنگ مسلط کر کے پیدا کر دی ہے ہمارے خلاف بھارت کی سنگین جارحیت بدستور جاری ہے قوم نے ملک کے دفاع کے لئے میری دعوت عمل کا شاندار طریقے پر خیر مقدم کیا۔ مشرقی پاکستان میں ہماری مسلح افواج نے جو تعداد میں قلیل تھیں سخت ترین دشواریوں کے باوجود جس دلیری کے ساتھ دشمن کے حملوں کا مقابلہ کیا ہے۔ ان کی جرات اور شجاعت کے کارنامے تاریخ میں ہمیشہ جگمگاتے رہیں گے۔ انھوں نے اسلام کے نامور غازیوں

کی عظیم روایات کو زندہ کر دیا ہے۔ دشمن تعداد میں ان سے کئی گنا زیادہ تھا۔ اور دشمن کی ناکہ بندی کی وجہ سے ان کو سمندری ہوائی یا بری راستے سے سپلائی نہ پہنچ سکی۔ اور نہ کسی قسم کی کمک، لیکن ان دشواریوں کے باوجود اسلام کے یہ غازی تنہا ایسے مکار اور سفاک دشمن کا لگاتار کئی مہینوں تک انتہائی دلیری سے مقابلہ کرتے رہے۔ دشمن جس کے پاس کثیر اسلحہ تھا اور جسے ایک عظیم طاقت کی پشت پناہی حاصل تھی ان ہی اسباب کی بنا پر مشرقی پاکستان میں ہم پر حاوی ہو گیا لیکن اتنی بڑی جنگ میں کسی ایک محاذ پر وقتی طور پر پیچھے ہٹنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ لڑائی ختم ہو گئی ہے اس جنگ میں جو ہماری قومی بقا کی جنگ ہے۔ آخری فتح ہماری ہو گی ۔ انشا اللہ

اس وقت ہماری دلی ہمدردیاں مشرقی پاکستان کے بھائیوں کے ساتھ ہیں جو بھارت کے جنگی دیوتاؤں کے ہاتھوں طرح طرح کی اذیتیں برداشت کر رہے ہیں ان کے لئے ہمارا پیغام ہے تسلی رکھیں۔ جنگ جاری ہے ہم اپنے ملک کے دفاع کے لئے دشمن کے ساتھ برابر لڑتے رہیں گے اور اس کی جارحیت کا مقابلہ اس قوت ایمانی کے ساتھ کریں گے۔ جو اللہ تعالےٰ اپنے مومن بندوں کو عطا کرتا ہے ہم حق و انصاف پر ہیں اور اپنی قوم کی بقا اور آنے والی نسلوں کے لئے اپنے وطن کی حفاظت کی خاطر لڑ رہے ہیں

ہم نے یہ ملک ہزاروں جانوں کی قربانی دینے کے بعد حاصل کیا ہے۔ اور اس کی تعمیر میں بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کی ہیں۔ ہم پاکستان کے ۱۲ کروڑ مسلمانوں کے اس اسلامی وطن کو دشمن کی یلغار سے بچانے کے لئے آئندہ بھی بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ مشرقی پاکستان کے جانبازوں نے مدافعت کی جو شمع زور ایمان سے روشن کی ہے ہم اس کو کبھی گل نہ ہونے دیں گے۔ یہ شمع ملک کے طول و عرض میں بچے بچے کے ہاتھ میں جگمگاتی رہیگی مشرقی پاکستان کے بہادر اور خدا سے ڈرنے والے عوام بھارتی سامراج کے عزائم کے خلاف مسلسل جہاد کرتے رہیں گے۔

ہمارا مقابلہ ایک نہایت ہی مکار دشمن کے ساتھ ہے جس کی چالیں اب عیاں ہو چکی ہیں دشمن اپنی تعداد کی کثرت کے بل بوتے پر پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور اس کو تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے اور اپنی ہوسناکی میں اسے بین الاقوامی قوانین اور مہذب برتاؤ کی ذرہ برابر پرواہ نہیں ہے چنانچہ اس نے شہری آبادیوں پر وحشیانہ بمباری کی حتیٰ کہ ہسپتالوں اور یتیم خانوں تک کو نہ چھوڑا گیا۔ برصغیر کے مسلمان اس دشمن کی چالوں کا پہلے ہی کئی بار مقابلہ کر چکے ہیں اور اس کو سیاسی میدانوں اور جنگی محاذوں پر بری طرح سے شکست دے چکے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہم اس سے کہیں زیادہ دشواریوں کے باوجود اس پر غلبہ حاصل کرتے رہے ہیں اور اپنے مقصد

کی سچائی اور اپنے ایمان کی قوت پر بھروسہ رکھتے ہوئے ہم انشاءاللہ آئندہ بھی اس پر غالب رہیں گے۔ ہم ایک ایسی سامراجی جارحیت کا مقابلہ کر رہے ہیں جس سے صرف پاکستان کو نہیں بلکہ پورے ایشیا کو شدید خطرہ ہے۔ دنیا کی تمام مہذب قوموں نے جو ملکوں کی بین الاقوامی سرحدوں اور ان کی سالمیت اور ان کی خود مختاری کو تسلیم کرتی ہیں ہمارے حق اور انصاف پسندی کی حمایت کی ہے۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل اور جنرل اسمبلی دونوں میں عالمی رائے عامہ کی بھاری اکثریت نے ہمارے موقف کی تائید کی ہے۔ ہم ان تمام ملکوں کے شکر گزار ہیں جنھوں نے ملکوں کی قومی سالمیت کو برقرار رکھنے کے اصولوں کو مانتے ہوئے ہمارے موقف کی بھرپور حمایت کی اور خوں ریزی کو روکنے اور فوجوں کو واپس بلانے کی پرزور کوشش کی۔ پاکستان ہمیشہ سے اپنے ہمسایوں کے ساتھ صلح و آشتی کے ساتھ رہنے کا خواہاں رہا ہے ہم نے کسی ملک کی خود مختاری کے خلاف کبھی کوئی جارحیت نہیں کی اور نہ کریں گے۔ ہم نے اس مسئلہ پر اقوام متحدہ کی قرار دادوں کو فوری طور پر قبول کر کے ایک بار پھر اپنے اس موقف کا اعادہ کیا اور آئندہ بھی اقوام متحدہ کے ایسے فیصلے کو قبول کرنے پر آمادہ ہیں جس سے بحران کا ایسا آبرو مندانہ فیصلہ ہو سکے جو ہمارے قومی مفاد کے عین مطابق ہو۔ اقوام متحدہ میں منظور کی جانیوالی رائے کو بھارت نے جس حقارت سے ٹھکرایا ہے وہ بھی دنیا کو یاد رکھنا چاہیئے

ہم اس تاریخی جنگ میں اکیلے نہیں ہیں۔ ہم عوامی جمہوریہ چین اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے شکر گزار ہیں۔ ان دو ملکوں نے اس علاقے میں امن و امان کو برقرار رکھنے اور قومی سالمیت کے بارے میں اقوام متحدہ کے اصولوں کو منوانے کے لئے جس شد و مد کے ساتھ آواز بلند کی ہے۔ اس سے ہمیں بڑی تقویت حاصل ہوئی ہے۔ اسلامی ملکوں میں ہمارے بھائیوں نے اور افریشیائی ملکوں میں ہمارے دوستوں نے ہماری پر زور حمایت کی ہے۔ جس سے ہمارے حوصلے بڑھ گئے ہیں اپنے تمام دوستوں سے ہماری گزارش ہے کہ وہ ہمارا ساتھ دیں اور یقین رکھیں کہ پاکستان کی مسلح افواج اور عوام اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ جب تک دشمن کو اپنی سرحدوں سے باہر نہ نکال دیں ہم دشمن کا ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کریں گے اور ملک میں نمائندہ حکومت بھی قائم کرنے کی کوشش کریں گے۔ جس کو دشمن نے حملہ کر کے ناکام بنانا چاہا۔

پروگرام کے مطابق ۲۰ ؍ دسمبر کو آئین کا اعلان کر دیا جائے گا۔ جس میں مشرقی پاکستان کو زیادہ سے زیادہ صوبائی خود مختاری کی ضمانت دی گئی ہے۔ اور ساتھ ہی ایک پاکستان کے تصور کو برقرار رکھا گیا ہے جس کے لئے ملک کے دونوں بازوؤں کے عوام نے بے مثال قربانیاں دی ہیں۔ اس کے بعد مرکزی حکومت قائم ہو گی اور اس کے فوراً بعد صوبائی حکومتیں بھی قائم کر دی جائیں گی میری دعا ہے

کہ ملک میں جلد ہی امن قائم ہو جائے تاکہ پاکستانی عوام جنھوں نے دشمن کی بلا اشتعال جارحیت کی وجہ سے شدید تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ اسلام کی اعلیٰ قدروں کی روشنی میں حق و انصاف پر مبنی خوشحال معاشرہ قائم کرنے کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھیں اگر دنیا کی طاقتیں بھارت کی موجودہ جارحیت کو ختم کرنے کے لئے فوری طور پر مؤثر کارروائی نہیں کرتی ہیں تو جس خطرے سے اس وقت دوچار ہے وہ جلد ہی پورے ایشیا پر چھا جائے گا

اس بیسویں صدی میں دنیا دو بار عالمی جنگوں میں مبتلا ہو چکی ہے دونوں موقعوں پر دنیا کی طاقتوں نے چھوٹے چھوٹے ملکوں کو ٹکڑے ٹکڑے ہونے یا مفتوحہ بن جانے سے روکنے کے لئے فوری طور پر مؤثر کارروائی نہیں کی۔ اس دفعہ ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ ایسا ہوا تو ہم تنہا لڑیں گے۔ ہمیں احساس ہے کہ دنیا کی قومیں موجودہ صورت حال سے فکرمند ہیں انھیں چاہیئے کہ فوری طور پر ایسے اقدامات کریں کہ جس سے جنگ کے شعلے بجھ جائیں اور جارحیت کو ختم کیا جا سکے۔

میرے عزیز ہموطنو! اپنے مقصد کی سچائی پر یقین رکھتے ہوئے اور اس قوت ایمانی کے ساتھ جو اللہ تعالےٰ نے ہمیں بخشی ہے اپنی جدوجہد کو بھرپور عزم اور ارادے کے ساتھ جاری رکھو۔ یہ جنگ ایسی ہے جو صرف محاذوں پر نہیں، بلکہ

کھیتوں میں کارخانوں میں اور گھروں میں لڑی جائے گی۔ ہم اللہ کے پاک نام پر جہاد کر رہے ہیں ہمیں اللہ کی نصرت حاصل ہے ہمارے دل اللہ اکبر کی پکار سے دھڑک اٹھتے ہیں۔ ہم کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اپنے فرائض تندھی سے انجام دینے کے لئے کمربستہ ہو جاؤ۔ فتح انشا اللہ ہماری ہو گی۔ پاکستان پائندہ باد

۱۷ دسمبر: صدر یحییٰ خاں نے اقوام عالم اور دنیا کی بڑی طاقتوں کو انتباہ کیا کہ اگر انھوں نے بھارتی جارحیت کو روکنے کے لئے فوری اور موثر کارروائی نہ کی تو جس خطرے سے اس وقت پاکستان دوچار ہے وہ جلد ہی پورے ایشیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔ چین نے اعلان کیا کہ بھارت کو پاکستان پر قبضہ نہیں کرنے دیا جائیگا مشرقی پاکستان میں جنگ بند ہو گئی۔ بھارتی فوجیں ڈھاکا میں داخل ہو گئیں۔

۱۷ دسمبر: صدر یحییٰ نے فائر بندی قبول کر لی۔ ڈھاکا میں پاکستانی فوجوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔

صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے پاکستان کی مسلح افواج کو فائر بندی کا حکم دیتے ہوئے کہا۔ کہ میں ہمیشہ اس بات پر زور دیتا رہا ہوں کہ جنگ سے مسائل حل نہیں ہوتے اور تمام تصفیہ طلب تنازعات کے تصفیہ کے لئے پاکستان اور بھارت کے درمیان بات چیت ہونی چاہیئے۔ پاکستان نے اپنے اس موقف کے تحت اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل اور دوست ملکوں کی کئی تجاویز کو قبول کر لیا جن پر عمل کر کے پاکستان اور بھارت کے درمیان موجود

المناک صورت حال سے بچا یا جا سکتا تھا۔ پاکستان نے سلامتی کونسل کی تمین قراردادوں اور جنرل اسمبلی کی قرارداد کو بھی منظور کر لیا۔ جن میں جنگ بندی فوجوں کی اپنی اپنی سرحدوں کو واپسی اور پاکستان کو درپیش مسئلہ کے سیاسی حل کے لئے کہا گیا تھا۔ جنرل اسمبلی کی قرارداد بین الاقوامی برادری کے ۱۰۴ ملکوں کی بھاری اکثریت سے منظور کی گئی اور دنیا کو امید تھی کہ بھارت امن کی خاطر اسے قبول کرے گا۔ یہ بات افسوس ناک ہے کہ بھارت نے عالمی رائے عامہ کی فوری اپیلوں کی پرواہ نہیں کی جن سے خون ریزی اور مصائب سے بچا جا سکتا تھا۔

صدر نے کہا کہ اب بھارت نے مغربی محاذ پر جنگ بندی کی پیشکش کی ہے۔ پاکستان پہلے ہی جنرل اسمبلی کی قرارداد منظور کر کے جنگ بندی کا وعدہ کر چکا ہے۔ بشرطیکہ اس کے نتیجے میں دوسرے اقدامات کئے جائیں پاکستان اس قرارداد کے ڈھانچے میں رہ کر اس پر عمل کرنے کا خواہش مند ہے اگر بھارت جنگ بندی کے لئے اپنے فیصلہ میں نیک نیت ہے تو اسے اقوام متحدہ کے ذریعہ قطعی شکل دینی چاہیئے۔ میں نے امن کی خاطر بھارتی پیشکش کا جواب دیتے ہوئے اپنی فوجوں کو آج گرین وچ مین ٹائم کے مطابق ۲ بجکر ۳۰ منٹ، مغربی پاکستان کے وقت کے مطابق شام ۷ بج کر ۳۰ منٹ اور مشرقی پاکستان کے وقت کے مطابق شام ۸ بجکر ۳۰ منٹ پر فائر بندی کا حکم دے دیا ہے ۔

## سقوط ڈھاکا

وہ شاخ گل پہ زمزموں کی دھن تراشتے رہے
نشیمنوں پہ بجلیوں کے کارواں گزر گئے

---

کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ عظیم سانحہ ——
یہ عظیم قومی المیہ کیسے رونما ہوا۔ شکست کیسے ہو گئی؟
وہ کونسی سازش تھی جس نے ہر محاذ پر پیش قدمی کرتے ہوئے پاک فوج کے جیالوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا؟
جبکہ پاک فوج کے جیالے مشرقی پاکستان میں دشمن کے ساتھ قدم قدم پہ ڈٹ کر لڑے انھوں نے وطن کی حفاظت کرتے ہوئے زخم

پر زخم کھائے۔ اپنی ٹانگیں، بازو اور ہاتھ پاؤں کٹوائے۔ اعضا صرف گھمسان کے معرکوں ہی میں کٹا کرتے ہیں۔ وہ ہر معرکے میں آتش نمرود میں کود رہے تھے۔ جل بھومی ٹینکوں سے ٹکرائے تھے۔ انھوں نے بھارتی فوج کے دس ہزار پیراٹروپرز (چھاتہ برداروں) کو بے بس کر دیا تھا۔ حالانکہ انھیں کوئی Air cover فضائی تحفظ نہ ملا تھا، جبکہ دشمن کے جدید ترین بمبار، ہر پانچ منٹ کے بعد ڈھاکا اور دوسرے شہروں پر ہوائی حملے کر رہے تھے۔

وہ گھنے گنجان جنگلوں، دریاؤں، ندیوں اور جھیلوں میں لڑے۔ میدانوں میں لڑے، اور آخری دم تک لڑے۔ وہ تنہا لڑے۔ وہ کسی بیرونی امداد کے بغیر لڑے، انھوں نے قدم قدم پر قربانیاں دیں، انھوں نے آزادی وطن، عظمت وطن کی قسم کھا کر عزم کر لیا تھا کہ وہ لڑیں گے۔ لڑتے رہیں گے۔ آخری دم تک لڑتے رہیں گے۔ لڑتے لڑتے شہید ہو جائیں گے مگر دشمن کے سامنے ہتھیار نہ ڈالیں گے۔

لیکن اچانک انھیں ہتھیار ڈال دینے کا حکم دیا گیا جبکہ مشرقی پاکستان میں پاکستانی افواج کے کمانڈر جنرل اے کے نیازی نے ہتھیار ڈالنے سے دو دن پہلے کہا تھا:

"بھارتی میری لاش پر سے ٹینک گزار کر ہی
ڈھاکا پہنچ سکتے ہیں۔"

لیکن اس کے دو دن بعد پاکستانی افواج نے ڈھاکا میں ہتھیار ڈال دیئے حالانکہ پاکستانی فوج کے پاس راشن اور اسلحہ کا اتنا وافر ذخیرہ موجود تھا کہ وہ

کئی ماہ تک جنگ جاری رکھ سکتی تھی۔ پاکستانی افواج کی شکست کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ سوال خواہ مخواہ ذہن میں ابھرتا چلا آتا ہے۔ کہ پاکستانی فوج نے دو بڑے دریاؤں میگھنا اور مدھومتی کے درمیان جمع ہو کر دشمن کے خلاف لڑنے کی کوشش کیوں نہ کی جبکہ وہ ایسا کر سکتی تھی۔

مشرقی پاکستان سے یہاں پہنچنے والے کچھ لوگ جو سقوط ڈھاکا سے دو ماہ بعد وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوئے یہ بتاتے ہیں کہ پاک فوج کا مقابلہ صرف بھارتی فوج سے نہیں تھا بلکہ پیچھے سے مکتی باہنی بھی حملے کرتی تھی۔ مکتی باہنی کو پاک فوج کے ایمونیشن کے ذخیروں کا پتہ تھا اور انھیں جنگل کے راستوں اور پلوں کے متعلق بھی پوری پوری واقفیت تھی۔ اس لئے مکتی باہنی نے پاک فوج کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرنے اور پل اڑانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ ایسٹ بنگال رجمنٹ اور ایسٹ پاکستان رائفلز مکمل طور پر باغی ہو چکی تھیں اور وہ مکتی باہنی اور بھارتی فوج کے ساتھ مل گئی تھیں پاک فوج ایک وسیع بارڈر پر پھیلی ہوئی تھی۔ مکتی باہنی پیچھے سے سپلائی نہ پہنچنے دیتی تھی، جس کی وجہ سے پاک فوج کے دستے بعض جگہوں پر گھیرے میں آ جاتے تھے۔ راشن مورچوں تک پہنچانا ناممکن ہو گیا تھا۔ جس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ پاک فوج سپلائی پہنچانے کے لئے جس پل کو محفوظ رکھتی تھی، مکتی باہنی والے اڑا دیتے تھے اس کے باوجود پاک فوج کا مورال بلند تھا اگر کسی پوزیشن میں صرف ایک یا دو سپاہی رہ جاتے تھے تو وہ پوزیشن نہیں چھوڑتے تھے۔ آخر دم تک لڑتے تھے اور دشمن کی اپنے سے کئی گنا

زیادہ نفری کو روک لیتے تھے۔

سول اور فوج کے دفاتر جاسوسوں سے بھرے ہوئے تھے فوجی ہیڈ کوارٹروں میں (Code Words) خفیہ الفاظ کو ڈیسائفر کرنے والے آدمی بنگالی تھے مثلاً "چاٹگام کے ہیڈ کوارٹر میں کیپٹن اسحاق کے کمرے میں جہاں اہم خفیہ پیغام آتے جاتے تھے۔ وہاں ایک بنگالی افسر تھا۔ بنگلہ دیش اور بھارت کے بعض اخباروں نے سقوط مشرقی پاکستان کے بعد ان جاسوسوں کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ دن کے وقت انڈین ائر فورس کے طیاروں کی رہنمائی بڑے بڑے پتنگ اڑا کر کی جاتی تھی اور رات کے وقت بھارتی ہوابازوں کو روشنی کے سگنل دیئے جاتے تھے۔ جبکہ طیارہ شکن گنوں کی تعداد بہت کم تھی اور بھارتی طیارے بھارت کے طیارہ بردار بحری جہاز" وکرانت" سے اڑا کر تھوڑے سے وقفہ کے بعد متواتر حملے کرنے آتے تھے۔ بھارت کا طیارہ بردار بحری جہاز وکرانت قریب ہی کہیں گہرے پانیوں میں کھڑا تھا۔

۱۷ر دسمبر کی صبح کو ڈھاکا ریڈیو نے بنگالی ترانے بجانے شروع کر دیئے شہر میں گولیاں چلنے لگیں ہر طرف جے بنگلہ کے نعرے گونجنے لگے۔ قانون اور اخلاق ختم ہو گیا۔ مکتی باہنی نے قتل عام شروع کر دیا۔ جس پر ذرا شک ہوا کسی سے پوچھے بغیر گولی مار دی۔ گلیوں اور بازاروں میں سڑکوں پر لاشیں ہی لاشیں نظر آنے لگیں۔

شکست کی چند ایک وجوہات جو سامنے آتی ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ بھارتی فوج نے سرحدوں پر پاک فوج کو پھیلا دیا تھا اور ملک کے اندر

فوج نہ رہی تھی جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بھارت نے ہیلی کاپٹروں کے ذریعے اپنی فوج ڈھاکہ کے قریب آتاری۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ پاک فوج دشمن کے مقابلہ میں بہت کم تھی۔ سارا محاذ سنبھال نہیں سکتی تھی۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ پاک فوج پر پیچھے سے بھی وار ہو رہے تھے۔ چوتھی وجہ یہ تھی کہ پاک فضائیہ کے طیاروں کی کوئی مدد حاصل نہ تھی کیونکہ انڈین ائیر فورس نے بمباری کر کے پاک فوج کے ہوائی اڈوں کو بالکل بیکار کر دیا تھا۔ پاک فضائیہ کے طیارے پرواز نہ کر سکتے تھے۔

پاک فوج قید ہو گئی تو غیر بنگالی اپنے گھروں میں دبک گئے۔ بھارت کے کمانڈر انچیف جنرل مانک شا نے پمفلٹ تقسیم کئے اور ریڈیو سے بھی اعلان کیا کہ شہری لوگ ہتھیار واپس کر دیں۔ شہریوں کو بھارت سرکار نے ہتھیار دیئے تھے ڈھاکا میں میرپور اور محمد پور کا خاص طور پر نام لیا گیا۔ تمام غیر بنگالی محلوں اور بستیوں کو پہلے انڈین آرمی نے اور پھر مکتی باہنی نے اس بہانے سے گھیرے میں لے لیا کہ ان لوگوں نے ہتھیار جمع نہیں کرائے۔ بھارتی اور بنگالی غیر بنگالیوں کے گھروں میں گھس گئے اور تمام گھروں کو لوٹ لیا۔ ان کی بہو بیٹیوں کو بے آبرو کیا۔ شریف گھرانوں کی لڑکیوں کو بازاروں میں بیچا گیا۔ بچے قتل کئے گئے۔ غیر بنگالیوں کو ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔ کرفیو لگا کر ان کا سب کچھ ضبط کر لیا گیا۔

غیر بنگالیوں کے لئے سر شام کرفیو لگ جاتا تھا اور بنگالی بیدھڑک ان کے گھروں میں گھس کر من مانی کرتے تھے۔ ڈھاکا کے سقوط کے اصل

اسباب کا ابھی کسی کو علم نہیں۔ یہ ایک راز ہے جو پاک فوج کے جرنیلوں اور مشرقی پاکستان کی ہائی کمان کے سوا کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ ذلت آمیز شکست کیوں اور کیسے ہوئی۔ شاید جسٹس حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ اس راز پر سے پردہ اٹھا سکے ⁜

---

# مکتی باہنی کے مظالم

سقوط ڈھاکا کے فوراً بعد بنگلہ دیش میں غنڈے اور قاتل غراتے اور اپنے خونخوار دانت تیز کرتے ہوئے باہر نکل آئے کیونکہ لوٹ مار، قتل و غارت اور ظلم و ستم کا اندھیرا سارے ملک پر چھا رہا تھا۔ ایک طرف بھارتی فوجیں لوٹ کھسوٹ کر رہی تھیں، دوسری طرف کلکتے کے مارواڑی مشینیں، ٹرک، خوراک، امدادی سامان اور خام مال دن دہاڑے سمیٹ رہے تھے پھر مکتی باہنی کئی باہنیوں میں بٹ گئی۔ مکتی باہنی، چکتی باہنی، سولہ باہنی، لال باہنی۔ غرضیکہ ایک باہنی سے کئی باہنیاں نکل آئیں

مشرقی پاکستان کا مشہور قاتل عبدالقادر صدیقی بھی ایک باہنی کا سربراہ تھا۔ اس نے پلٹن میدان میں سرعام ایک بارہ سالہ بچے اور اس کے کچھ ساتھیوں کو اپنے ہاتھ سے سنگین مار مار کر اور ان کے زخموں میں سگریٹ بجھا بجھا کر اذیت دیتے ہوئے ہلاک کیا۔ اسی زمانے میں قاتلوں اور لیٹروں کی ایک ٹکڑی سولہ باہنی کے نام سے مشہور ہوئی۔ کیونکہ اس کی شکل مشرقی پاکستان کے عوام نے سولہ دسمبر کی لوٹ مار سے دیکھنی شروع کی۔

ایک باہنی شیخ مجیب نے خود بنائی اور اسے لال باہنی کا نام دیا۔ اس کا مقصد مشرقی پاکستان کے عوام کو یہ دھوکا دینا تھا کہ شیخ صاحب انقلابی ہیں مگر دراصل اس کا کام انقلابیوں کو قتل کرنا اور شیخ مجیب اور بھارت کے معترضوں کو ختم کرنا تھا۔ مقامی قاتلوں اور غنڈوں کی لوٹ مار اور بھارت کی غارتگری جاری رہی۔ مکتی باہنی کے گوریلے زیادہ تر مغربی بنگال کے بنگالی بولنے والے ہندو غنڈے تھے۔ بے رحم قاتلوں اور ڈاکوؤں نے ہزاروں مسلمان خواتین کو اغوا کر لیا۔ مشرقی پاکستان سے ہزارہا مصیبتوں کا مقابلہ کر کے واپس اپنے شہر ملتان پہنچنے والی ایک باہمت خاتون امینہ بیگم نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ بھارتی طیارے کبوتروں کی طرح ڈھاکا کی فضا پر چھا گئے تھے۔ بھارتی ہوا باز جان بوجھ کر شہری آبادی کو بمباری کا نشانہ بنا رہے تھے۔ رضا کار بھارتی طیاروں کے واپس جانے کے بعد نعشیں دفن کرنے میں مصروف ہوتے تو ہندوستانی طیارے پھر آ جاتے۔ اس طرح سینکڑوں رضا کار نعشیں دفن کرتے وقت خود بھی ان کے ساتھ دفن ہو گئے۔ امینہ بیگم

کے ہاتھ پاؤں متورم تھے۔ وہ اپنے دونوں بچوں کے ساتھ چٹاگانگ سے
ایک قافلے کے ہمراہ برما پہنچی تھیں۔ انھیں کئی میل پیدل بھی چلنا پڑا۔ ان
کے خاوند عبدالخالق برما میں تجارت کرتے تھے۔ وہ اپنے بچوں سمیت مارچ
میں اپنے بھائی کے پاس چٹاگانگ گئی تھیں جہاں وہ بھارتی حملے کے بعد
پھنس کر رہ گئیں۔ امینہ بیگم بڑی مشکل سے جان بچا کر اپنے بچوں سمیت برما
پہنچیں اور ان کے خاوند نے غیر ملکی طیارے میں کرایہ ادا کر کے انھیں کراچی
بھیجا۔ امینہ بیگم نے بتایا کہ ڈھاکا سے آنے والی خواتین اور ان کے مردوں اور
بچوں نے بھارتی فوجیوں اور مکتی باہنی کے غنڈوں کے مظالم کی لرزہ خیز
داستانیں بیان کیں۔ ڈھاکا اور چٹاگانگ میں انسانی خون بہانے کے واقعات
ان کی نظروں کے سامنے سے گزرے ہیں۔ لوگ رات کو سو نہ سکتے تھے ان
کے بچے اٹھ اٹھ کر چیخ چیخ کر ان کے گلے لگ جاتے۔

مکتی باہنی کے رضا کار دراصل کلکتہ مغربی بنگال کے شہروں کے بنگالی
بولنے والے ہندو غنڈے تھے، جو مشرقی پاکستان میں لوٹ مار کی غرض سے
داخل ہوئے انھیں بھارتی فوج نے اسلحہ دیا۔ بے رحم قاتلوں اور ڈاکوؤں
کے یہ گروہ سینکڑوں کی تعداد میں مسلمان خواتین کو اغوا کرتے رہے اور ان
کی سر بازار بے حرمتی کی گئی۔ مکتی باہنی کے رکن ہاتھوں میں سٹین گنیں لئے
ڈھاکا کے بازاروں اور گلیوں میں ان لوگوں کا پتہ لگا رہے تھے جنھوں
نے ان کے عدم تعاون کے مطالبے کو ٹھکرایا اور حکومت کے ساتھ تعاون کیا۔
سب سے پہلا شکار ڈھاکا یونیورسٹی کے وہ پروفیسر اور دانش ور بنے،

جنھوں نے حکومت مشرقی پاکستان کی اپیل کر ڈھاکہ یونیورسٹی کا کاروبار چلایا۔ ان پروفیسروں اور دانش وروں کو ان کے گھروں اور پناہ گاہوں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر اکٹھا کیا گیا۔ اور رمنا ریس کورس گراؤنڈ میں ان کے ہاتھ کمر پر باندھ کر سب کے سامنے گولی سے اڑا دیا گیا۔ اس وقت اس گراؤنڈ میں ۱۴۵ لاشیں ان دانشوروں کی پڑی تھیں۔ بعض پروفیسروں کے پورے کے پورے کنبے کا صفایا کر دیا گیا۔ انھیں اس بیدردی سے موت کے گھاٹ اتارا گیا، کہ اس وحشیانہ حرکت کی مثال نہیں ملتی۔

مکتی باہنی کے دستے کالعدم عوامی لیگ کے قومی اسمبلی کے ارکان کی قیادت میں بھی اپنے اپنے علاقوں کا گشت لگاتے رہے اور دیہات میں قتل و غارت گری کا بازار گرم کرتے رہے۔ ڈھاکا ریڈیو نے جسے بعد میں بنگلہ بتیار کیندر کا نام دیا گیا ان ارکان اسمبلی کے نام لے کر بتایا تھا کہ ان کی ہدایت پر مکتی باہنی تمام غداروں کو صاف کر رہی ہے۔ کئی نو منتخب ارکان اسمبلی بھی قتل کیے گئے بعض نامور لیڈروں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ریڈیو نے اعلان کیا کہ ہر وہ شخص جس نے ڈاکٹر مالک کی حکومت کے ساتھ تعاون کیا یا ان کی اپیل پر اپنے اپنے علاقے میں حکومت کا ساتھ دیا اسے چن چن کر صاف کیا جا رہا ہے۔ ایسے کسی شخص کے ساتھ کوئی بھی رعایت نہ کی جائے گی۔ ریڈیو نے یہ بھی بتایا کہ ایک اعلیٰ اختیار کا کمیشن مقرر کر دیا جائے گا جو تمام سرکاری ملازموں اور افسروں کا جائزہ لے گا۔ اور جن پر سابقہ حکومت سے تعاون کا ذرا بھی شک ہوگا انھیں ہرگز معاف نہ کیا جائیگا۔

اس کمیشن کے تمام سرکاری ملازموں کو فی الفور اپنے سامنے پیش ہونے کا حکم دیا۔ عدم عدولی کی بنا پر انھیں دھمکی دی گئی کہ انھیں اور ان کے بچوں کو تہ تیغ کر دیا جائے گا۔ مجیب باہنی نے بھی لوگوں کے قتل عام کے ایسے کئی نادر شاہی حکم صادر کیئے۔ سقوط مشرقی پاکستان کے بعد بنگلہ دیش میں جنگل کے قانون نافذ کر دیئے گئے تھے۔ درندوں کو چیرنے پھاڑنے کی کھلی چھٹی تھی۔ میگھنا اور پدما کی دھرتی پر راونوں کا راج تھا جو لاکھوں ستیاؤں کو دن کے اجالے میں اغوا کر رہے تھے۔

لیکن اب جبکہ مشرقی پاکستان میں ظلم وستم انتہا پر پہنچ چکا ہے۔ مشرقی پاکستان کے عوام نے تمام باہنیوں کو جن کی ابتدا بھارت میں مکتی باہنی کے نام سے شروع ہوئی، چکتی باہنی یعنی چوراچکوں کی باہنی کا نام دے دیا ہے۔ اور اس سے مشرقی پاکستان کے عوام کی ذہنی کیفیت کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔ اور مشرقی پاکستان کی معاشرتی کیفیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ مجیب باہنی کے جرنیل اور مشرقی پاکستان کے قاتل اعظم اور شیخ مجیب کے خصوصی مشیر عبدالقادر صدیقی نے شیخ مجیب کے خلاف تانگیل کے مقام پر ایک متوازی حکومت قائم کر کے غنڈہ گردی شروع کر دی ہے۔ ان غنڈوں کے پاس بھارتی اسلحہ جات اور گولہ بارود کے ذخیرے موجود ہیں۔ شیخ مجیب کی گرفت دن بدن ڈھیلی ہوتی جا رہی ہے۔ جیل سے رہا ہو کر ڈھاکا پہنچنے کے تھوڑے ہی دن بعد انھوں نے کہا کہ یہاں میں جس حال میں ہوں اس سے تو مغربی پاکستان کی جیل میں زیادہ اچھا تھا۔ بنگلہ دیش میں شیخ مجیب الرحمٰن

کے اتنے اختیارات بھی نہیں جتنے گاؤں میں کسی پٹواری کے ہوتے ہیں۔ مشرقی پاکستان کے تمام رسل و رسائل اور سرحدی اضلاع کی تجارت پر بھارت کا قبضہ ہے۔ مشرقی پاکستان کے تمام ترقیاتی منصوبے بھارت کی منظوری کے محتاج ہیں۔ مشرقی پاکستان کے خارجی تعلقات بھارت کے دائرہ اختیار میں ہیں اس پر یہ پابندی بھی ہے کہ وہ سال میں کم از کم دو کروڑ کی مچھلی اور سبزیاں پھل اور مرغی انڈہ بھارت کو مہیا کرے۔ لیکن مشرقی پاکستان کے عوام اس لوٹ کھسوٹ اور دھاندلی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور ان کی کمان مولانا بھاشانی اور ڈاکٹر طٰہٰ نے سنبھال لی ہے۔ شیخ مجیب نے بھارتی افواج اور ائر فورس کی مدد سے باریسال، باقرگنج، کھلنا اور گورندی کے علاقوں میں ہوائی جہازوں سے بم برسائے ہیں۔ اترہ کا تو پورا گاؤں صاف ہو چکا ہے۔ ایک جھڑپ میں شیخ مجیب کے بھانجے بھی نکسل باڑی انقلابیوں کے مقابلے میں مارے جا چکے ہیں۔ اب عبدالقادر صدیقی نے متوازی حکومت قائم کر لی ہے۔ شیخ صاحب کے پاس مشرقی پاکستان نے عوام کے لئے کچھ بھی نہیں۔ انقلاب جاری ہو چکا ہے۔ جس کے سامنے کوئی شیخ مجیب اور کوئی عبدالقادر صدیقی نہ ٹھہر سکے گا۔

مشرقی پاکستان میں بھارتی فوج اور غنڈوں کی لوٹ مار سے مہنگائی پیدا ہونے کی وجہ سے وہاں کے ۹۰ فیصد افراد مجیب حکومت کے خلاف ہو گئے تھے اور اور اب وہ بنگلہ دیش کی بجائے آزاد پاکستان کے نعرے لگانے لگے ہیں ان میں اکثریت بھاشانی گروپ کی ہے جو یہ چاہتے ہیں کہ مکمل خود مختاری کے

ساتھ پاکستان سے الحاق ہو جائے۔

اس بات کا انکشاف مشرقی پاکستان کے ایک تاجر محمد شمشاد نے کیا ہے۔ جو حال ہی میں اپنے خاندان کے ساتھ مغربی پاکستان پہنچے ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ مشرقی پاکستان میں تقریباً تمام فیکٹریاں بند پڑی ہیں۔ کیونکہ بھارتیوں نے ان فیکٹریوں کی تمام مشینری اور دوسرا سامان لوٹ کر بھارت پہنچا دیا ہے، جس سے بیروزگاری میں خطرناک حد تک اضافہ ہوا ہے اس کے علاوہ دیگر ملازمین کی تنخواہیں بھی دس سے چالیس ۴۰ فیصد تک کم کر دی گئی ہیں۔ لوگوں میں بے چینی پھیلی ہوئی ہے، وہ شور مچا رہے ہیں۔

"ہم ایسی آزادی نہیں چاہتے۔"

"ہمیں معلوم نہ تھا بھارت ہمارے ساتھ ایسا سلوک کرے گا۔"

لوگوں نے بھارتی اشیا کا بالکل بائیکاٹ کر رکھا ہے۔ وہ پاکستان کی بنی ہوئی اشیا کسی بھی قیمت پر خرید لیتے ہیں حال ہی چٹاگانگ کے چھ سات لیڈروں نے شیخ مجیب الرحمٰن سے کہا کہ انھیں جانے کی اجازت دی جائے وہ بنگلہ دیش میں نہیں رہنا چاہتے۔ مجیب حکومت کے باغی ٹولے نے چٹاگانگ میں مسلم بنگال کے نام پر ایک ریڈیو سٹیشن بھی قائم کر رکھا ہے وہ لوگ چکمہ قبائل اور میزو قبائل کے ساتھ مل کر بنگلہ دیش کی انتظامیہ کے لئے نت نئے مسائل پیدا کر رہے ہیں۔ یہ لوگ اب تک بھارتی فضائیہ کے تین جہاز گرا چکے ہیں۔ بنگلہ دیس پریس وہاں پر پاکستان کے خلاف زہر افشانی کر رہا ہے اور معمولی معمولی باتوں کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے۔ مغربی پاکستان

آنے کے خواہش مند غیر بنگالی بروکروں کے ذریعے جعلی پرمٹ بنواتے ہیں اور ہوائی اڈے کا عملہ ان سے واگزاری کے لئے ۱۲۵ روپے وصول کرتا ہے ہوائی اڈے کا عملہ مسافروں کی تلاشی لینے کے بہانے انھیں تمام رقم سے محروم کر دیتا ہے وہ ہر روز مسافروں سے ۳۰/۳۵ ہزار روپے وصول کر لیتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ لال باہنی میں بھی سول کپڑوں میں بھارتی فوج موجود ہے جس نے تشدد کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ بمباری اور جہازوں کے ڈوبنے کی وجہ سے چٹاگانگ کی بندرگاہ کام نہیں کر رہی۔ روس نے اب تک وہاں سے دو جہاز نکالے ہیں۔

تانگیل، پبنہ اور راجشاہی کے علاقوں میں مجیب حکومت کا کنٹرول قطعی طور پر نہیں ہے۔ تانگیل میں جہاں بھاشانی کا گھر ہے قادر شیر نے متوازی حکومت قائم کر رکھی ہے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے انتخابات میں عوامی لیگ کو بری طرح شکست ہوئی ہے۔ بیرونی ممالک سے بنگلہ دیش کو بھیجا جانے والا سامان بھارت پہنچ جاتا ہے اور پھر وہاں سے سمگل ہو کر بنگلہ دیش کے بازاروں میں فروخت ہوتا ہے۔

۳ر دسمبر کو جب جنگ شروع ہوئی تو محمد شمشاد کنٹونمنٹ کے علاقہ میں رہائش پذیر تھے۔ وہاں ہر پندرہ منٹ کے بعد بھارتی جہاز بم گراتے تھے۔ اس پر انھوں نے گورنر ہاؤس کے سامنے ایک کرائے کے مکان میں رہائش اختیار کر لی۔ سقوط ڈھاکا کے روز تین جیپ گاڑیاں ان کے گھر کے سامنے آکر رکیں۔ اس میں سے چار افراد نکل کر ان کے گھر آئے۔ اور ریڈیو، گھڑیاں

زیورات اور دوسرا سامان اپنے ساتھ لے گئے۔ انہوں نے عورتوں اور مردوں کو الگ کر دیا۔ مردوں کو قطار میں کھڑا کر کے فائرنگ کی لیکن خوش قسمتی سے کوئی جانی نقصان نہ ہوا۔ دوسرے روز بھی مکتی باہنی کے افراد اسلحہ تلاش کرنے کے بہانے ان کے گھر داخل ہوئے اور جو سامان بچا تھا اپنے ساتھ لے گئے۔

دوسرے روز وہ پھر آ دھمکے اور کہنے لگے، ہمیں ۴ ہزار غیر بنگالیوں کو قتل کرنے کا حکم ملا ہے۔ تم ہمیں فی آدمی ۲۰ ہزار روپے دو تو ہم تمہیں چھوڑ دینگے ان کے پاس اس وقت ۱۸سو روپے تھے۔ جو ان کے حوالے کر دیئے گئے۔ اور باقی دوسرے روز ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ لیکن وہ جگہ چھوڑ کر بنگسال کے علاقہ میں منتقل ہو گئے۔ جہاں انھوں نے ایک کمرہ میں رہائش اختیار کی اور چار ماہ تک دروازے سے قدم باہر نہ نکالا۔ مکان کا مالک ۱۰۰ کی بجائے ۳۰۰ روپیہ کرایہ لیتا تھا۔ محمد شمشاد نے بتایا کہ وہ ایک ہیمن کی معرفت پرمٹ بنوا کر کلکتہ چلے گئے اور وہاں چھ سات روز گزار کر کھٹمنڈو چلے گئے وہاں پاکستان کے سفارت خانے نے انھیں عارضی پاسپورٹ جاری کر دیئے چنانچہ وہ وہاں سے بنکاک پہنچے اور پھر وہاں سے ہوائی جہاز کے ذریعے کراچی آ گئے۔

# دہلی اور ڈھاکا میں شیخ مجیب کا استقبال

شیخ مجیب الرحمٰن مغربی پاکستان میں نو ماہ کی قید کاٹنے کے بعد دہلی پہنچے، تو آزاد بنگلہ دیش کے صدر کی حیثیت سے ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ ہوائی اڈے پر بنگلہ دیش کے قائمقام صدر نذرالاسلام وزیر اعظم تاج الدین احمد اور کابینہ کے وزیروں اور لاکھوں افراد نے انھیں خوش آمدید کہا شیخ مجیب کے والد اور خاندان کے دیگر افراد بھی ہوائی اڈے پر موجود تھے۔ برطانیہ امریکہ، روس، پولینڈ، نیپال، یوگوسلاویہ، جاپان اور چیکوسلاویکیہ کے سفارتی نمائندوں نے بھی شیخ مجیب کو مبارکباد دی۔ شیخ مجیب

کو ہاروں سے لاد دیا گیا۔ اور ان کے حامی خوشی کے آنسو لیئے اپنے رہنما کے حق میں نعرے لگا رہے تھے۔

شیخ مجیب الرحمٰن کا طیارہ مقامی وقت کے مطابق ایک بجکر ۴۰ منٹ پر ڈھاکا کے ہوائی اڈہ پر اترا۔ انھیں ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ اور بھارت کی تینوں افواج کے دستوں اور ایسٹ بنگال رجمنٹ نے گارڈ آف آنر پیش کیا۔ طیارے کے دروازے پر بنگلہ دیش کے وزیر اعظم تاج الدین احمد نے شیخ مجیب کا استقبال کیا۔ شیخ مجیب نے ڈھاکا میں غیر ملکی سفارتی نمائندوں سے ملاقات کی۔ ہوائی اڈے پر لوگوں کی محدود تعداد کو داخلہ کی اجازت دی گئی تھی شیخ مجیب کے بچے بھی ہوائی اڈے پر موجود تھے۔ بیگم مجیب اڈے پر نہیں آئیں۔

ہوائی اڈے سے شیخ مجیب کو ایک جلوس کی شکل میں ریس کورس گراؤنڈ لے جایا گیا۔ ۹ میل لمبے راستے پر دونوں جانب ہر جگہ لاکھوں لوگ شیخ مجیب کے استقبال کے لئے جمع تھے۔ ڈھاکہ میں عمارتوں پر شیخ مجیب اور اندرا گاندھی کی بڑی بڑی تصویریں لگائی گئی تھیں۔

ڈھاکہ کے ہوائی اڈے پر زبردست ہجوم تھا۔ جب شیخ مجیب کا طیارہ ہوائی اڈے پر اترا تو جے بنگلہ کے نعروں سے فضا گونج اٹھی۔ بہت سے لوگ طیارے کی طرف دوڑ پڑے۔ ان میں بھارتی فوجی بھی شامل تھے عوامی لیگ کے کارکنوں نے انھیں ہار پہنائے۔ اور شیخ مجیب ہاتھ ہلا ہلا کر مسکراتے رہے۔ ۵۱ سالہ مجیب ۹½ ماہ کی نظر بندی کے بعد ڈھاکہ واپس پہنچے تھے گارڈ آف آنر کی سلامی لیتے وقت بنگلہ دیش کی مسلح افواج کے کمانڈر انچیف کرنل عثمانی ان کے

ساتھ کھڑے تھے۔

شیخ مجیب ٹرک میں سوار ہو کر ریس کورس گراؤنڈ کی طرف روانہ ہوئے اس گراؤنڈ میں انھوں نے سول نافرمانی کی تحریک کا اعلان کیا تھا اور یہیں پچھلے دنوں پاکستانی فوج نے ہتھیار ڈالے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ڈھاکا کی پوری ۱۰ لاکھ کی آبادی سڑکوں پر نکل آئی ہے۔

ریس کورس گراؤنڈ کی طرف جاتے ہوئے جگہ جگہ شیخ مجیب کے ٹرک کو رکنا پڑا۔ وہ ایک گھنٹے میں ہوائی اڈے سے ریس کورس گراؤنڈ پہنچے ڈھاکا کی سڑکوں پر لوگ گیت گا رہے تھے اور خوشی سے ناچ رہے تھے۔ اور اندرا گاندھی اور مجیب الرحمن کے نعرے لگا رہے تھے۔

قبل ازیں آج صبح آٹھ بجے برطانیہ کی شاہی فضائیہ کا ایک طیارہ شیخ مجیب الرحمن کو لے کر مغربی پاکستان کے وقت کے مطابق ۱۲ بجے دہلی کے پالم ائرپورٹ پر اترا۔ ہوائی اڈے پر بھارت کے صدر وی۔ وی گری اور وزیراعظم مسز اندرا گاندھی کے علاوہ بھارتی کابینہ کے وزیر، روس اور اس کے حلیف ملکوں کے سفارتی نمائندے، برطانیہ، آئرلینڈ اور یوگوسلاویہ، فرانس، ڈنمارک اور ویٹیکن کے سفارتی نمائندے موجود تھے۔ امریکی سفیر ہوائی اڈے پر نہیں آئے۔ تقریباً ۱۰۰ بھارتی سرکاری افسر بھی شیخ مجیب کے لئے پھولوں کے ہار لے کر ہوائی اڈے پر موجود تھے۔ شیخ مجیب کا بنگلہ دیش کے صدر کی حیثیت سے استقبال کیا گیا۔ صدر گری اور وزیراعظم اندرا گاندھی نے ان سے معانقہ کیا۔ شیخ مجیب نے بھارتی بری فوج، فضائیہ اور بحریہ کے دستوں کے گارڈ آف آنر کا

معائنہ کیا۔ بنگلہ دیش اور بھارت کے قومی ترانے بجائے گئے۔ ہوائی اڈے پر صدر گری اور شیخ مجیب نے مختصر تقریریں کیں۔

بعد میں شیخ مجیب الرحمٰن بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کے ساتھ کار میں دہلی چھاؤنی کی پریڈ گراؤنڈ میں گئے۔ جہاں انھوں نے جلسہ عام سے خطاب کیا۔ جلسہ گاہ میں ۲۰ فٹ اونچا سٹیج بنایا گیا تھا جس پر مسز اندرا گاندھی خوبصورت سبز ساڑھی اور گہرے رنگ کا کوٹ زیب تن کئے شیخ مجیب کے ساتھ کھڑی تھیں۔ سٹیج کے پیچھے ایک بہت بڑا بینر لگایا گیا تھا جس پر "شیخ مجیب کی جے" اندرا گاندھی کی جے" کے نعرے لکھے تھے۔

جلسہ میں اپنی تقریر کے خاتمہ پر شیخ مجیب نے جے ہند اور جے اندرا گاندھی کا نعرہ لگایا۔ جس کے فوراً بعد مسز اندرا گاندھی نے شیخ مجیب الرحمٰن زندہ باد کا نعرہ لگایا۔

## ڈھاکا میں مجیب کی تقریر

مشرقی پاکستان پہنچتے ہی مشرقی پاکستان کے رہنما شیخ مجیب الرحمٰن نے ڈھاکا میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ صدر بھٹو پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان جن رابطوں کے خواہاں تھے اب ایسے رابطوں کا کوئی امکان نہیں اور آج سے بنگلہ دیش اور پاکستان کے درمیان تمام رابطے ہمیشہ کے لئے ختم کئے جارہے ہیں۔ ڈھاکا پہنچنے کے بعد ریس کورس گراؤنڈ میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے شیخ مجیب نے بھٹو صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ

"آپ بھی امن سے رہیئے اور ہمیں بھی امن سے رہنے دیجئے۔" شیخ مجیب نے خبردار کیا کہ اگر پاکستان کے صدر ذوالفقار علی بھٹو نے کسی طاقت سے مل کر نئی مملکت بنگلہ دیش کے ٹکڑے کرنے کی کوشش کی تو ہم انھیں ایسا کرنے نہیں دیں گے۔

اب میں بنگلہ دیش کی سرزمین پر آ گیا ہوں اور اس کی آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دوں گا۔ بنگلہ دیش کی قومی پالیسی سوشلزم، جمہوریت اور سیکولرازم پر مبنی ہو گی۔ بنگلہ دیش کی آزادی کے لئے لاکھوں عوام نے جو بھاری قربانیاں دی ہیں ان کی مثال دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ بنگلہ دیش اب ایک آزاد ملک ہے اور یہ آنے والے وقت میں بھی آزاد رہے گا۔

۴۰ منٹوں کی تقریر کے دوران شیخ مجیب الرحمٰن کی آواز جذبات سے بھرائی رہی۔ اور اس دوران نعرے لگتے رہے۔ شیخ مجیب نے بنگلہ دیش کے لئے جانیں قربان کرنیوالے بنگالیوں کو بھی خراج عقیدت پیش کیا انہوں نے کہا کہ رہائی سے قبل میں نے جناب بھٹو سے کہا تھا کہ میں اپنے عوام سے مشورہ کئے بغیر بنگلہ دیش کے مستقبل کے بارے میں کوئی وعدہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں پوری طرح صورت حال سے واقف نہیں ہوں۔ اب میں پاکستان کے عوام سے کہتا ہوں کہ آپ خوشی سے اپنے ملک میں رہیں۔ آپ کی فوج نے میرے ملک میں جو کچھ کیا ہے آپ اس کے ذمہ دار نہیں ہیں لیکن مجھے افسوس ہے کہ اب بنگلہ دیش کے لئے مزید عرصہ تک پاکستان کے ساتھ رہنا ممکن نہیں

ہے۔ رابطے ختم ہو چکے ہیں اور اب کوئی رابطہ نہیں ہوگا۔ میں جناب بھٹو سے کہتا ہوں کہ آپ بھی امن سے رہیں اور ہمیں بھی امن سے رہنے دیں لیکن اگر پاکستان نے کسی طاقت سے مل کر ہمارے خلاف کچھ کیا تو ہم اس کی اجازت نہیں دیں گے۔ اور اسے ناکام بنا دیں گے۔ شیخ مجیب نے کہا کہ پاکستانی ہمیں غیر مسلم کہتے ہیں لیکن میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ بنگلہ دیش انڈونیشیا کے بعد دنیا کی دوسری بڑی مسلمان مملکت ہے۔ انڈونیشیا کی آبادی ۱۱ کروڑ ہے جبکہ بنگلہ دیش کی ۱/۲ ۷ کروڑ۔ اور پاکستان کے باقی حصے کی ۱/۲ ۵ کروڑ۔

اقوام متحدہ کی بین الاقوامی عدالت میں جنگ میں قتل عام کے مرتکب افراد اور پاکستان کے ایجنٹوں کے خلاف مقدمہ چلایا جائے گا۔ اور حقیقی غدار سزا سے نہیں بچ سکیں گے۔ تاہم میں اپنے عوام کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لیں اور آج کے بعد کوئی غیر قانونی حرکت نہ کریں۔

تقریر کے دوران شیخ مجیب الرحمٰن بے اختیار دو مرتبہ رو دیئے۔ پہلی مرتبہ ان کی آنکھوں سے اس وقت آنسو چھلک پڑے جب انھیں بنگلہ پتا (بابائے قوم) کی حیثیت سے متعارف کرایا گیا۔ اور دوسری مرتبہ وہ اپنی تقریر کے خاتمہ پر رو دیئے۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے بتایا کہ جب میں نے برطانوی فضائیہ کے طیارے سے اترنے کے بعد وطن کی مقدس سرزمین پر قدم رکھا تو اس وقت میں نے بڑی مشکل سے آنسوؤں کو روکا۔ میں مسلسل سوچتا رہتا تھا کہ کیا میں کبھی اپنے سنہرے بنگال میں واپس جا سکوں گا۔ انھوں نے میری قبر کھود رکھی تھی اور یہ خدا ہی کی مہربانی ہے کہ میں آج یہاں ہوں۔ میں نے پاکستانی حکمرانوں کو بتا دیا

تھا کہ میں کبھی ان سے رحم طلب نہیں کروں گا۔ میں مسکراتا ہوا تختہ دار تک جاؤنگا اور اگر مر بھی گیا تو مجھے یقین ہے کہ میرے عوام ضرور آزاد ہوں گے رہائی سے قبل راولپنڈی میں مجھ سے بات چیت کے دوران جناب بھٹو نے مجھ سے کہا تھا کہ میں پاکستان کے ساتھ کسی قسم کا تعلقات برقرار رکھوں۔ لیکن میں نے ان سے کہا تھا۔ کہ میں اس وقت کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ حقیقت میں مجھے ابھی صورت حال کا علم نہیں ہے۔ اب میں جناب بھٹو سے کہتا ہوں کہ پاکستان کے ساتھ ہم تمام تعلقات ہمیشہ کے لئے ختم کر رہے ہیں۔ مغربی پاکستان کے عوام کے ساتھ میری کوئی دشمنی نہیں ہے میں ان کی بہتری اور خوشحالی کے لئے دعا گو ہوں وہ اپنے ملک میں آزاد رہیں اور ہمیں اپنے ملک میں آزاد رہنے دیں۔

شیخ مجیب الرحمٰن نے مشرقی پاکستان میں آباد غیر بنگالی مسلمانوں کو جو بنگالیوں کی طرف سے انتقامی کارروائیوں سے سخت خوفزدہ ہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا لیکن اعلان کریں کہ آپ بنگالی بن گئے ہیں تاہم جن لوگوں نے ظالموں کے ایجنٹوں کا کردار ادا کیا ہے ان پر عدالتوں میں مقدمات چلائے جائیں گے اور میں یہ مطالبہ بھی کروں گا کہ میرے ملک میں قتل و غارتگری کے ذمہ دار جنگی مجرموں پر مقدمہ چلانے کے لئے عالمی قانون دانوں کا کمشن مقرر کیا جائے۔

شیخ مجیب نے بنگالیوں کو انتقامی کارروائیوں اور لوٹ مار سے احتراز کرنے کی تلقین کرتے ہوئے کہا کہ میں آپ کے صدر یا آپ کے رہنما کی حیثیت میں نہیں بلکہ آپ کے بڑے بھائی کی حیثیت میں آپ سے اپیل کرتا ہوں۔ حکم دیتا ہوں

اور ہدایت کرتا ہوں کہ بنگلہ دیش میں آج سے ہر قسم کی لافانونیت ختم کر دی جائے
شیخ مجیب الرحمٰن نے جذبات سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا کہ آج میرا
ملک آزاد ہے آج سنہرا بنگال آزاد ہے آج میرا خواب پورا ہو گیا ہے۔

اس سے قبل آج صبح دہلی پہنچنے پر شیخ مجیب الرحمٰن نے ہوائی اڈے
پر بھارت کے صدر وی وی گری کی تقریر کے جواب میں اپنی تقریر میں کہا۔
کہ میں نے آپ کے عظیم دارالحکومت میں ٹھہرنے کا فیصلہ کیا تاکہ میں اپنی قوم کے
بہترین دوستوں کا شکریہ ادا کر سکوں۔ بھارت کے عوام اور حکومت نے مسز
اندرا گاندھی کی قیادت میں میرے عوام کی مدد کی ہے۔ مسز اندرا گاندھی صرف عوام
کی رہنما نہیں بلکہ انسانیت کی رہنما ہیں۔

شیخ مجیب الرحمٰن نے اپنی آنکھوں میں آنسو ضبط کرتے ہوئے کہا کہ میرے
لئے یہ سب سے زیادہ خوشی کا موقع ہے۔ بھارت نے میرا یہ سفر ممکن بنایا ہے
یہ سفر تاریکی سے روشنی کی طرف اور قید سے آزادی کی طرف ہے میں آخر کار
۹ مہینے کے بعد سنہرے بنگال میں واپس جا رہا ہوں جو میرے خوابوں کی سرزمین
ہے۔ ان نو مہینوں میں میرے عوام نے جنگ لڑی ہے اور مصیبتیں اٹھائی ہیں
میں قید میں تھا، میرے عوام لڑے، اب وہ فتح یاب ہیں اور میں ان کے پاس
جا رہا ہوں۔ میں اب روشنی کی طرف جا رہا ہوں، آزاد اور خود مختار بنگلہ دیش
میں لاکھوں عوام کی فاتحانہ مسکراہٹوں کے درمیان جا رہا ہوں۔ میرے دل میں
کسی کے لئے نفرت نہیں ہے لیکن سچ جھوٹ پر غالب آگیا ہے بزدلی کے مقابلے
میں جرات مندی کی فتح ہوئی ہے اور نا انصافی کے مقابلے میں انصاف کامیاب

ہوا ہے۔ اب مجھے اور میرے عوام کو موقع ملا ہے کہ ہم فتح کو امن میں بدل دیں میں نے نو مہینے مغربی پاکستان کی جیل میں گزارے اور میری آزادی سے پہلے میرے عوام بھی غلامی سے نکل کر آزاد ہو چکے ہیں، مایوسی امید میں بدل گئی ہے میں اپنے عوام کو یہ نصب العین دیتا ہوں۔ نفرت کے مقابلے میں محبت، ناانصافی کے مقابلے میں انصاف اور برائی کے مقابلے میں اچھائی۔

ہوائی اڈے کی تقریبات کے خاتمہ پر شیخ مجیب نے دہلی چھاؤنی کی پریڈ گراؤنڈ میں ایک جلسہ سے خطاب کیا انھوں نے انگریزی میں تقریر شروع کی۔ لیکن ہجوم کے اصرار پر بنگلہ میں بولنا شروع کیا۔ شیخ مجیب نے کہا کہ بھارت اور بنگلہ دیش کے درمیان ابد تک دوستانہ تعلقات رہیں گے۔ اور دونوں ملک بھائیوں کی طرح رہیں گے۔ تاریک دنوں میں بھارت سرکار اور اس کے عوام نے ہماری جس طرح مدد کی ہے ہم اسے کبھی فراموش نہ کریں گے۔ اور میرے ملک کے عوام ہمیشہ بھارتی حکومت اور عوام کے احسان مند رہیں گے۔

شیخ مجیب نے ایک کروڑ پناہ گزینوں کی حفاظت کرنے پر بھی بھارت کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ مجھے علم ہے کہ بھارتی عوام زیادہ امیر نہیں لیکن انھوں نے پھر بھی ہمارے لوگوں کو رہائش اور خوراک دی۔ تقریر ختم کرنے کے بعد شیخ مجیب بیٹھ گئے۔ اور کہا کہ میں آج زیادہ تقریر نہیں کر سکتا کیونکہ اب میں وہ مجیب الرحمٰن نہیں ہوں جو ۹ ماہ پہلے تھا اور گھنٹوں کی تقریر میں سامعین پر سکوت طاری رکھنے میں مشہور تھا۔

---

# جنگی قیدی

پاکستانی افواج کے ہتھیار ڈالتے ہی مشرقی پاکستان میں قتل و غارت کا بازار پھر سے گرم ہو گیا تھا۔ ہر طرف آگ برسنے لگی تھی موت کے گھاٹ اترتے ہوئے بے گناہ انسانوں کی دردناک چیخوں، دھماکوں اور سنسناتی ہوئی گولیوں کی آوازوں کے سوا کچھ سنائی نہ دیتا تھا خاص کر ڈھاکا میں تو ایک قیامت برپا تھی۔ گلیوں اور بازاروں میں غیر بنگالیوں کا خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ جابجا خاک و خون میں لتھڑی ہوئی لاشوں کے انبار لگے تھے۔ محب وطن پاکستانیوں کا قتل عام کیا جا رہا تھا۔

۱۶ر دسمبر کی صبح کو سورج خون اور شعلوں کے سمندر سے طلوع ہوا۔ جنرل نیازی ڈھاکا کے ہوائی اڈے پر ہندوستانی جنرل جگجیت سنگھ اڑورا کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ جنرل اروڑا کا ہیلی کاپٹر ۹ بجے ڈھاکا کے ہوائی اڈہ پر اترا، جہاں جنرل نیازی نے ان کا استقبال کیا۔ اور پھر وہ طے شدہ پروگرام کے مطابق رمنا ریس کورس گراؤنڈ کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں جنرل نیازی کو پاکستان کی شکست کے کاغذات پر دستخط کرنے تھے یہ وہی رمنا ریس کورس گراؤنڈ تھی جہاں شیخ مجیب الرحمٰن نے چھ نکات کا اعلان کیا تھا۔

رمنا ریس کورس گراؤنڈ میں ہندوستانی فوج کا پہرہ تھا جبکہ چاروں طرف بھرے ہوئے لوگ ہاتھوں میں لاٹھیاں، برچھے، بندوقیں، رائفلیں لئے منڈلا رہے تھے۔ جب دونوں جنرل وہاں پہنچے تو یہ لوگ شور مچانے لگے۔ انھوں نے پاکستان اور افواج پاکستان کے خلاف نعرے لگائے۔ آوازے کسے۔ پھبتیاں اڑائیں۔ وہ جو کچھ کہہ سکتے تھے انھوں نے بیدھڑک اور بلند آواز میں کہا۔ محبّ وطن پاکستانیوں کے لئے یہ بڑے صبر آزما اور کٹھن لمحے تھے۔

جنرل نیازی نے شکست کے کاغذات پر دستخط کئے اپنا ریوالور اور پیٹی اروڑا کے حوالے کر دی۔ ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ ڈائس سے اتر کر اپنی کار کی طرف بڑھے تو بپھرے ہوئے لوگوں کے ہجوم سے ایک شخص نے آگے بڑھ کر ناک سے رینٹھ نکالا اور ان کی طرف اچھال دیا ایک اور شخص نے آگے بڑھ کر جنرل نیازی کے سر پر جوتا دے مارا اور پھر بپھرے ہوئے لوگ پاک فوج کے قیدی سپاہیوں پر پل پڑے۔ جو کچھ جس کے ہاتھ میں آیا ان پر

دے مارا۔ پاک فوج کے قیدی سپاہیوں کو سنگینوں کے کچوکے دے دے کر بھیڑ بکریوں کی طرح ڈھاکا کے بازاروں میں ہانکا گیا۔ ان پر گولیاں چلائی گئیں وہ زخمی بھی ہوئے اور شہید بھی۔ دنیا کی کسی فاتح فوج نے مفتوح جنگی قیدیوں کے ساتھ ایسا سلوک نہ کیا ہو گا۔ جو بھارتی فوجوں نے پاکستانی جنگی قیدیوں کے ساتھ کیا۔ جبکہ جنیوا کانفرنس کے اصولوں کے تحت شکست کے کاغذات پر یہ شرط بھی موجود تھی کہ ہتھیار ڈال دینے کے بعد ہر پاکستانی سپاہی کی حفاظت کی جائے گی۔ اسے کسی قسم کا کوئی گزند نہ پہنچنے پائے گا اور نہ اس کی تذلیل کی جائے گی۔ مگر یہ سب کچھ ہوا۔ جس کا جواب پاک فوج کے جیالوں نے نہایت سکون و تحمل سے دیا۔ ان کے چہرے پر اس وقت وہی جلال، وہی عزم و استقلال مترشح تھا جو ہتھیار ڈالنے سے دو دن پہلے مشرقی پاکستان کے ہر محاذ پر اپنے سے کئی گنا زیادہ دشمن کے ساتھ لڑتے ہوئے ان کے چہرے سے مترشح تھا۔ یہ ان جیالوں کی نہیں ان حالات و واقعات کی شکست تھی جنھوں نے انھیں ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا۔

یہ تماشا جنھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اس بات کے شاہد ہیں کہ ہتھیار ڈال دینے کے باوجود پاک فوج کے جیالے مشرقی پاکستان کے کئی سیکٹروں میں دشمن کے بری طرح دانت کھٹے کرتے رہے۔ یہاں تک کہ انھیں روکنے کے لئے جنرل نیازی کو ہیلی کاپٹر میں بٹھا کر مختلف سیکٹروں میں لے جایا گیا۔ جبکہ ان کے کندھوں پہ جرنیلی کا کوئی نشان نہیں تھا۔ سینے پر تمغوں کے ربن بھی نہیں تھے۔ جنرل نیازی نے اپنے جوانوں سے کہا:

# ایک جنگ، ایک المیہ

"جنگ بند ہو چکی ہے۔ لڑائی بند کر دو۔ اپنے ہتھیار اور ایمونیشن دے دو۔"

پاک فوج کے جیالوں نے اپنے ہتھیار جنرل نیازی کے حوالے کر دیئے دشمن کے قدموں میں نہیں ڈالے۔

۹۰ ہزار پاکستانی سپاہی جنگی قیدی بن گئے جو ابھی تک بھارت کے جنگی قیدیوں کے کیمپ میں پڑے ہیں اور نہ جانے کیا کیا مصیبتیں جھیل رہے ہیں۔ ریڈ کراس کی وساطت سے جو پاکستانی زخمی سپاہی پاکستان آئے ہیں وہ پاکستانی قیدیوں کے ساتھ بھارت کے غیر انسانی سلوک کی خونچکاں داستانیں سناتے ہیں۔

رانچی کیمپ سے آیا ہوا ایک زخمی سپاہی بتاتا ہے کہ وہاں جنگی قیدیوں کو خشک راشن دیا جاتا ہے اس میں کچا گوشت بھی شامل ہوتا ہے۔ کھانا پاک فوج کے قیدی سپاہیوں کے لانگری تیار کرتے ہیں راشن دینے والوں میں ایک دن ایک سکھ فوجی بھی تھا۔ پاک فوج کے ایک قیدی جوان نے اس سے پوچھا کہ سردار جی یہ گوشت جھٹکے کا تو نہیں۔ اس پر وہ سکھ سپاہی کہنے لگا کہ ہتھیار ڈالتے ہوئے تو شرم نہ آئی جھٹکا کھاتے تمھیں شرم آتی ہے۔

پاک فوج کا قیدی جوان یہ بات برداشت نہ کر سکا اور سکھ فوجی کو گردن سے پکڑ لیا اور جب تک وہ مر نہ گیا اسے چھوڑا نہیں۔ کیمپ میں شور مچ گیا۔ مسلح بھارتی گارد آگئی۔ ادھر سے پاک فوج کے قیدی جوان بھی اٹھ کھڑے ہوئے وہ نہتے تھے۔ لیکن لڑے اور ایسے لڑے کہ بھارتی مسلح گارد کو اپنے بچاؤ کے لئے فائرنگ کرنا پڑی۔ پاک فوج کے ۱۲ قیدی جوان شہید

ہو گئے جبکہ بھارتی گارد کے چار جوان مر گئے۔

بھارتی حکومت نے اس فائرنگ کا یہ جواز پیش کیا کہ پاکستانی قیدیوں نے اجتماعی فرار کی کوشش کی تھی۔ اس قسم کا ایک ہنگامہ رام گڑھ کے قیدی کیمپ میں بھی ہو چکا ہے وہاں پاک فوج کے ایک قیدی جوان کو سور پکڑنے کا حکم دیا گیا تھا تو اس نے بڑی جرات سے کہا کہ سور کی اولاد تم ہو۔ خود پکڑو۔ مسلمان سور کو دیکھنا بھی حرام سمجھتا ہے۔ یہ سنتے ہی ایک بھارتی فوجی نے اسے گولی مار دی اور رپورٹ دی کہ اس نے فرار ہونے کی کوشش کی تھی۔

بھارت کے قیدی کیمپوں میں جگہ جگہ لاؤڈ سپیکر لگے ہوئے ہیں۔ ہر کیمپ کئی حصوں میں منقسم ہے۔ ایک حصے میں افسر رہتے ہیں، دوسرے میں صوبیدار اور نائب صوبیدار، تیسرے میں ان سے نچلے عہدے کے عہدیدار اور سپاہی ایک حصے میں ہسپتال ہے۔ ایک حصہ اُن قیدیوں کا ہے، جہاں وہ بیوی بچوں کے ساتھ قید ہیں۔ پڑھنے کو اخبار ملاپ اور پرتاپ دیا جاتا ہے۔ آل انڈیا ریڈیو اور ریڈیو پاکستان بھی سنایا جاتا ہے۔ صابن، تیل، سگریٹ وغیرہ کے لئے کارڈ بنے ہوئے ہیں جو قیدی اس جیب خرچ سے خریدتے ہیں جو انھیں دیا جاتا ہے۔

اپنے وطن واپس آنے والے جنگی زخمی قیدی جو ریڈ کراس کی وساطت سے یہاں آتے ہیں۔ ہندوستان کے قیدی کیمپوں سے اپنے بھائیوں کا یہ پیغام لے کر آئے ہیں کہ ہم ملک کے وقار کا سودا کر کے رہا ہونا نہیں چاہتے ہمارے حوصلے بلند ہیں۔ آپ بھی اپنے حوصلے بلند رکھیں اور دشمن کی ایسی

کوئی شرط قبول نہ کریں، جو پاکستان کے وقار کے خلاف ہو۔

پاکستان کے وقار کے رکھوالے ۹۰ ہزار پاکستانی قیدی بھارت کے قیدی کیمپوں میں کسمپرسی کی حالت میں پڑے ہیں اور نہ جانے کب تک یونہی وہاں پڑے رہیں گے۔ کوئی نہیں جانتا یہ کب رہا ہوں گے اور کیسے رہا ہوں گے۔ جبکہ نام نہاد بنگلہ دیش کی حکومت ان پر فوجی مقدمے چلانے کا شور مچا رہی ہے اور ایک خبر کے مطابق تو پورا بنگلہ دیش اب تک ایک خاص بلیک ہول بن چکا ہے۔ ڈھاکا میں پاکستانی سول افسروں کے خلاف مقدموں کی سماعت شروع ہو چکی ہے۔ مشرقی پاکستان میں قید پاکستانی افسروں اور ان کے بال بچوں کو ڈھاکا سنٹرل جیل میں رکھا گیا ہے اور ان پر قتل، لوٹ مار، آتشزنی اور پاکستان کی حکومت کا ساتھ دینے کے الزامات لگائے گئے ہیں ان افسروں کو ۲۵ جون کو سمن جاری کئے گئے، جن میں بتایا گیا تھا کہ مقدموں کی سماعت یکم جولائی کو شروع ہو گی۔

اے پی پی کی اطلاع کے مطابق ڈھاکا کی انتظامیہ اب تک ایک لاکھ ۲۵ ہزار افراد کو گرفتار کر چکی ہے۔ ان کو مشرقی پاکستان کی مختلف جیلوں، تھانوں اور تفتیشی مراکز میں بغیر کوئی مقدمہ چلائے ایک نام نہاد آرڈیننس کے تحت قید کر دیا گیا ہے یہاں پہنچنے والی اطلاعات کے مطابق برسر اقتدار ٹولے کے عتاب کا شکار افراد میں قومی و صوبائی اسمبلیوں کے سابق سپیکر اور ڈپٹی سپیکر، قومی و صوبائی اسمبلیوں کے ارکان، وائس چانسلر، ڈاکٹر، پروفیسر، ایڈووکیٹ اور طالبعلم رہنما شامل ہیں ان اطلاعات کے مطابق پورے نام نہاد بنگلہ دیش کی جیلیں بلیک

ہول بن چکی ہیں جہاں ان بے گناہ محب وطن قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا جا رہا ہے ۔

ایک اطلاع کے مطابق صرف ڈھاکا جیل میں جو کہ ایک ہزار نو سو قیدیوں کے لئے ہے ۔ اس وقت اس میں نو ہزار قیدی ٹھونس دیئے گئے ہیں ۔ اسی طرح راجشاہی جیل میں جو ایک ہزار قیدیوں کے لئے ہے اس وقت دس ہزار قیدیوں سے بھری پڑی ہے ۔ اس کے علاوہ بوگرا ہاٹ جیل میں ۹ سو قیدیوں کو سیاسی مقدمات چلانے کے لئے قید رکھا گیا ہے ۔ جو صرف ۴۰ قیدیوں کے لئے ہے ۔

خبروں کے مطابق یہ محب وطن جن کو غدار کہا جاتا ہے انتہائی غیر انسانی زندگی گزار رہے ہیں تفتیش کے دوران بعض افراد کو اذیتیں اور سزائیں دی جاتی ہیں ۔ اور وہ مہلک بیماریوں کا شکار ہیں مگر انھیں طبی سہولتیں مہیا نہیں ہیں انھیں نماز پڑھنے تک کی اجازت نہیں دی جاتی ۔ یہ بھی ایک روحانی سزا ہے ۔ جبکہ بنگلہ دیش والوں کو کسی بھی محب وطن پاکستانی کو کسی قسم کی کوئی سزا دینے کا کوئی حق نہیں ہے ۔ حب الوطنی کوئی جرم نہیں ۔ زیر عتاب لوگوں نے اپنے ملک کی بغاوت کو ختم کرنا چاہا تھا اور ملک کو ایک رکھنے کی کوشش کی تھی ۔ اور یہ کوئی جرم نہیں ۔ ۹۰ ہزار پاکستانی قیدی اپنے ملک کی سالمیت کے لئے لڑے ۔ اس کی آزادی کے لئے لڑے ۔ وہ مجرم نہیں محب الوطن ہیں اور دنیا کی کوئی بھی عدالت کسی محب الوطن کو کوئی سزا دینے کی مجاز نہیں ۔

ہم پوچھتے ہیں کہ بنگلہ دیش پر بدستور مسلط سات ڈویژن مسلح بھارتی فوج

کی سنگینوں سے تنگ آ کر اگر بنگلہ دیش والے اس کے خلاف بغاوت کر دیں اور اسے اپنے بنگلہ دیش سے نکالنے کے لئے لڑیں، لیکن شکست کھائیں پکڑے جائیں تو کیا وہ بھی اپنے آپ کو جنگی مجرم سمجھیں گے۔ اگر ہندوستان کی کسی عدالت میں ان کے خلاف مقدمہ چلایا جاتے تو کیا وہ اس عدالت میں مجرم کی حیثیت سے پیش ہونا گوارا کریں گے۔

شیخ مجیب الرحمٰن کئی بار یہ کہہ چکے ہیں کہ جنگی قیدیوں کو ان کے حوالے کیا جائے تاکہ ان پر مقدمے چلائے جائیں۔ مگر شیخ مجیب کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ بذاتِ خود اگرتلہ سازش کیس میں ایک باغی کی حیثیت سے قید رہ چکے ہیں اور یہ جرم ان پر ثابت ہو چکا تھا۔ مگر اپنے انجام کو پہنچنے سے پہلے ہی ایک وقتی نے انھیں سولی پر لے جانے کی بجائے سونار بنگلہ میں پہنچا دیا۔ جب تک وہ زندہ ہیں ان کا سابقہ جرم بھی ان کے ساتھ زندہ ہے۔ ان کی فردِ جرم کسی وقت بھی سیاست کے ملبے میں دفن نہیں ہو سکتی اگر وہ پاکستانی محب الوطن قیدیوں کو مجرم سمجھتے ہوئے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ یہ قیدی ان کے حوالے کئے جائیں تو انھیں اپنے آپ کو بھی اس قانون کے حوالے کرنا ہو گا جس قانون نے ان کو اگرتلہ سازش کیس میں قید کیا تھا۔ وہ اس قانون کی نظر میں ابھی تک مجرم ہیں اور اگرتلہ سازش کیس میں مطلوب ہیں۔ پاکستان کے ساتھ غداری کرنے کے کیس میں مطلوب ہیں۔

شیخ مجیب کو یہ یاد ہونا چاہیئے کہ وہ کبھی جیل میں تھے جبکہ بحریہ اور سول سروس کے افسروں کو بغاوت اور سازش کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا تھا

اس موقع پر مشرقی پاکستان میں ایک پمفلٹ تقسیم کیا گیا تھا جس میں لکھا تھا۔

"اس وقت ۵۰۰ بنگالی افسر زیرِ حراست کیوں ہیں؟ معظم (بحریہ) صمد، مجیب الرحمٰن، سلطان اور کمال الدین کو عوام کے سامنے پیش کرو۔ ایوب خان کی حکومت کے بھیانک مظالم انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔ مشرقی پاکستان کے عوام حکومت کی اس بے رحمی اور سنگدلی کے خلاف ہیں۔ بنگالی اس ظلم کی مزاحمت کرتے ہیں۔ ۱۹۵۸ء میں تو پورے پاکستان کے عوام مصائب کا شکار ہوتے تھے لیکن اب صرف ان بنگالی فوجیوں کو مشقِ ستم بنایا جا رہا ہے۔ جنھوں نے پاک بھارت کے دوران پاکستان کا تحفظ کیا۔ مشرقی پاکستان کے عوام اس صورتِ حال کو ہرگز برداشت نہیں کریں گے اس وقت تک بہت سے سیاسی رہنما، بحریہ اور فوج کے افسر مشرقی پاکستانی سول سروس کے حکام۔ ہم اپنے محب وطن لوگوں کو آزاد کرائیں گے۔ یا پھر تحریک آزادی کے لئے مزید خون دیں گے۔ ہم تیتو میر، شریعت اللہ، سبھاش بوس اور سرگا سین کی نسلوں میں سے ہیں۔ ہم ایک بنگالی کی موت کا بدلہ ستر پنجابیوں کو ہلاک کر کے لیں گے ہم ظلم کرنے والے ہاتھ کاٹ ڈالیں گے۔ اور انقلاب کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کریں گے۔"

سرکاری طور پر اگرتلہ سازش کیس کا انکشاف ۱۹۶۸ میں کیا گیا تھا سازش میں ملوث ملزمان کے خلاف مقدمات کی سماعت کے لئے جسٹس ایس اے رحمن کی سربراہی میں ایک خصوصی ٹریبونل قائم کیا گیا۔ حکومت نے ۳۵ ملزموں کے نام کا اعلان کیا تھا۔ ان میں عوامی لیگ کے سیاسی کارکن، بحریہ کے افسراور سول سروس کے ارکان شامل تھے۔ مشرقی پاکستان کے اخبارات نے متفقہ طور پر سازشیوں کی مذمت کی اور انھیں عبرت ناک سزائیں دینے کا مطالبہ کیا۔ شیخ مجیب الرحمن کو بھی اسی سازش میں ملوث قرار دیا گیا تھا۔

---

## شملہ کانفرنس

۲۸ جون ۷۲ کو شملہ روانہ ہوتے ہوئے صدر بھٹو نے لاہور کے ہوائی اڈے پر لاکھوں عوام کے اجتماع سے خطاب کیا۔

صدر بھٹو کو الوداع کہنے کیلئے لاکھوں عوام صبح سویرے ہی ہوائی اڈے پر پہنچ گئے دور دور تک شامیانے لگائے گئے تھے ہوائی اڈوں پر چھتوں پر بھی لوگ ہی لوگ تھے۔

صدر بھٹو ۱۰ بجکر ۲۵ منٹ پر ہوائی اڈے پر آئے۔ سٹیج پر انکے دائیں نائب صدر جناب نورالامین اور بائیں طرف گورنر پنجاب جناب مصطفیٰ کھر تھے سٹیج سیکرٹری کے فرائض صوبائی وزیر خزانہ جناب محمد حنیف رامے نے انجام دیئے۔ تلاوت قرآن پاک کے بعد صدر بھٹو نے تقریر کی انھوں نے لاکھوں عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

• ہم جمہوریت کی پیدائش ہیں۔ اس لئے ہم خفیہ معاہدے نہیں کر سکتے۔ اس قسم کے معاہدے کبھی خفیہ نہیں رہتے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ماسکو میں فیصلے ہو چکے ہیں اور ہم صرف معاہدوں پر انگوٹھے لگانے بھارت جا رہے ہیں اگر ماسکو میں فیصلے ہو چکے ہوتے تو پھر میں پہلے آٹھ ملکوں کا دورہ نہ کرتا۔ ہم ان ملکوں سے یہ نہ کہتے کہ وہ فی الحال بنگلہ دیش کو تسلیم نہ کریں۔

مشرق وسطیٰ اور افریقہ میں روس کے دوست ملک بھی ہیں اگر ہم نے روس میں خفیہ معاہدے کئے ہوتے تو یہ ممالک ہم سے کہتے کہ تم معاہدے کر چکے ہو۔ پھر ہم سے کیوں کہتے ہو فی الحال بنگلہ دیش کو تسلیم نہ کرو۔ نہ خفیہ معاہدے ہوئے ہیں اور نہ ہوں گے۔ جو بھی بنیادی فیصلے ہوں گے۔ وہ قومی اسمبلی اور عوام کی عدالت میں ہوں گے۔ کشمیریوں کے حق خود ارادیت پر کوئی معاہدہ نہیں ہو سکتا۔ بھارت سے پاکستان کی کنفیڈریشن کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ جب ہم بڑے عظیم ملکوں کی کنفیڈریشن کے مخالف ہیں تو ہم خود بھارت سے کیسے کنفیڈریشن بنا سکتے ہیں۔

پچیس برس میں پاکستان اور بھارت میں تین جنگیں ہو چکی ہیں ان جنگوں میں عوام کا نقصان ہوا ہے۔ ہم ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ بھارتی عوام بھی خوشحال ہوں۔ ہر سیاسی جماعت

کہتی ہے کہ برصغیر میں امن قائم ہو اور عوام بھی خوشحال ہوں۔ میں اس مقصد کے لئے جا رہا ہوں، میری پوری کوشش ہوگی۔ بھارت اور پاکستان کے تعلقات بہتر ہوں۔ لیکن بہتر تعلقات باعزت بنیادوں پر بھی ہو سکتے ہیں۔ ہم سودے بازی نہیں کریں گے۔ ہم عوام کو نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم عوام کے مفادات کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ ہم عوام کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ میں پندرہ برس کی عمر سے پاکستان کے لئے جدوجہد کر رہا ہوں۔ میں آپ کا ہوں اور آپ ہی کا رہوں گا انشاءاللہ کامیابی عوام اور پاکستان کی ہوگی۔ آپ مجھ پر اعتماد رکھیں۔"

صدر نے عوام سے کہا کہ وہ ہاتھ اٹھا کر بتائیں کہ انہیں ان پر اعتماد ہے یا نہیں۔ اس پر لاکھوں عوام نے ہاتھ ہوا میں بلند کئے اور صدر بھٹو زندہ باد کے نعرے لگائے۔ صدر بھٹو نے کہا کہ میں تمہاری امنگوں، آرزوؤں اور دعاؤں کے ساتھ بھارت جا رہا ہوں، ہماری کامیابی یقینی ہے۔

صدر بھٹو نے کہا کہ وہ شملہ کانفرنس میں کوئی بنیادی فیصلہ نہیں کریں گے کیونکہ ان کو اس کا کوئی حق نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ عوام نے اپنے نمائندے منتخب کر کے قومی اسمبلی میں بھیجے ہیں۔ عوام کو ان پر اعتماد ہے اس لئے قومی اسمبلی ہی ملک کے بارے میں فیصلے کرے گی۔ انھوں نے گورنروں، وزیروں قومی وصوبائی اسمبلیوں کے اراکین، بہادر افواج، مزدوروں اور کسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں نے آپ کو اس لئے تکلیف دی ہے، کہ آپ مختلف مسائل کے سلسلے میں میری رہنمائی کریں۔ آپ کو معلوم ہے کہ شروع سے میرا یہ اصول رہا ہے کہ میں ہر مسئلہ پر عوام سے ملاقات کروں۔ نہ صرف

یہ کہ عوام سے رابطہ قائم رکھوں بلکہ ہر قدم اٹھانے سے پہلے آپ سے اجازت لوں۔ اسی لئے میں نے آج آپ کو یہاں آنے کی زحمت دی ہے حکومت میں شامل ساتھیوں اور ارکان اسمبلی سے تقریباً ہر روز ملاقات ہوتی ہے کابینہ کے اجلاس ہوتے ہیں جن میں گفتگو ہوتی ہے اور تبادلہ خیالات ہوتا ہے آج میں ان سے مخاطب نہیں بلکہ اپنے غریب محنت کش مزدوروں اور کسان ساتھیوں سے بات کر رہا ہوں۔ میرا یہ ایمان ہے کہ آپ جو فیصلے کرتے ہیں وہی سچے اور صحیح ہوتے ہیں جو لوگ حکومت میں ہوتے ہیں۔ جو لوگ حزب اختلاف میں ہوتے ہیں۔ جو لوگ بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوتے ہیں ان کا کوئی نہ کوئی مفاد ہوتا ہے لیکن غریب عوام کا مفاد صرف اور صرف وطن کی سالمیت، تحفظ، خوشحالی اور ترقی ہوتا ہے۔ ہم جو لوگ حکومت میں ہیں موشگافیاں کرتے ہیں، سیاسی قانون کے تحت کبھی ایک بات کرتے ہیں تو کبھی دوسری۔ لیکن آپ لوگ ہمیشہ سچ کہتے ہیں اور صحیح فیصلے کرتے ہیں اس وقت میں آپ کے سامنے تین ٹھوس باتیں رکھ رہا ہوں۔ جنگ بندی کے بعد جب میں نیویارک سے واپس وطن لوٹا اور ۲۰ دسمبر کو صدارت کا حلف اٹھایا تو اس وقت ہمارے سامنے پاکستان کے جنگی قیدی، مستقبل میں بھارت سے تعلقات، کشمیر کے حق خود ارادیت، بنگلہ دیش اور متعدد دوسرے بیرونی مسائل تھے۔ اس کے علاوہ اندرون ملک متعدد مسائل درپیش تھے۔ ان میں ملک کی معیشت جمہوریت کی بحالی اور مارشل لاء کے خاتمہ جیسے مسائل شامل تھے۔

اب میں بھارت جا رہا ہوں۔ اس وقت ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہمیں بھارت کی حکومت اور عوام سے مستقبل میں کیسے تعلقات رکھنے چاہئیں برصغیر میں ہم زندگی کیسے گزاریں۔ کشمیر کے عوام کے لئے حق خود ارادیت کا حصول کیسے ہو۔ ہم تینوں جنگیں لڑ چکے ہیں۔ ان تین جنگوں کے بعد ہم نے کیا کھویا، کیا پایا۔ ہمیں بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے اور جنگی قیدیوں کی واپسی پر غور کرنا ہے اور ان مسائل کا کوئی نہ کوئی حل تلاش کرنا ہے۔ میں نے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ شملہ میں کوئی بنیادی فیصلہ نہیں کروں گا۔ اور نہ مجھے اس کا حق ہے میں اپنی ذاتی حیثیت میں کچھ نہیں۔ ٹھیک ہے کہ آپ نے مجھے ووٹ دیئے میری جماعت پر آپ نے مکمل اعتماد کیا۔ قومی اسمبلی نے بھی مجھ پر اعتماد کیا قومی اسمبلی میں اعتماد کی قراردادیں منظور ہوئیں۔ لیکن میں خود کوئی چیز نہیں۔ آپ کی اجازت کے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتا۔ میں ہر شہر ہر گاؤں میں نہیں جا سکتا۔ میں ہر شخص سے نہیں مل سکتا۔ جمہوریت نے ہمیں ایک طریقہ بتایا ہے۔ آپ نے قومی اسمبلی کے نمائندے منتخب کئے ہیں۔ بنیادی فیصلے قومی اسمبلی ہی کرے گی۔ یعنی آپ کریں گے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ جنگ جاری رہے تو ٹھیک ہے۔ ہم تین جنگیں لڑ چکے ہیں۔ ان سے ہمیں غربت افلاس اور ناداری کے سوا کیا ملا ہے۔ غربت اور افلاس کے معاملے میں پاکستان کی مثال کہیں نہیں ملے گی۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ مقابلے کی پالیسی رہے یہی حالت رہے تو ٹھیک ہے اگر آپ شرافت عزت وقار اور اصولوں کی بنیاد پر امن چاہتے ہیں تو ایسا ہی ہو گا۔ امن ہو گا تو ہم ترقی کریں گے۔ آپ

ہی تاریخ تبدیل کریں گے۔ آپ ہی رشتوں کا تعین کریں گے۔ یہ فیصلے نہ ایک حکومت کو کرنے ہیں نہ ایک ٹولے کو بلکہ آپ کو کرنے ہیں مشرقی پاکستان کے بارے میں مَیں نے ہر بار یہی کہا ہے کہ اس کا فیصلہ قومی اسمبلی کرے گی۔ کیا آپ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنا چاہتے ہیں؟

(نہیں نہیں کی آوازیں)

اچھا نہیں تو نہ سہی جو آپ کی رائے ہوگی قومی اسمبلی کو اس کے مطابق فیصلہ کرنا ہوگا۔ آپ تسلیم کریں نہ کریں آپ کی مرضی ہے۔ لیکن یہ معاملہ اتنا آسان اور معمولی نہیں۔ آپ کو اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا ہوگا صرف جذبات سے کام لینا نہیں ہوگا۔ میں پاکستان کا سب سے زیادہ جذباتی آدمی ہوں لیکن اس معاملے میں ہوش اور جذبات دونوں سے کام لینا ہوگا۔ ہمیں بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے کے نتائج کا احساس کرنا ہوگا۔ اس مسئلہ پر قومی اسمبلی میں بحث ہوگی۔ اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ ہر رُکن تقریر کر سکے گا اور اس کے لئے وقت کی پابندی نہ ہوگی جو تسلیم کرنے کے حق میں ہیں ان کی بھی سنیں گے اور جو تسلیم نہ کرنے کے حق میں ہیں ان کی دلائل بھی آپ سنیں گے۔ اگر آپ تسلیم نہیں کرنا چاہتے تو نہ کریں یہ آپ کے مستقبل کا سوال ہے اگر آپ تسلیم کریں گے تو یہ آپ اور آپ کی آئندہ نسلوں کے لئے فیصلہ ہوگا۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ میرے ان اعلانات کے باوجود چند لوگ نکتہ چینی کر رہے ہیں۔ مخالفت کر رہے ہیں وہ کہتے ہیں تاشقند ہوگا۔ تاشقند کیوں ہوگا۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

میں نے وزیر خارجہ ہونے کی حیثیت سے تاشقند تسلیم نہیں کیا تھا اور میز سے اٹھ کر باہر آ گیا تھا تو میں شملہ سے بھی اٹھ کر باہر آ سکتا ہوں۔ میں تاشقند کیوں کروں۔ مجھے اس کا کوئی حق نہیں۔ یہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنھیں قوم کی نمائندگی حاصل نہ ہو۔ میں آپ کا نمائندہ ہوں۔ آپ میری طاقت ہیں۔ میں آپ کی اجازت کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ میں کوشش کروں گا انصاف کی بنیاد پر فیصلے ہوں اور یہ فیصلے ہمارے وطن کے مفاد میں ہوں انشا اللہ ہمارے ملک کے مفاد ہی میں فیصلے ہوں گے۔

تقریر کے بعد جب صدر بھٹو طیارے میں سوار ہو گئے تو شہر لاہور کے لاکھوں عوام نے اپنے محبوب قائد کو ایک عظیم مشن پر روانہ کیا ان کی آنکھوں میں آنسو تھے لیکن چہروں پر مسکراہٹ۔ طیارے کے ساتھ ہی ہزاروں ہاتھ دعا کے لئے بلند ہو گئے۔ لوگوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔"

کئی بوڑھے ہاتھ اٹھائے کھڑے تھے۔ کئی عورتیں اپنے دوپٹوں کے آنچل پھیلائے صدر بھٹو کی کامیابی کی دعا مانگ رہی تھیں۔ بوڑھی خواتین دھاڑیں مار مار کر رونے لگیں۔

صدر بھٹو نے ۲۰ منٹ تقریر کی۔ ۱۱ بجے وہ طیارے کی طرف بڑھے ایپرن پر قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے سینکڑوں ارکان سے انھوں نے ہاتھ ملایا۔ اور اس کے جواب میں لوگوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ سوا گیارہ بجے صدر کا طیارہ فضا میں بلند ہو گیا۔

## استقبال

صدر بھٹو بھارتی وقت کے مطابق ۱۲ بجکر ۱۳ منٹ پر پی آئی اے کے طیارے سے چنڈی گڑھ پہنچے تو ہوائی اڈے پر بھارتی وزیر خارجہ سردار سورن سنگھ نے انھیں خوش آمدید کہا۔ ہماچل پردیش اور ہریانہ کے گورنر بھی موجود تھے۔ پریس ٹرسٹ آف انڈیا کے مطابق اخبار نویسوں کو ہوائی اڈے کے اندر جانے کی اجازت نہیں دی گئی۔

صدر بھٹو کے ساتھ اسّی ارکان کا وفد بھی بھارت پہنچا جس میں مرکزی وزیر سیاسی امور مسٹر غلام مصطفےٰ جتوئی، مرکزی وزیر قدرتی وسائل حیات محمد خان شیرپاؤ، گورنر سرحد ارباب سکندر خان خلیل اور پنجاب کے وزیر اعلیٰ ملک معراج خالد بھی شامل ہیں۔ صدر بھٹو کی ۱۸ سالہ صاحبزادی بے نظیر بھٹو بھی ساتھ تھیں۔ انھوں نے سرخ رنگ کی شلوار اور قمیض پہن رکھی تھی۔ صدر کے طیارے پر پاکستان اور بھارت کے پرچموں کے علاوہ سوئٹزرلینڈ کا پرچم بھی لہرا رہا تھا۔ صدر بھٹو چنڈی گڑھ سے سردار سورن سنگھ کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں شملہ روانہ ہوئے۔

جب وہ شملہ پہنچ کر ہیلی کاپٹر میں شملہ پہنچ کر نیچے اترے تو بڑے ہشاش بشاش تھے انھوں نے مسکراتے ہوئے بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی سے مصافحہ کیا۔ جنھوں نے اس موقع پر ساڑھی کے اوپر برساتی بھی اوڑھ رکھی تھی۔ بھارتی وزیر اعظم بھی اس وقت مسکرا رہی تھیں دونوں راہنماؤں

نے تصاویر اتروائیں۔ دونوں ملکوں کے قومی ترانے بجائے گئے۔ ان تقریبات کے بعد بھارتی وزیراعظم نے صدر بھٹو اور ان کے ساتھیوں کو ان امریکی کاروں کی طرف چلنے کا اشارہ کیا جو انھیں سرکاری رہائش گاہ پر لے جانے کو کھڑی تھیں۔

صدر بھٹو نے مسز اندرا گاندھی کے آگے تیزی سے گزر کر کار کا دروازہ کھولا تاکہ بھارتی وزیراعظم کار میں پہلے سوار ہو سکیں۔

شملہ کا میدان جہاں صدر بھٹو کا ہیلی کاپٹر اترا وہاں برطانوی حکومت کے زمانے میں انگریز حکمرانوں اور ان کی بیگمات کی رقص گاہ ہوا کرتی تھی۔ مسز گاندھی نے صدر بھٹو کا تعارف اپنے سینئر وزیروں اور ہماچل پردیش کے افسروں سے کرایا۔ مسز گاندھی اور صدر بھٹو نے ہاتھ ملائے اور فوٹوگرافروں نے ان کی تصویریں اتاریں۔ تین ننھے بچوں نے صدر بھٹو کو اور تین بچیوں نے ان کی صاحبزادی بے نظیر کو گلدستے پیش کئے۔ صدر بھٹو مسز گاندھی کے ہمراہ سیاہ کار میں ہماچل بھون روانہ ہوئے۔ چار میل لمبے راستے پر دونوں جانب لاتعداد لوگ صدر بھٹو کو دیکھنے کے لئے کھڑے تھے۔

## مذاکرات کا پہلا مرحلہ

اسی روز مقامی وقت کے مطابق پانچ بجے ہماچل پردیش سیکرٹریٹ میں امن بات چیت کا پہلا دور شروع ہوا۔ پاکستان کی طرف سے وزیر مواصلات مسٹر غلام مصطفےٰ جتوئی، قدرتی وسائل کے وزیر مسٹر حیات محمد خاں شیرپاؤ۔

وزارت خارجہ کے سیکرٹری جنرل مسٹر عزیز احمد اور صدر کے خصوصی معاون مسٹر رفیع رضا اور گورنر سرحد ارباب سکندر، پنجاب کے وزیر اعلیٰ ملک معراج خالد اور بھارت کی طرف سے وزیر خارجہ سردار سورن سنگھ، پالیسی ساز کمیٹی کے چیئرمین مسٹر ڈی پی دھر، وزارت خارجہ کے سیکرٹری مسٹر ٹی این کول، مسز اندرا گاندھی کے پرنسپل سیکرٹری مسٹر پی این ہسکر اور امور خارجہ کے سیکرٹری مسٹر ایس کے بینرجی شریک ہوئے۔

فرانسیسی خبر رساں ایجنسی اے ایف پی کے مطابق مبصروں کو بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کی اس بات پر تعجب ہوا کہ انھوں نے پاکستانی وفد سے کہا:

"میں چاہتی ہوں کہ آپ سب کچھ آزادانہ طور پر محسوس کریں۔ دونوں رہنماؤں کے درمیان بات چیت کا مقصد باہمی اختلافات ختم کرنا ہے۔"

افتتاحی تقریر میں مسز اندرا گاندھی نے یہ بھی کہا کہ فریقین کے لئے بات چیت کوئی آسان کام نہیں ہے۔ تاہم یہ اہم اور ضروری ہے۔

یہ بات چیت قطعی طور پر ابتدائی نوعیت کی تھی۔ صدر بھٹو جب کانفرنس ہال سے باہر نکلے تو ان کے چہرے پر کچھ کھچاؤ اور سنجیدگی تھی لیکن حکام سے کوئی ایسی بات معلوم نہ ہو سکی جس سے یہ ظاہر ہوتا کہ بات چیت کے پہلے دور میں کوئی رکاوٹ سامنے آگئی ہے۔

ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان کے نمائندے کے مطابق دونوں

رہنماؤں نے پہلے اجلاس میں اس بات پر اتفاق کیا کہ جو مسائل زیر بحث آئیں گے ان پر پہلے افسروں کی سطح پر تفصیلی غور کر لیا جائے اگرچہ مذاکرات کا دور ۵۰ منٹ تک جاری رہا لیکن پاکستانی وفد کے ایک رکن نے بعد ازاں بتایا کہ صدر بھٹو اور مسز اندرا گاندھی نے کوئی دس منٹ تک گفتگو کی جبکہ باقی وقت اخبار اور ٹیلی ویژن فوٹو گرافروں نے لے لیا۔

صدر بھٹو نے تجویز پیش کی تھی کہ گفت گو سے قبل بہتر ہے کہ افسروں کی سطح پر تمام مسائل زیر غور آجائیں۔ مسز اندرا گاندھی نے یہ تجویز منظور کر لی اور اجلاس ملتوی ہو گیا۔

## ایجنڈے پر اختلاف

۲۹ جون کو پاکستان اور بھارت کے اعلیٰ افسروں کے درمیان شملہ میں بات چیت کے دوران بھٹو، اندرا بات چیت کے ایجنڈے پر اختلافات ختم نہ ہونے کے باعث صدر پاکستان ذوالفقار علی بھٹو اور بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کی رسمی بات چیت نہیں ہو سکی جو پروگرام کے مطابق رات کو ضیافت سے پہلے ہونے والی تھی۔

افسروں کی بات چیت کے بعد پاکستانی ترجمان نے بتایا کہ بات چیت نازک مگر تعمیری مرحلے میں داخل ہو گئی ہے دونوں ملکوں کے افسروں کی بات چیت کے دو دور ہوئے جن میں پاکستانی وفد کی قیادت وزارت خارجہ کے سیکرٹری جنرل اور بھارتی وفد کی قیادت وزارت خارجہ کی پالیسی پلاننگ کمیٹی کے چیرمین

مسٹر ڈی پی دھرنے کی۔

بات چیت کے پہلے دور کے بعد جو ڈیڑھ گھنٹے جاری رہا۔ پاکستانی حکام نے بتایا کہ بات چیت میں رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے۔ بھارت تمام مسائل ایک ساتھ طے کرنا چاہتا ہے جبکہ پاکستان فرداً فرداً تمام مسئلے طے کرنے کے حق میں ہے جبکہ صدر بھٹو کشمیر کے مسئلے پر ابھی بات کرنا نہیں چاہتے۔

پاکستانی اور بھارتی افسروں کی بات چیت کے بعد جو مشترکہ بیان جاری کیا گیا اس میں کہا گیا کہ دونوں وفود نے دیرپا امن کے قیام سے متعلق خوشگوار اور آزادانہ ماحول میں بات چیت کی۔ اگرچہ بات چیت کی رفتار سست تھی لیکن اطمینان بخش تھی اور تعمیری مرحلے میں داخل ہو چکی تھی۔

اسی رات صدر پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو اور بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے ایک ضیافت میں ملاقات کی۔ ضیافت میں بھارتی کابینہ کے اعلیٰ ارکان کے علاوہ دونوں ملکوں کے وفود کے اعلیٰ ارکان نے بھی شرکت کی۔

## بھٹو، اندرا بات چیت

یکم جولائی۔ صدر پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو اور بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کے درمیان پون گھنٹے تک بات چیت ہوئی۔ جس میں برصغیر میں پائیدار امن کے لئے تجاویز کے مسودے پر غور کیا گیا۔ یہ تجاویز افسروں کی سطح پر مذاکرات میں تیار کی گئیں۔ دونوں رہنماؤں کی بات چیت

میں کوئی مشیر شریک نہ تھا۔ دونوں رہنماؤں نے اپنے مسائل پر گفتگو کی۔ دونوں رہنماؤں کے درمیان یہ پہلی براہ راست ملاقات تھی۔

پاک بھارت مذاکرات میں بھارتی وفد کے لیڈر مسٹر ڈی۔ پی دھر کو دل کا دورہ پڑنے کے باعث آج افسروں کی سطح پر بات چیت صبح ۱۰ بجے کی بجائے سہ پہر ۳ بجے شروع ہو سکی۔ مسٹر دھر دل کے پرانے مریض ہیں انھوں نے کل رات صدر بھٹو کے اعزاز میں مسز اندرا گاندھی کے عشائیہ کے بعد دل کی دھڑکن تیز ہو جانے کی شکایت کی تھی۔ ڈاکٹروں نے انھیں دو روز تک آرام کا مشورہ دیا۔ مسٹر دھر کو صبح ۱۱ بجے ان کی رہائش گاہ سے سنوڈاون ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ ان کا طبی معائنہ کرنے کے لئے نئی دہلی سے ڈاکٹروں کی ایک جماعت شملہ پہنچی۔ صدر ذوالفقار علی بھٹو دوپہر کے وقت سنوڈاؤن ہسپتال گئے اور مسٹر دھر کی مزاج پرسی کی۔ وہ ۱۵ منٹ ہسپتال میں ٹھہرے۔

## معاہدے پر دستخط ہو گئے

شملہ ۲ر جولائی، پاکستان اور بھارت کے درمیان ایک معاہدے پر دستخط ہو گئے، جس کے تحت مغربی محاذ پر دونوں ملکوں کی فوجیں مقبوضہ علاقے خالی کر دیں گی۔ اگر گزشتہ سال دسمبر کی جنگ سے پہلے کی پوزیشن پر واپس چلی جائیں گی۔ معاہدے کے تحت دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات معمول پر آجائیں گے۔ یہ معاہدہ رات کو بھارتی وقت کے مطابق ۱۲ بجکر ۴۰ منٹ پر سرا معاہدے پر ایک لحاظ سے برسرعام دستخط کئے گئے۔ اس موقع پر ہماچل بھون

سے دربار ہال میں تمام غیر ملکی اخبار نویس، ممتاز شخصیتیں اور پاک و بھارت کے مرکزی وزراء موجود تھے۔

پاکستان کی طرف سے وزیر مواصلات غلام مصطفیٰ جتوئی، قدرتی وسائل کے وزیر حیات محمد خان شیر پاؤ، وزیر اعلیٰ پنجاب ملک معراج خالد، گورنر سرحد ارباب سکندر خان، صدر کے خصوصی معاون رفیع رضا، وزارت خارجہ کے جنرل سیکرٹری عزیز احمد اور سیکرٹری وزارت خارجہ افتخار علی موجود تھے۔

بھارت کی طرف سے وزیر خارجہ سردار سورن سنگھ، وزیر خزانہ چاون اور وزیر دفاع جگ جیون رام، فخر الدین احمد اور مسز اندرا گاندھی کے پرنسپل سیکرٹری مسٹر ہسکر موجود تھے۔

دونوں ملکوں کے پرچم لہرا رہے تھے۔ معاہدے پر صدر بھٹو اور مسز اندرا گاندھی نے دستخط کئے۔ یہ معاہدہ صدر بھٹو کی طرف سے دی گئی ضیافت کے بعد دونوں رہنماؤں میں تین گھنٹے کی بات چیت کے بعد طے پایا کہ دونوں فریق اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق اپنے تنازعات حل کرنے کے لئے بات چیت کا راستہ اختیار کریں گے۔ اور طاقت استعمال نہیں کریں گے۔ یہ بھی طے پایا کہ دونوں فریق کوئی تخریبی کارروائی نہیں کریں گے۔ یہ معاہدہ دستخط کئے جانے کی تاریخ سے ایک ماہ بعد نافذ العمل ہوگا۔ ساڑھے تین صفحات پر مشتمل معاہدے کا متن کل صبح ۹ بجے اسلام آباد اور نئی دہلی سے بیک وقت جاری کیا جائے گا۔ ریڈیو پاکستان اس موقع پر ایک خصوصی پروگرام میں معاہدے کی تفصیلات نشر کرے گا دریں اثنا مسز اندرا گاندھی نے معاہدہ ہونے کے فوراً بعد اپنی کابینہ کی سیاسی

کمیٹی کے ارکان سے ملاقات کی۔

صدر بھٹو اور بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کے درمیان بات چیت کے تین دور ہوئے۔ سہ پہر کے وقت دونوں رہنماؤں میں آدھ گھنٹہ تک بات چیت ہوئی۔ جس کے بعد صدر بھٹو نے پریس کانفرنس سے خطاب کیا اور بتایا کہ بات چیت میں کشمیر کے مسئلہ پر تعطل پیدا ہو گیا ہے۔ تاہم انھوں نے امید ظاہر کی کہ رات کے کھانے سے پہلے اور بعد میں مسز اندرا گاندھی کے ساتھ جو بات چیت ہو رہی ہے اس میں تعطل دور کرنے کی کوئی نہ کوئی صورت نکال لی جائے گی۔

چنانچہ رات گئے کی خبروں کے مطابق دونوں سربراہوں کے درمیان سمجھوتہ ہو گیا۔ یہ سربراہ مذاکرات کا پانچواں اور آخری دن تھا۔

پاک بھارت سربراہ مذاکرات کے سلسلہ میں افسروں کی سطح پر بات چیت کا جو سلسلہ گزشتہ پانچ روز سے جاری تھا وہ بھی ختم ہو گیا۔ مسٹر ٹی این کول اور مسز اندرا گاندھی کے پرنسپل سیکرٹری مسٹر پی این ہکسر نے صدر ذوالفقار علی بھٹو سے ملاقات کی اور انھیں پاک بھارت سمجھوتہ کے بارے میں بھارت کا مسودہ پیش کر دیا۔ صدر بھٹو سے ملاقات کے بعد مسٹر ٹی این کول نے اخبار نویسوں کو بتایا کہ دونوں فریقوں کے لئے قابل قبول سمجھوتہ تیار کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

آل انڈیا ریڈیو کے خصوصی نمائندے کا کہنا ہے کہ آج پاکستان اور بھارت دونوں کے وفدوں میں خاصی سرگرمی پائی جا رہی ہے۔ آج صبح بھارتی کابینہ

کی پالیسی کمیٹی کا اجلاس ہوا جس میں سمجھوتے کے اس مسودے پر غور کیا گیا جو کل رات پاکستانی وفد نے ترمیموں کے ساتھ بھارتی وفد کو واپس کیا تھا۔ صدر بھٹو سے ملاقات کے بعد مسٹر ٹی این کول اور مسٹر ہکسر نے کابینہ کی پالیسی کمیٹی رپورٹ پیش کی۔ اے پی پی نے اطلاع دی ہے کہ صدر بھٹو نے آج صبح آدھے گھنٹے تک اپنے وفد کے ارکان سے صلاح مشورے کئے اور مسز اندرا گاندھی کے اعزاز میں رات کے کھانے کی دعوت دی۔

صدر بھٹو نے اخبار نویسوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ چاہتے ہیں کہ بھارت پاکستان کے ۹۱ ہزار جنگی قیدی واپس کر دے لیکن ہم اس پر بھارت سے کوئی سودے بازی نہیں کریں گے۔ اگر بھارت کے پاس افرادی قوت کی اتنی کمی ہے تو وہ انھیں اپنے پاس رکھ لے۔ انھوں نے کہا کہ ہم بھارت کے ساتھ بات چیت کے ذریعے سمجھوتہ چاہتے ہیں اور اسی لئے ایک اور سربراہ کانفرنس کی حمایت کی ہے۔

صدر نے کہا کہ ہم بات چیت کے ذریعے آہستہ آہستہ ایک دوسرے کے قریب آسکتے ہیں۔ صدر بھٹو نے کہا کہ اگر میں نے آج مسز اندرا گاندھی سے ملاقات نہ کی ہوتی تو پریس کانفرنس میں یہ کہہ سکتا تھا کہ سربراہ مذاکرات کامیاب نہیں ہوئے لیکن اب چونکہ آخری کوششیں جاری ہیں۔ میں ایسا نہیں کہوں گا۔ ابھی تک محدود کامیابی کی کچھ امید موجود ہے میں اور مسز اندرا گاندھی افسوسناک تعطل سے بچنے کے لئے ازسرنو قطعی اور آخری کوشش کر رہے ہیں۔ صدر بھٹو نے اپنی پریس کانفرنس میں بتایا کہ انھوں نے مسز گاندھی کو پاکستان آنے کی دعوت دی ہے اس سلسلے

میں متفقہ طور پر کوئی تاریخ طے کر لی جائے گی۔

شملہ ۳ جولائی۔ صدر بھٹو نے شملہ سے پاکستان روانہ ہونے سے پہلے بھارت میں موجود پاکستانی جنگی قیدیوں اور شہریوں کے نام ایک پیغام میں کہا۔ جنگی قیدیوں کا مسئلہ خالص انسانی نوعیت کا ہے اور مجھے امید ہے کہ یہ بہت جلد حل ہو جائے گا۔ پاکستان اور بھارت نے جو سمجھوتہ کیا ہے اس کی بدولت جنگی قیدیوں کی جلد واپسی ہو جانی چاہیئے۔

صدر بھٹو نے کہا کہ میں بھارت کے کیمپوں میں موجود ہزاروں جنگی قیدیوں اور شہریوں سے یہ چند الفاظ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ذہنوں میں آپ سب سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اور آپ کے عزیز، دوست بلکہ سارے پاکستانی عوام آپ کی خیر و عافیت میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔

صدر بھٹو نے مسز اندرا گاندھی کے نام اپنے الوداعی پیغام میں کہا، کہ پاکستانی عوام آپ کا پاکستان میں استقبال کرنے کے منتظر ہیں میں بھارت سے جاتے ہوئے بھارتی عوام کی خوشیوں کا فلاح کے لئے اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کرتا ہوں اور مجھے کوئی شک نہیں کہ بھارتی عوام آپ کی پروقار قیادت میں ترقی کریں گے۔

صدر بھٹو نے شملہ کے عوام کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے جس خوب صورت پہاڑی علاقہ میں جس مہمان نوازی کا مظاہرہ کیا ہے اس پر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ لوگوں کو حفاظتی انتظامات کے باعث مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اور آپ کی چھٹیوں پر اثر پڑا۔ لیکن آپ نے ان مشکلات کے

سامنے صبر سے کام لیا۔ جس کے لئے میں اور میرا وفد آپ کے شکرگزار ہیں۔

بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی نے بھی صدر بھٹو کے نام الوداعی پیغام میں پاکستانی عوام کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کیا۔

شملہ سے چنڈی گڑھ پہنچنے پر اخبار نویسوں سے مختصر ملاقات میں صدر بھٹو نے کہا کہ شملہ میں ہونے والا سمجھوتہ ایک اہم قدم ہے۔ اس سمجھوتہ کو اچھے تعلقات کا آغاز قرار دیا جا سکتا ہے۔ تاہم ہمیں ابھی طویل راستہ طے کرنا ہے۔

صدر بھٹو شملہ سے ہیلی کاپٹر کے ذریعے چنڈی گڑھ روانہ ہوئے تو بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی اور ان کی کابینہ کے سینئر ارکان اور ہماچل پردیش کے گورنر نے انھیں رخصت کیا۔

چنڈی گڑھ میں بھارتی وزیر خارجہ سردار سورن سنگھ، پنجاب اور ہریانہ کے گورنروں اور وزرائے اعلیٰ صدر بھٹو کو الوداع کہنے کے لئے موجود تھے۔

صدر بھٹو اور ان کے ساتھی آج جب شملہ سے لاہور روانہ ہوئے تو انھیں گرمجوشی سے الوداع کیا گیا۔

آل انڈیا ریڈیو نے صدر بھٹو کی روانگی کا آنکھوں دیکھا حال نشر کیا۔ ریڈیو کے مطابق شملہ میں موسم بہت خوش گوار تھا۔ بادل چھائے ہوئے تھے کبھی کبھی ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی۔ صدر بھٹو ابر آلود موسم میں سبز رنگ کا سوٹ اور آسمانی رنگ کی قمیض پہنے ہوئے تھے۔ وہ مسکرا رہے تھے اور بہت خوش و خرم تھے۔ وہ بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کے ہمراہ چمکتی سیاہ کار میں انڈیل کے ہیلی پیڈ پہ پہنچے تو ہماچل پردیش کے وزیر اعلیٰ نے ان کا استقبال کیا اور اپنے

وزیروں اور پارلیمنٹ کے ارکان سے ان کا تعارف کرایا۔ سکول کے تین ننھے منے بچوں نے صدر کی صاحبزادی مس بے نظیر بھٹو کو گلدستے دیئے۔ ہماچل پردیش کے ایک سو جوان ہیلی پیڈ پر چاق و چوبند کھڑے تھے۔

## لاہور کے ہوائی اڈے پر صدر کا استقبال

۳ جولائی : صدر بھٹو کے استقبال کے لئے صبح ۷½ بجے سے ہی لاہور کے عوام ٹولیوں کی شکل میں ہوائی اڈے کی طرف روانہ ہو گئے۔ شہر کے مختلف حصوں میں پیپلز پارٹی نے بسوں اور ٹرکوں کا انتظام کیا تھا تاکہ لوگوں کو ہوائی اڈے پر پہنچنے میں تکلیف نہ ہو۔ ۹½ بجے کے قریب ہوائی اڈہ لوگوں سے بھر چکا تھا شامیانے کے نیچے تل دھرنے کو جگہ نہیں تھی۔ تیز دھوپ کے باوجود لوگ ٹین کی چھتوں پر چڑھے ہوئے تھے۔ پروگرام کے مطابق صدر کا طیارہ ۱۰½ بجے لاہور پہنچنے والا تھا لیکن دس بجے کے بعد اعلان ہوا کہ طیارہ ایک گھنٹہ لیٹ ہے، اس کے باوجود مجمع میں کوئی کمی نہیں آئی۔ بلکہ لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا گورنر پنجاب ملک غلام مصطفےٰ کھر ہوائی اڈے پر پہنچے تو شامیانے کے نیچے جمع لوگوں کی طرف چلے گئے۔ کچھ صوبائی وزرا بھی ان کے ساتھ تھے۔ ہوائی اڈے پر سینکڑوں پاکستانی پرچم اور پیپلز پارٹی کے جھنڈے لہرا رہے تھے۔ صدر بھٹو کے طیارے کو ۱۰ بجکر ۴۰ منٹ پر رن وے پر اترنا تھا۔ لیکن سوا گیارہ بجے صدر کے طیارے نے ہوائی اڈے کے چکر لگانے شروع کر دیئے اور ۱۱ بجکر ۲۶ منٹ پر طیارہ رن وے پر آ کر رکا۔ جونہی صدر بھٹو طیارہ کے دروازے پر نمودار ہوئے

تو ہوائی اڈہ عوام کے نعروں سے گونج اٹھا۔ صدر بھٹو نے ہاتھ لہرا کر عوام کے نعروں کا جواب دیا۔ صدؔ طیارے سے نیچے اترے تو گورنر پنجاب جناب غلام مصطفےٰ کھر نے آگے بڑھ کر ان کا خیر مقدم کیا۔ اس کے بعد سندھ کے وزیر اعلیٰ جناب ممتاز علی بھٹو نے صدر کو خوش آمدید کہا۔ اس کے بعد صدر بھٹو نے قومی و صوبائی اسمبلیوں کے ارکان سے ہاتھ ملایا اور ۱۱ بج کر ۳۵ منٹ پر سٹیج پر آئے۔

ان کے سٹیج پر آتے ہی قومی ترانہ بجایا گیا۔ جس کے بعد تلاوت کلام پاک ہوئی۔ ۱۱ بجکر ۴۰ منٹ پر صدر بھٹو نے تقریر شروع کی جو تقریباً ۲۰ منٹ تک جاری رہی۔ صدر نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

"میں نے بھارتی حکمرانوں سے کہا ہے کہ کشمیری عوام کو حق خود ارادیت دیا جائے۔ اس لئے کہ اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلہ وہی کر سکتے ہیں۔ بھارت اس پر رضامند ہو گیا ہے کہ کشمیر کے مسئلہ پر پاکستان اور بھارت اپنے اپنے موقف پر قائم رہیں اور اس پر بعد میں بات چیت کی جائے۔ اس تنازعہ کشمیر کا فیصلہ نہیں ہوا۔

صدر بھٹو نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا:

۲۸ رجون کو لاہور سے روانہ ہوتے وقت میں نے آپ کو تکلیف دی تھی۔ میں نے اس وقت آپ سے چند وعدے کئے تھے۔ پہلا وعدہ یہ تھا کہ میں بھارت میں کوئی مکمل یا

آخری فیصلہ نہیں کروں گا۔ بلکہ بھارت کی رائے سنیں گے اور اپنا موقف پیش کریں گے۔ اور جو تجویز سامنے آئے گی اور جو فیصلہ ہو گا وہ اس وقت تک عارضی ہو گا جب تک آپ منظوری نہیں دے دیتے۔ میں اس پر قائم رہا ہوں میں کوشش کروں گا کہ ۱۰ر جولائی کو قومی اسمبلی کا خاص اجلاس بلاؤں اور اس میں مذاکرات اور معاہدے کو پیش کروں۔ اسمبلی میں اس پر تقریریں ہوں گی۔ ہر رکن اسمبلی کو نکتہ چینی کی اجازت ہو گی۔ یہ معاہدہ کامیاب معاہدہ ہے اس کے باوجود میں اسے قومی اسمبلی میں پیش کروں گا۔ اور وہی فیصلہ کرے گی۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ بھارت میں کوئی دوسرا تاشقند نہ ہو گا۔ آپ بتایئے کہ میں دوسرا تاشقند کر کے آیا ہوں۔ دوسرا تاشقند میری لاش پر ہی ہو سکتا ہے۔ عوامی حکومت ایسا نہیں کر سکتی۔ عوام کے خادم ایسا کبھی نہیں کر سکتے۔ ہمارے سب سے بڑے دشمن بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس معاہدے میں تاشقند کی بو ہے۔ میں نے آپ سے یہ بھی کہا تھا کہ کوئی خفیہ معاہدہ نہیں ہو گا۔ میں شملہ میں مذاکرات سے بہت دیر سے باہر رہا اور میرے وفد کے ارکان مذاکرات کرتے رہے۔ میں نے انھیں بتایا تھا کہ کیا بات کرنی ہے اور اگر مذاکرات میں رکاوٹ پیدا ہوتی تھی، تو میں بھارتی وزیر اعظم

سے سب کے سامنے لاتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ میری تجویز یہ ہے
کہ اس مسئلے کو یوں دیکھا جائے اور اس طرح طے کیا جائے۔
میں نے آپ سے وعدہ لیا تھا کہ کوئی سودے بازی نہیں ہوگی
میں نے کوئی سودے بازی نہیں کی۔ میں اصولوں پر سودے
بازی نہیں کر سکتا اور نہ کی ہے۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا
تھا کہ بھارت کی زمین پر "بنگلہ دیش" کا کوئی ذکر نہیں ہوگا۔
اور نہیں ہوا۔ جیسے میں نے کہا تھا کہ یہ ملاقات معمولی نہ ہوگی
اس لئے کہ ایک طرف مشرقی پاکستان ان کے قبضہ میں ہے
اور دوسری طرف سندھ اور پنجاب کا علاقہ اس کے قبضہ میں ہے
اس کے علاوہ ہمارے نوے ہزار فوجی بھارت کی قید میں ہیں
اور پھر بھارت کی دھمکیاں بھی ہمارے سامنے ہیں کہ ہمارے
جنگی قیدی مجیب کے حوالے کر دیئے جائیں۔ اس وقت بھارت
طاقت میں ہے۔ اس لئے کہ سب چیزیں اس کے ہاتھ میں ہیں
ہمارے پاس ہمارے اصول ہیں۔ پاکستان کے غریب، غیور اور
بہادر عوام کی دعائیں، امنگیں اور آرزوئیں ہمارے پاس ہیں
میں نے بھارت جانے سے پہلے عوامی عدالت میں کہا تھا، دوستوں
اور بھائیوں سے بات چیت کی تھی۔ ہمیں عوام کی حمایت حاصل
تھی۔ اللہ کا رحم و کرم ہمارے ساتھ تھا۔ میں نے اللہ کے
دربار میں حاضری دی تھی۔ اور دعا کی تھی ہمیں کامیابی عطا ہو

اس لئے کہ یہ ملک اسلام کا حصار ہے۔ بہت غریب مسلمانوں نے بنایا ہے۔

سیاست اور سیاسی باتیں بھارت کے ہاتھوں میں تھیں ہم نے ڈٹ کر باتیں کیں۔ ہم نے بھارتی حکمرانوں سے کہا کہ ہم اقوام متحدہ کے اصول کے مطابق بھارت سے بہتر تعلقات قائم کرنے کو تیار ہیں۔ اس لئے کہ دونوں ملک اقوام متحدہ کے رکن ہیں۔ ہم نے بھارت میں جنگ نہ کرنے کا معاہدہ نہیں کیا۔ یہ معاہدہ کبھی نہیں ہوگا۔ ہم حق و صداقت کی جیت کے لئے پوری کوشش کریں گے ہم نے کشمیر کے بارے میں مصلحت سے کام نہیں لیا۔ ہم نے کسی مسئلے پر سودے بازی نہیں کی۔ ہم نے بھارتی حکمرانوں سے کہا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ برصغیر میں جنگ نہ ہو تو آپ ہی انصاف کریں۔ ہمارے علاقوں سے اپنی فوجیں نکال لیں۔ آپ کے اس اقدام کی تعریف پوری دنیا کرے گی۔ ویسے بھی یہ علاقے آپ کے نہیں ہمارے ہیں۔ ہم تنازعہ کشمیر پر آپ سے بات چیت کرنے کو تیار ہیں۔ اس وقت کشمیر میں جہاں آپ کی فوجیں بیٹھی ہیں بیٹھی رہیں جہاں ہماری فوجیں بیٹھی ہیں بیٹھی رہیں لیکن پنجاب اور سندھ سے آپ اپنی فوجیں نکال لیں۔ ویسے بھی کشمیر پر جلدی کرنے کی ضرورت نہیں۔

صدر بھٹو نے جنگی قیدیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ انھیں پاکستانی

جنگی قیدیوں کی واپسی کے مسئلے میں کامیابی نہیں ہوئی لیکن اس پر مایوس ہونے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ یہ پہلی ملاقات تھی دوسری ملاقات ہوگی تو یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے گا بھارتی حکومت ہمارے جنگی قیدیوں کا کیا کریگی اسے جنگی قیدی واپس کرنے ہی ہوں گے اگر میں سودا بازی کرتا تو ایک منٹ میں جنگی قیدی واپس لا سکتا تھا۔

صدر بھٹو نے کہا کہ شملہ میں قیام کے دوران وہ فرش پر سوتے رہے ہیں اور ایک لمحہ کے لئے بستر پر نہیں لیٹے۔ انھوں نے کہا کہ انھیں ہر وقت پاکستان کے نوے ہزار جنگی قیدیوں کا دھیان رہتا تھا میں سوچتا تھا کہ جب میرے بھائی فرش پر سو رہے ہیں تو میں فرش پر کیوں نہ سوؤں۔ چنانچہ پانچوں روز فرش پر ہی سویا۔

صدر بھٹو تقریر ختم کرنے کے بعد وی آئی پی روم کی طرف جاتے جاتے ایک دم مڑے اور اس طرف چل دیئے جہاں لاکھوں کی تعداد میں افراد کھڑے تھے۔ صدر بھٹو عوام کے پاس گئے اور ان سے ہاتھ ملایا۔ لوگوں نے زبردست نعرے لگائے تو صدر بھٹو نے اپنا سفید کوٹ اتارا اور ان کی طرف پھینک دیا لوگ کوٹ پر جھپٹ پڑے تو تھوڑی سی دیر میں کوٹ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے سینکڑوں افراد کے ہاتھوں میں تھے جو انھیں آنکھوں سے لگاتے اور چومتے رہے۔

# پاک بھارت معاہدے کا متن

پاکستان اور بھارت کے درمیان جو سمجھوتہ ہوا اُس کے تحت دونوں ملک مغربی سرحدوں سے اپنی فوجیں ان جگہوں پر واپس لے جائیں گے جہاں وہ دسمبر ۱۹۷۱ کی جنگ شروع ہونے سے پہلے تھیں تاہم کشمیر میں دونوں ملکوں کی فوجیں اس وقت تک موجودہ جگہوں پر رہیں گی۔ جب تک کشمیر کے مسئلہ کا قطعی حل نہیں ہو جاتا۔

سمجھوتہ میں کہا گیا ہے کہ دونوں ملک برصغیر میں پائیدار امن قائم کرنے اور آپس میں دوستانہ ہم آہنگ تعلقات بڑھانے کی کوشش کریں گے حکومت ہند اور حکومت پاکستان اس بات پر رضامند ہوگئی ہیں کہ دونوں ملک اپنے اختلافات اور تنازعات کو ختم کر دیں۔ جو ان کے درمیان تعلقات کے قیام میں رکاوٹ ہیں اور دونوں ملک برصغیر میں پائیدار امن کے قیام اور آپس میں دوستانہ تعلقات کے فروغ کے لئے کام کریں تاکہ دونوں ملک اپنے وسائل اور قوتوں کو اپنے عوام کی فلاح وبہبود کے لئے بروئے کار لا سکیں۔

اس مقصد کے حصول کے لئے حکومت ہند اور حکومت پاکستان اس بات پر رضامند ہوگئی ہیں کہ

۱۔ دونوں ملک اپنے تعلقات اقوام متحدہ کے اصولوں اور منشور کے مطابق قائم کرے۔

۲۔ دونوں ملک اپنے اختلافات پرامن طور پر باہمی افہام وتفہیم اور مذاکرات

کے ذریعے طے کریں گے۔ دونوں ملکوں کے درمیان التوا پذیر مسائل کے سلسلے میں کوئی ملک یک طرفہ کارروائی کر کے صورت حال کو تبدیل کرنے کی کوشش نہیں کریگا اور دونوں ملک کسی ایسی بات سے گریز کریں گے۔ جس سے ان کے درمیان پرامن تعلقات پر زد پڑنے کا اندیشہ ہو۔

۳۔ یہ کہ دونوں ملک دیرپا امن کے قیام کے لئے پرامن بقائے باہمی کے اصولوں پر عمل کریں گے۔ ایک دوسرے کی جغرافیائی حدود اور خود مختاری کو مقدم رکھیں گے اور برابری کے اصولوں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کریں گے۔

۴۔ یہ کہ ایسے بنیادی مسائل اور تنازعات جن کے باعث گذشتہ ۲۵ برسوں سے دونوں ملکوں کے تعلقات کشیدگی کا شکار چلے آرہے ہیں۔ پُرامن طور پر طے کئے جائیں گے۔

۵۔ اور یہ کہ دونوں ملک ایک دوسرے کے قومی اتحاد، جغرافیائی یک جہتی سیاسی آزادی اور خود مختاری کا احترام کریں گے۔

۶۔ یہ کہ اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق وہ ایک دوسرے کو دھمکی دینے یا ایک دوسرے کی جغرافیائی یک جہتی اور سیاسی آزادی کے خلاف طاقت سے باز رہیں گے۔ اور یہ کہ دونوں ممالک ایک دوسرے کے خلاف معاندانہ پراپیگنڈہ روکنے کے لئے ہر ممکن اقدام کریں گے۔

۷۔ دونوں ملک ایسے مذاکرات اور اطلاعات کی حوصلہ افزائی کریں گے۔ جس سے ان کے درمیان دوستانہ تعلقات کے قیام میں مدد ملے

اور دونوں ممالک تعلقات معمول پر لانے اور انھیں بتدریج بہتر بنانے کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کرنے پر رضامند ہو گئے ہیں :-

۱ - ایسے اقدام کئے جائیں جن سے مواصلات ڈاک اور تار کا رابطہ بحال ہو جائے - نیز ایک دوسرے کے علاقوں پر سے پروازیں بھی بحال کر دی جائیں -

۲ - دوسرے ممالک کے شہریوں کو سفر کی سہولتیں دینے کا انتظام کیا جائے گا -

۳ - اقتصادی اور تجارتی تعاون کو ہر ممکن حد تک فروغ دیا جائے گا -

۴ - سائنس اور ثقافت کے میدانوں میں تبادلوں کا فروغ دیا جائے گا -

اس سلسلہ میں دونوں ممالک کے وفود ضروری تفصیلات طے کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً ملاقاتیں کریں گے -

دونوں ممالک اس معاہدے کو اپنے ملک کے آئینی طریقوں کے مطابق توثیق کریں گے - اور اس معاہدے پر اس دن سے عمل درآمد شروع ہو جائے گا جب توثیق کے کاغذات کا تبادلہ ہو گا -

دونوں حکومتیں اس بات پر رضامند ہو گئی ہیں کہ ان کے سربراہ مستقبل میں کسی مناسب وقت میں دوبارہ ملاقات کریں گے - اور اس دوران دونوں ممالک کے نمائندے آپس میں ملاقات کریں گے - اور پائیدار امن کے قیام اور بہتر تعلقات استوار کرنے کے سلسلے میں بات چیت کرینگے

اس بات چیت میں جنگی اور سول قیدیوں کے تبادلے، مسئلہ کشمیر کے حتمی حل اور سفارتی تعلقات کے قیام کے مسائل شامل ہوں گے ۔

دستخط : ذوالفقار علی بھٹو
صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان

دستخط : اندرا گاندھی
وزیر اعظم جمہوریہ ہند

---

# شجاعت کے سنگِ میل

سرخی خارِ مغیلاں یہ پتہ دیتی ہے
تیرے دیوانے یہاں آئے یہاں تک پہنچے

آزادیٔ وطن کے متوالوں نے حالیہ جنگ میں جو کچھ بھی کر دکھایا اُس کی کہیں مثال نہیں ملتی۔ وہ جہاں جہاں پہنچے اپنی عظمت و شجاعت کے سنگِ میل گاڑتے چلے گئے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہر سپاہی دشمن کے خلاف ایک پوری فوج بن گیا۔ ہر محبِ وطن، ہر رضاکار، پاکستان کا ہر پرستار حب الوطنی کے جوش میں پر آشوب لمحوں میں پاکستان کے لئے سب کچھ کر گزرا۔ اسے جو کچھ بھی کرنے کو کہا گیا۔ اس نے بلا تاخیر د

تامل اپنے دل کے پورے خلوص اور حوصلے کے ساتھ کیا۔ وہ اپنی سلامتی کا خیال کئے بغیر ہر خطرے میں کود گیا۔ مسلک عشق میں سکوت بحر کا انتظار روا نہیں۔ اس میں کود جانے کا وقت تو وہ ہے جبکہ طوفان اپنی پوری شدت سے اٹھ رہا ہو۔

زیر نظر صفحات اسی جذبے کی عکاسی کرتے ہیں اور ایک عظیم دستاویز ہیں ان ملکی وملّی فرائض کی جنھیں حالیہ جنگ میں پاکستان کے فدائیوں نے اپنی جان پر کھیل کر بھی ادا کیا۔ وہ شہید بھی ہوئے اور غازی بھی بنے۔ وہ وقت کے تقاضے پر پسپا بھی ہوئے اور طوفانی رفتار سے پیش قدمی بھی کی۔ انہوں نے زندگی اور موت کے ہنگامے میں بہت کچھ کھویا بھی اور بہت کچھ پایا بھی۔ انھوں نے دشمن کے ناقابل تسخیر حصاروں کو اپنے قدموں تلے روندا بھی اور آگ اگلتے سنگین و شرمن ٹینکوں تلے روندے بھی گئے۔

## قیصر ہند میموریل پر قبضہ

ایک ایک انچ پر زمین پر بارودی سرنگوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ ان میں انسانوں کے علاوہ ٹینکوں کو اڑا دینے کی قوت رکھنے والی بارودی سرنگیں بھی تھیں بھارتی توپ خانہ چاروں طرف شدید گولہ باری کر رہا تھا۔ آسمان سے بھارتی فضائیہ کے طیارے آگ برسا رہے تھے۔ سامنے اور اردگرد سے مضبوط مورچوں میں میٹھے بھارتی فوجی ہلکی مشین گنوں، مارٹروں اور رائفلوں سے گولیاں برسا رہے تھے۔ ہر طرف آگ ہی آگ تھی۔ شدید قسم کی اس برستی آگ میں پاک فوج

کے جانبازوں پر مشتمل چند کمپنیاں اپنے افسروں کی قیادت میں حسینی والا ہیڈ ورکس کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ آگے بڑھ کر حسینی والا ہیڈ ورکس کے پل پر قبضہ کرلیں تاکہ دشمن کو اس راستے سے قصور پر حملہ کرنے کا موقع نہ مل سکے۔

پاکستانی فوج کے یہ جانباز جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے آگے بڑھے اور صرف ۲/۱ ۲ گھنٹے کی قلیل مدت میں انہوں نے اس قدر حیران کن کارنامہ انجام دیا کہ سننے اور دیکھنے والے ششدر رہ جائیں۔ پاک فوج کے جیالوں نے بھارت کے ناقابل تسخیر دفاع کو تہس نہس کرکے ہیڈ ورکس پر قبضہ کرلیا اور بھارتی حملے کا یہ راستہ بند کرکے رکھ دیا۔ بعدازاں بھارت کی افواج نے اپنا کھویا ہوا علاقہ واپس لینے کی سرتوڑ کوششیں کیں۔ لیکن بھارت کے دفاعی مورچوں پر قابض پاک فوج کے جیالوں نے ان کی ایک نہ چلنے دی۔ آج تک حسینی والا اور اس کے اردگرد کا دس مربع میل سے زیادہ علاقہ پاکستانی فوج کے قبضہ میں ہے۔

۳ دسمبر کو جب مغربی محاذ پر جنگ شروع ہوئی تو کمانڈروں نے بین الاقوامی سرحد کی حفاظت کے لئے ہیڈ ورکس پر قبضہ کرنا مناسب سمجھا۔ اگر پاک فوج اپنی دفاعی پوزیشنوں پر ہی بیٹھی رہتی تو بھارتی فوج ہیڈ ورکس سے گزر کر کسی وقت بھی حملہ کرسکتی تھی۔

منصوبہ تیار ہوا اور جوان افسروں کو عمل درآمد کا حکم دیا گیا۔ حسینی والا کی بین الاقوامی سرحد سے ہیڈ ورکس کا فاصلہ قریباً ڈھائی سو گز ہے لیکن سیدھے

جا کر اس پر قبضہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ تین اطراف سے آگے بڑھنے کا منصوبہ بنایا گیا۔

پنجاب رجمنٹ کی ایک کمپنی کو دائیں بازو سے آگے بڑھ کر دیپال پور کینال کو پار کر کے ہیڈ ورکس کے قریب بیری میٹر تک پہنچنا تھا۔ بلوچ رجمنٹ کی ایک کمپنی کو بائیں بازو سے حملہ کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ ایک کمپنی کو یہ ہدایت تھی کہ وہ سڑک کی طرف سے حملہ آور ہونے یا دونوں بازوؤں سے آگے بڑھنے والے جوانوں کی مدد کے لئے تیار رہے۔ ہیڈ ورکس تک بھارتی فوج نے دفاعی لائنیں بنا رکھی تھیں اور مٹی کے دمدمے بنائے گئے تھے جو بندوں کے پیچھے تھے اور سامنے سے نظر نہ آتے تھے ان دمدموں کے علاوہ ہر دو دمدموں کے درمیان کچے مورچے تھے۔ جن میں بھارتی فوجی مارٹر گنیں اور رائفلیں سنبھالے بیٹھے تھے۔ قیصر ہند میموریل ہندوستانی افواج کا ایک زبردست مورچہ تھا۔ جس کی چھت پر بھاری مشین گن لئے بھارتی توپچی اپنے او۔ پی کے ساتھ موجود تھے۔ اس جگہ سے ارد گرد اور پاکستانی سرحد کا تمام علاقہ بالکل صاف دکھائی دیتا تھا۔ اور بھارتی او پی معمولی سی حرکت پر توپ خانے کی گولہ باری کروا رہا تھا۔

سرحد سے آگے ہر کھلی جگہ پر زمین دوز بارودی سرنگیں بچھی ہوئی تھیں۔ گولہ باری، فائرنگ اور بمباری شدید تھی۔ ان حالات میں دائیں بازو سے حملہ آور ہونے والے پنجاب رجمنٹ کے جوان تیزی سے آگے بڑھنے لگے وہ برستی آگ اور زمین دوز بارودی سرنگوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے آگے

بڑھتے چلے گئے۔ بارودی سرنگیں بھی پھٹیں، وہ گولہ باری کی زد میں بھی آئے اور شدید زخمی بھی ہوئے لیکن ہر قسم کے نقصان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ راستے میں آنے والے دمدموں کا اندازہ فائرنگ سے لگایا گیا، سمت جانچ کر جوان گرنیڈ ہاتھ میں لئے آگے بڑھتے رینگتے ہوئے ہر قسم کا خطرہ مول لے کر دمدمے تک پہنچتے اور گرنیڈ پھینک کر لیٹ جاتے، دھماکے ہوئے۔ چیخیں بلند ہوئیں اور ناقابل تسخیر مورچے سر ہوتے چلے گئے جوان نہر پار کر کے آگے بڑھنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کے لئے سب سے بڑا مسئلہ پیری میٹر کے دمدموں کو ختم کرنا تھا۔ سامنے سے ان دمدموں تک پہنچنا بہت مشکل تھا اس لئے فوری طور پر ایک لمبا چکر کاٹ کر دریا کی طرف سے پچھلی طرف آنے کا فیصلہ کیا گیا۔ کمانڈر نے چند لمحوں میں فیصلہ کیا اور تھوڑی دیر بعد ہی جوان رینگتے ہوئے دریا کی طرف بڑھنے لگے۔

اس طرف بڑھنے والوں کی قیادت مشرقی پاکستان سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان فوجی افسر کے ہاتھ میں تھی۔ مادر وطن کی حفاظت پر مامور یہ مشرقی پاکستانی نوجوان اپنے جوانوں کی قیادت کرتے ہوئے چند لمحوں بعد ہی ہندوستانی مورچوں کے پیچھے پہنچ گیا اور زوردار آواز سے "اللہ اکبر" کا نعرہ لگایا۔ جوانوں نے اپنی پوری قوت سے جواب دیا۔ ہندوستانی فوجوں پر بوکھلاہٹ طاری ہو گئی۔ وہ مقابلے کے لئے پیچھے پلٹے۔ اس عرصے میں پاک فوج کے جوان حملہ کر چکے تھے۔ ہینڈ گرنیڈ، پھر رائفلیں اور آخر کار دست بدست لڑائی کی نوبت آ گئی اور جلد ہی پاکستانی فوج کے جوان غالب آ گئے۔ لیکن اس

غلبہ میں وہ اپنے کمانڈر سے محروم ہو گئے۔ نوجوان بنگالی افسر لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔

ادھر سڑک سے آگے بڑھنے والے بلوچ رجمنٹ کے جوانوں کو شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ قیصر ہند میموریل تک پہنچنے سے پہلے ان کو ایک بند کے پیچھے مورچہ بند ہندوستانی فوجوں سے نمٹنا تھا۔ اس مقصد کے لئے ایک الگ پلاٹون آگے بڑھی اور سڑک کے بائیں طرف ہوتی ہوئی بند کے پیچھے بنے ہوئے مورچوں پر حملہ آور ہوئی۔ زمین دوز بارودی سرنگوں سے گزر کر برستی آگ میں اس پلاٹون کے جوانوں نے بھارتی مورچوں پر حملہ کیا ان کی قیادت ایک نان کمشنڈ افسر کر رہا تھا۔ پاک فوج کے جوانوں نے تھوڑے عرصہ میں تمام مورچے سر کر لئے۔ بھارتی فوجی یا تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور یا پھر بھاگ نکلے۔

اب سڑک کے راستے قیصر ہند میموریل تک بڑھنے والے جوانوں کے لئے بائیں طرف کا خطرہ ختم ہو گیا تھا۔ لیکن توپوں کی گولہ باری، مشین گنوں کی فائرنگ اور قیصر ہند پر قابض ہندوستانی فوج کی گولیاں ان کو شدید نقصان پہنچا رہی تھیں۔ مدد کے لئے ٹینک بھی بلائے گئے اور ایک نوجوان میجر کی قیادت میں یہ جوان سڑک کے راستے بڑھتے ہوئے قیصر ہند میموریل کے ایک بازو میں پہنچ گئے اور جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھ گئے وہ میموریل پر قبضہ کرنے کا پروگرام طے کرنے لگے۔ شدید گولہ باری اور کھلی جگہ پر ہونے کے باعث یہ جوان فوراً آگے نہ بڑھ سکتے تھے۔

اسی اثنا میں ایک نوجوان میجر کی قیادت میں امدادی کمپنی بھی آ گے بڑھی۔ نوجوان کمانڈر نے اپنے ساتھیوں کی مدد کے لئے پہنچنے کا فیصلہ کر لیا تھا وہ اندھیرے میں سڑک پر چلتا ہوا اپنے نوجوانوں کے ساتھ میموریل کے ایک طرف پہنچا تو اپنی ہی رجمنٹ کے جوان نظر آ گئے، وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اب اس جگہ پر پاکستانی فوج کے جوانوں کی تعداد بڑھ چکی تھی آڑے نکلنا بھی خطرے سے خالی نہیں تھا۔ کافی وقت گزر گیا جوان بے چین ہونے لگے۔ تو امدادی کمپنی کے کمانڈر نے جلد ہی ایک فیصلہ کر لیا انہوں نے جوانوں سے پوچھا کہ رضا کارانہ طور پر کون شخص ان کے ساتھ میموریل کے پچھلی طرف جا کر صورت حال دیکھنے کو تیار ہے۔ یہ فیصلہ انتہائی خطرناک تھا۔ کیونکہ جس جانب ان کو جانا تھا وہ جگہ نہر اور دریا کے کنارے مورچہ بند بھارتی فوجوں کے بالکل سامنے تھی لیکن نوجوان افسر نے کسی خطرے کی پروا کئے بغیر رضا کارانہ طور پر پیش ہونے والے ایک جوان کو ساتھ لے کر ہاتھوں میں گرنیڈ لئے ہوئے میموریل کے پچھلی طرف پہنچنے کے لئے زمین پر رینگنا شروع کر دیا۔ انتہائی خاموشی اور احتیاط سے چلتے ہوئے وہ دونوں پچھلی طرف پہنچے۔ تو میموریل کو جانے والی سیڑھیاں نظر آ گئیں۔ نوجوان افسر نے تاک کر نشانے لگائے اور اندر گرنیڈ پھینکے۔ گرنیڈوں کے پھٹنے کا دھماکہ اور زوردار چیخیں ایک ساتھ بلند ہوئیں، نشانہ ٹھیک بیٹھا تھا اور میموریل کی چھت کے نیچے موجود بھارتی فوجی زخمی یا ہلاک ہو چکے تھے۔ نوجوان افسر نے ایک لمحہ رک کر جائزہ لیا اور پھر جلدی جلدی رینگتا ہوا واپس اپنے جوانوں سے آ ملا اس مرتبہ

اس نے مزید جوان لئے جن میں ایک برین گن والا بھی تھا اور پھر اسی جگہ سیڑھیوں کے پاس پہنچ گیا۔ دو جوانوں کو سیڑھیوں کے اردگرد تعینات کر کے نوجوان افسر اللہ کا نام لے کر سب سے پہلے خود آگے بڑھا اور چند ہی لمحوں بعد وہ میموریل کی چھت کے نچلے حصے میں تھا۔

اس عرصہ میں چھت کے اوپر بیٹھے ہندوستانی فوجی اپنے زخمی ساتھیوں اور ہلاک ہونے والے ساتھیوں کو اٹھا کر ایک کوٹھڑی میں بند کر چکے تھے۔ اوپر سے مسلسل مشین گنوں کی فائرنگ جاری تھی۔ اور اوپی اپنے توپ خانے کو نشانے بنا بنا کر گولہ باری کرانے میں مصروف تھا۔

راستہ صاف پا کر پاک فوج کے دوسرے جوانوں کو بھی بلا لیا گیا اور اب سیڑھیاں تلاش کر کے اوپر جانے کی تیاری ہونے لگی۔ اوپر جانے کے لئے بھی افسر ہی آگے بڑھا اور گرنیڈ پھینک کر راستہ صاف کرنے کی کوشش کی لیکن سیڑھیاں گول ہونے کی وجہ سے جلد کامیابی نہ ہو سکی۔ اوپر سے ہندوستانی فوج سیڑھیوں میں مشین گن کے فائر بھی کر رہی تھی پاک فوج کے جوان آگے بڑھتے اور پھر پیچھے ہٹ جاتے۔ اس عرصہ میں پاکستانی سرحد کی طرف کھلنے والے گیٹ پر متعین ہندوستانی مشین گن کے ٹوچی کو ہلاک کیا جا چکا تھا۔

قیصر ہند میموریل کی چھت پر قبضہ کرنے کی کوشش جاری تھی کہ میموریل میں سب سے پہلے قدم رکھنے والے نوجوان افسر کو وائرلیس پہ پیغام ملا کہ وہ اپنی امدادی کمپنی لے کر نہر کے پل پہ پہنچ جائے کیونکہ بیری میٹر پہ حملہ آور ہونے والے پنجاب رجمنٹ کے جوانوں کو اس کی ضرورت ہے نوجوان افسر نے یہ مہم دوسری

کمپنی کے کمانڈر کے حوالے کی۔ اور خود اپنے جوانوں کو اکٹھا کر کے پل کیطرف روانہ ہو گیا۔ ادھر میموریل پر قبضہ کی مہم جاری رہی۔ بڑی مشکل کے بعد ایک ٹینک کی مدد سے چھت پر بنے ہوئے مضبوط مورچے کو نشانہ بنایا گیا، اور نوجوان کمپنی کمانڈر نے چھت پر جا کر پاکستانی پرچم لہرا دیا۔

ادھر قیصر ہند میموریل پر پہلا قدم رکھنے والا نوجوان کمپنی کمانڈر پاکستانی ٹینک کی مدد سے بڑھتا ہوا دیپالپور نہر کا پل پار کر کے اپنے جوانوں کے ساتھ ہیڈ ورکس کے کنارے پر پہنچ گیا۔ اس وقت تک پنجاب رجمنٹ کے جوان بیری میٹر کے مورچوں پر حملہ کر چکے تھے اور بھارتی فوجی راہ فرار اختیار کرنے کی فکر میں تھے۔ نوجوان افسر نے اپنے نوجوانوں کو پوزیشن پر بٹھایا اور بھارتی فوجی ان کا نشانہ بننے لگے ان جوانوں کے ساتھ بھی دست بدست لڑائی ہوئی اور آخر کار مورچے فتح ہو گئے۔

پاک فوج کی ان تین کمپنیوں نے جس عرصہ میں ہیڈ ورکس پر قبضہ کے لئے کارروائی جاری رکھی اس عرصہ میں بلوچ رجمنٹ کی ایک اور کمپنی سڑک کے بائیں بازو سے ہندوستانی مورچوں پر حملہ کر رہی تھی اس کمپنی کے جوان اپنے کمانڈر کی قیادت کی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ دمدمے فتح ہوتے رہے اور وہ بھی اپنے حصے کا علاقہ صاف کر کے دریائے ستلج کے اس کنارے اور ہیڈ ورکس کے بائیں طرف کے مورچوں پر قابض ہو گئے۔ منصوبہ مکمل ہوا اور ہیڈ ورکس کے علاوہ دونوں طرف پاکستانی فوج نے قبضہ کر لیا۔ یہ قبضہ منصوبہ کے عین مطابق ہوا۔ اس اپریشن میں صرف

ڈھائی گھنٹے کا وقت لگا۔ اور ناقابلِ تسخیر مورچوں پر موجود دو بٹالین بھارتی فوج جسے توپ خانے اور فضائیہ کی بھی پوری پوری مدد حاصل تھی۔ بُری طرح شکست کھا گئی۔

اس لڑائی میں پاکستانی فوج کو بھی جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ جوان اور افسر شہید ہوئے، زخمی ہوئے۔ تاہم یہ نقصان اُس سے کہیں کم تھا جس کا اندازہ لگایا گیا تھا۔ زخمی ہونے والوں میں وہ نوجوان کمپنی کمانڈر بھی شامل تھا جس نے سب سے پہلے قیصرِ ہند میموریل پر قدم رکھا۔ یہ نوجوان فوجی افسر ہیڈ ورکس پر کھڑا تھا۔ کہ بھارتی فضائیہ نے بمباری شروع کر دی۔ بھارتی فضائیہ کے طیارے پاک فضائیہ کے ٹینکوں کو نشانہ بنا رہے تھے۔ نوجوان فوجی افسر ضبط نہ کر سکا اور اُس نے ایک جگہ پوزیشن لے کر بھارتی فضائیہ کے الیسؔ یو سیون کو اپنی آٹومیٹک گن ہی سے نشانہ بنایا، جہاز کے غوطہ لگاتے ہی اس نے آٹومیٹک گن کی باڑ ماری۔ جہاز ایک دم اوپر اٹھا اور دوسرے ہی لمحے ٹینک کو چھوڑ کر اس جگہ راکٹ برسانے لگا۔ جہاں سے نوجوان افسر نے فائرنگ کی تھی۔

راکٹ پھٹا، دھول اُڑی اور نوجوان افسر کچھ زخمی ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحہ جہاز نے پھر غوطہ لگایا اور مشین گن سے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ نوجوان افسر گولیوں کی زد میں آ کر شدید زخمی ہوا اور آخر کار اسے ہسپتال جانا پڑا۔ جہاں اس کا علاج ہوا اور وہ صحت یاب ہو گیا۔ ابھی وہ مکمل طور پر صحت یاب نہ ہوا تھا کہ ضد کر کے پھر محاذ پر چلا آیا۔

اس نوجوان افسر کے متعلق ایک اور فوجی افسر ایک واقعہ بیان کرتا ہے

اور وہ یہ کہ یہ نوجوان افسر پل کے قریب پہنچ کر کھڑا تھا۔ بیری میٹر کے مورچے سر ہو چکے تھے۔ اکا دکا بھاگتی فوجی بھاگنے کی کوشش میں مصروف تھے ــــ اور کہیں کہیں دست بدست لڑائی بھی جاری تھی۔ دن چڑھنے میں ابھی کافی وقت تھا اور صاف طور پر کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا کہ اچانک ایک فوجی بندوق پر سنگین چڑھائے سیدھا اس نوجوان کمانڈر کی طرف آیا۔ نوجوان افسر نے اسے اپنا جوان سمجھا اور آواز دے کر پوچھا۔ "کون ہو ؟"

اس نے جواب دیا ـ "تم کون ہو ؟"

اس عرصہ میں وہ فوجی بہت قریب آ چکا تھا۔ اچانک نوجوان افسر کو کچھ احساس ہوا اور اس نے احتیاطاً فوجی کی بندوق کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اس کا رخ دوسری طرف کر دیا۔ اسی لمحے اس کو پتہ چل گیا تھا کہ یہ شخص بھارتی فوجی ہے۔ اب ان دونوں کے درمیان کش مکش شروع ہو گئی اس اثنا میں بھارتی فوجی اپنی بندوق چھوڑ کر پل کی طرف بھاگ اٹھا اور فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

## راجشاہی کا کارنامہ

یہ گن بوٹ جنگ کے دوران بھارتی بحریہ کی ناکہ بندی توڑ کر چٹاگانگ سے ملائشیا کی بندرگاہ پنانگ میں پہنچ گئی تھی۔ راج شاہی کے کمانڈنگ افسر لیفٹیننٹ سکندر حیات خاں نے جب یہ گن بوٹ واپس کراچی پہنچائی تو بتایا کہ اس فرار کی داستان کا آغاز اس وقت ہوا جب ۷ افسروں اور بحری جوانوں پہ

مشرقی پاکستانی بحریہ کے دستے نے بھارتی بحری بیڑے کی ناکہ بندی سے جو کہ خلیج بنگال میں تمام بحری راستوں پر کڑا پہرہ دے رہا تھا، بچ نکل جانے کا فیصلہ کر لیا۔ بھارتی بحریہ نے خلیج بنگال کی جو ناکہ بندی کر رکھی تھی اس کی مدد بھارتی فضائیہ کے طیارے بھی کر رہے تھے جو باقاعدہ سمندر پر پرواز کر رہے تھے۔

گن بوٹ راج شاہی نے اپنا سفر علی الصبح شروع کیا اور تیز رفتاری سے بھارتی بحری ناکہ بندی سے بچ کر ملائشیا کے ایک جہاز کے ساتھ بندرگاہ پنانگ میں لنگر انداز ہو گئی۔

راج شاہی کے ساتھ ایک اور گن بوٹ کومیلا نے اس سے پہلے ایک شاندار کارنامہ سرانجام دیا تھا جب اس نے بھارتی بمبار کینبرا طیاروں کے ایک حملے کو ناکام بنا دیا اور فائرنگ کر کے ایک بمبار طیارے کو نقصان پہنچایا جو بعد میں جل کر سمندر میں گر گیا تھا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ راجشاہی کے ساتھ تین اور گن بوٹ جنگ شروع ہونے تک مشرقی پاکستان میں پاکستان کی بحری قوت کا اہم ستون تھیں۔ مشرقی پاکستان میں فوجی ضروریات میں جوں جوں اضافہ ہوتا گیا۔ پاکستانی بحریہ کی قوت میں بھی اضافہ کر دیا گیا۔ پاکستانی بحریہ کے جوانوں نے اپنے بیڑے میں دیگر ۲۵ کے قریب کشتیوں اور دوسرے جہازوں کو شامل کر کے اپنی قوت کو مضبوط بنا لیا تھا لیکن ان دو کشتیوں کے کارنامے ہر لحاظ سے دل کو گرما دینے والے ہیں۔

مشرقی پاکستان کے بحران اور مارچ ۱۹۷۱ کے بعد ان کشتیوں کو تمام قسم کی سپلائی مثلاً بھاری سامان، اسلحہ اور کمک مہیا کرنے کا فرض سونپا گیا تھا

مشرقی پاکستان میں سڑکوں کے ذریعے ہر قسم کی آمد و رفت کچھ عرصہ کے لیے معطل رہی۔ اس دوران کبھی دریائی راستوں کے ذریعے سپلائی کے کام کی نگرانی اور پاکستانی فوجوں کی نقل و حرکت اور حفاظت کا کام بھی ان گن بوٹوں کے فرائض میں شامل تھا۔

مشرقی پاکستان میں دریائی راستے خصوصی طور پر حملہ کرنے کے لئے آسان ہیں ان حالات میں پاکستانی بحریہ کے جوانوں نے دریائی راستوں کی حفاظت اور بندرگاہوں کو کھلا رکھنے میں نہایت شاندار کارنامے سرانجام دیئے۔

راج شاہی نے ۱۶ر دسمبر کو رات کی تاریکی میں فرار ہونے کا فیصلہ کیا تھا چٹا گانگ کی بندرگاہ کے گرد اگرد جو بارودی سرنگیں بچھی ہوئی تھیں۔ ان سے بچ کر راج شاہی ۱۵ میل نکل آئی جبکہ بھارت نے زبردست ناکہ بندی کی ہوئی تھی۔

## بحری معرکے

۳ر اور ۴ر دسمبر کی درمیانی رات کراچی بندرگاہ اور ماری پور ائر بیس پر بھارتی فضائیہ نے زبردست حملے کئے، جن کے موثر دفاع کے لئے ہمارے پاس موثر طیارے موجود نہ تھے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی سننے میں آئی ہے کہ اسی رات ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا۔ بھارتی طیاروں کے حملے سے پہلے خطرے کا الارم بجا۔ مناسب مقام پر خطرے کا نشان بھی نمودار ہوا بندرگاہ پر نصب طیارہ شکن توپوں کے رخ بھی اوپر کی طرف ہو گئے۔ گنر فائر کرنے

کو تیار تھے کہ چند طیارے روشنیوں کے ساتھ نمودار ہوئے اس اثنا میں نئے احکام ملے۔ کہ یہ دوست طیارے ہیں۔ فائر نہ کیا جائے۔ چنانچہ طیارے اور بھی قریب آ گئے اور انھوں نے لائٹ بند کر کے بحری تنصیبات پر بھرپور حملہ کیا اور ہماری توپیں خاموش رہیں۔ اسی رات تیل میں آگ لگ جانے سے آگ کا طوفان امڈ آیا۔ شعلے دور سے نظر آتے تھے کچھ پتہ نہیں چلا کہ دشمن طیاروں کو دوست طیارے سمجھ لینے کی غلطی کیسے ہوئی۔

پاکستان بحریہ نے نہایت نامساعد حالات میں ایسے ایسے کام کیئے جن پر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ دنیا کی کوئی بحریہ وہ کام نہیں کر سکتی — جو پاکستانی بحریہ نے بھرے ہوئے مشرقی پاکستان میں کیا۔

۸ دسمبر کو پاک بحریہ کی آبدوز ہنگور بھارت کے سرحدی سمندر میں تھی اچانک کچھ فاصلے پر اسے بھارتی بحریہ کے دو فری گیٹ جہاز نظر آئے تو ٹھیک رات کے ۸ بج کر ۱۲ منٹ پر کمانڈر نے حکم دیا۔

"شوٹ"

ہنگور اسے تارپیڈو چھوٹا۔ مگر نشانہ خطا گیا۔ دشمن کا جہاز بچ نکلا تو ہنگور فوراً دشمن کے دوسرے جہاز کی طرف متوجہ ہوئی۔ سی مین غلام غوث تارپیڈو ٹیوب کے قریب کھڑے تھے۔ پہلے فائر سے صرف چار منٹ، پھر شوٹ کا حکم ملا۔ محمد مسکین نے جو بحریہ کا موثر ہتھیار سوز چلانے پر مامور تھے حکم ملتے ہی شوٹ کر دیا۔ زبردست دھماکہ ہوا۔ سمندر کوہ پیمائی لہر اٹھ کر آبدوز سے ٹکرائی۔ تارپیڈو دشمن کے جہاز کے میگزین سے ٹکرا کر پھٹا۔

آگ کے شعلے بلند ہوئے۔ تین منٹ کے اندر اندر جہاز ڈوب گیا۔ اسی اثنا میں دشمن کا پہلا فری گیٹ ہنگورا کا سراغ لگانے میں کامیاب ہو گیا اور وہ تیزی سے ہنگورا کی طرف بڑھا۔ آبدوز شکن مارٹر ہنگورا کے قریب گرنے لگے ۸ بجکر ۲۶ منٹ پر ہنگورا سے الیکٹرک تارپیڈو فائر ہوا۔ دشمن کے جہاز نے فوراً اپنا رخ بدلنے کی کوشش کی لیکن ۴۰۰۰ میٹر سے اپنے ٹارگٹ کا تعاقب کرتا ہوا تارپیڈو جہاز سے ٹکرا گیا اور ۳ منٹ کے اندر اندر وہ بھی ڈوب گیا۔

مشرقی پاکستان میں پاک بحریہ کے ذمے تین کام تھے۔

(۱) سینکڑوں میل لمبے ساحل کی بھارتی لیٹروں سے حفاظت۔

(۲) چٹا گانگ اور کھلنا کا مکمل دفاع۔

(۳) پاکستانی افواج کی سپلائی لائن قائم رکھنا۔

یہ تین بڑے مقاصد پاک بحریہ نے جس قدر کم وسائل سے حاصل کئے اس کی نظیر تاریخ میں شاید ہی کہیں مل سکے۔ مشرقی پاکستان میں صرف چار گن بوٹ تھیں وہاں کی مقامی قیادت نے بیس پچیس معمولی کشتیوں کو بھی گن بوٹ میں تبدیل کر دیا تھا۔

جہاں تک ساحل کی حفاظت کا تعلق ہے دشمن سمندر یا دریاؤں کے راستے سے ساحل تک نہ پہنچ سکا۔ جنگ کے زمانے میں اس کی طرف سے نیول ایکشن ہوا اور وہ بھی جنگی طیاروں کی مدد سے۔ اس کے باوجود اسے چٹا گانگ کے قریب پہنچنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ جنگ کے آخری ایام میں اس نے کاکس بازار میں ہوائی جہازوں کے ذریعہ چھاتہ فوج اتاری۔ ڈھاکا میں

ہتھیار ڈال دینے کے تین دن بعد تک چٹاگانگ ہمارے قبضہ میں رہا۔ منگلا بندرگاہ تک پہنچنے کے لئے دشمن کو خون کے سیلاب سے گزرنا پڑا۔ کھلنا کا ہیڈ کوارٹر ۸ دسمبر ہی کو باریسال منتقل کر دیا گیا تھا جہاں سے دشمن پر آخری وقت تک کاری ضربیں لگتی رہیں۔ اور وہاں کا عملہ دشمن کا محاصرہ توڑ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

پاکستانی نیوی نے مشرقی پاکستان میں فوج کی سپلائی لائن بھی جہاں تک ہو سکا موثر انداز میں قائم رکھی۔ ریل اور سڑک کے راستے کٹ چکے تھے صرف دریاؤں کے ذریعے آمد و رفت ممکن تھی۔ نیوی نے اس میدان میں فوج کو زبردست امداد فراہم کی۔ دریاؤں کے راستے نہایت غیر محفوظ ہو گئے تھے باغی گھات میں بیٹھے رہتے اور موقع پاتے ہی حملہ کر دیتے۔ نیوی کے جوانوں نے بے خطر ہو کر اپنا فرض ادا کیا۔ ایڈمرل شریف، کپتان ضمیر اور کھلنا نیول بیس کے کمانڈر کی کارکردگی تاریخ پاکستان کا ایک درخشندہ باب ہے۔

پاک بحریہ کی چار گن بوٹ میں سے راجشاہی بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئی جبکہ ہماری کومیلا کرانٹ اور تین لانچیں جنھیں گن بوٹ میں تبدیل کر دیا گیا تھا غرق ہو گئیں۔

## جنگی جہاز خیبر

پاکستانی سی مین عارف ملک اپنی روداد بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یوں تو ان کی جنگی مشقیں مئی جون سے شروع ہو گئی تھیں مگر نومبر دسمبر

کے مہینوں میں جنگ کے بھیانک سائے گہرے ہو گئے۔ ان کے جہاز
خیبر کے کمانڈر نسیم ملک تھے۔

۳ر دسمبر کو وہ کراچی کی بندرگاہ سے تقریباً ۱۲۰ سو میل دور تھے اس
روز انھیں بتایا گیا کہ بمبئی کی بندرگاہ پر میزائل بردار کشتیاں موجود ہیں۔
۴ر دسمبر کو خیبر کے عملہ کی زد میں آئی آپریشن شروع کر دیا گیا۔ تاہم یہ معلوم
نہ ہو سکا کہ اس آبدوز کا کیا بنا کیونکہ خیبر کا راڈر سیٹ اسے دوبارہ نہ دیکھ
سکا۔ کیونکہ جہاز کا وہ راڈر جو ساٹھ میل تک دیکھ سکتا ہے خراب تھا اور دوسرا
راڈر ۴۰ میل تک کی تصویر لے سکتا ہے۔

اس آپریشن کے بعد آدھا گھنٹہ گزرا تھا کہ ۱۰ بجکر ۲۵ منٹ پر اچانک
خطرے کا الارم ہوا۔ آپریشن روم تیسری منزل میں تھا چنانچہ عارف ملک سی مین
اوپر کی طرف دوڑے۔ بھارتی طیارے خیبر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ عارف ملک
سی مین نے خیبر کی رفتار تیز کر دی اور آپریشن روم میں پہنچتے ہی طیاروں کو دیکھنے
والا راڈر سیٹ آن کر دیا۔ اور ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کیا اور پاکستانی جہازوں
کو دشمن کے طیاروں سے خبردار کر دیا۔ مشکل سے پانچ منٹ گزرے ہوں گے
کہ یک لخت ایک زلزلہ سا آیا اور پورا جہاز لرز گیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے
ایک طرف جھک گیا۔ جہاز کو روسی میزائل آ کر لگا تھا جو ۲۴ فٹ چوڑا اور ۴۰
فٹ لمبا تھا۔ اس کی آواز اس قدر گرجدار تھی کہ کانوں کے پردے پھٹ
گئے۔ دھاتوں کے زہر آلود ٹکڑے ہر طرف پھیل گئے لوہے کی موٹی تہ
موم کی طرح پگھلنے لگی۔ میزائل کے بارے میں ترچیبوں کو بھی کچھ معلوم نہ تھا

وہ یہی سمجھے طیاروں نے دور سے فائر کیا ہے چنانچہ انھوں نے گنوں کے بٹن دبا دیئے اور جس طرف سے میزائل آیا تھا گولے برسانے لگے۔

اپریشن روم کے اوپر نگرانی کا کمرہ تھا وہاں اس وقت جہاز کی روشنیوں کا نظام درہم برہم ہو چکا تھا ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ راڈر سسٹم بھی متاثر ہو چکا تھا۔ اور جہاز ۱۰ درجے ایک طرف کو جھک گیا تھا اور ڈیزل آئل کو آگ لگ چکی تھی۔ قیامت خیز دھماکے اور آسمان کو چھونے والے شعلے اٹھنے لگے تھے اسی صورت حال میں سی مین عارف ملک نے ایمرجنسی لائٹ روشن کر کے دو قریبی جہازوں کو اپنی پوزیشن کے بارے میں پیغامات نشر کئے، مگر ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔

آپریشن روم کے نیچے ایک اوراہم کمرہ تھا جس میں بڑا وائرلیس سیٹ نصب تھا۔ وہاں سے ہیڈ کوارٹر کے ساتھ رابطہ قائم کیا گیا اور جہاز کی پوزیشن وضاحت کے ساتھ بتا دی اسی لمحے جہاز کو دوسرا میزائل چمنی کے قریب آکر لگا۔ انجینئر کنٹرول روم میں تھے ان میں سے دو اسی وقت شہید ہو گئے اور جہاز میں پانی بھرنا شروع ہو گیا وہ ۴۰ درجے کے قریب جھک چکا تھا اور اس کا پچھلا حصہ نیچے بیٹھنے لگا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر عملے نے سمندر میں چھلانگیں لگانا شروع کر دیں۔

واچ آفیسر لیفٹیننٹ اے یو خاں اور لیفٹیننٹ انور ممتاز بھی تھے۔ انور ممتاز نے ایسی حالت میں بھی جرأت کا ہمت کا مظاہرہ کیا اور امونیشن روم میں اپنے عملے کے آدمیوں کو نکالنے چلے گئے لیکن اے یو خاں نے سمندر میں چھلانگ

لگا دی اور جہاز کے کپتان بھی سمندر میں کود گئے۔

اس افراتفری میں لیفٹنٹ لطیف نے جو ٹرانسمٹر میں تھے عملے کی خاصی تعداد کو آگ سے بچایا اور لائف بوٹ میں سوار کیا اس طرح کئی جانیں بچ گئیں اور وہ خود بھی بچنے میں کامیاب ہو گئے۔ مگر بعد میں دشمن انھیں سمندر سے پکڑ کر لے گئے۔

آپریشن روم میں گیارہ افراد تھے ان کی کوشش تھی کہ اپنے دوسرے جہازوں کے ساتھ کسی نہ کسی طرح رابطہ قائم ہو جائے۔ لیکن باہر نکلنا ان کے لئے آسان نہ تھا۔ اتنے میں تیسرا میزائل جہاز سے ہٹ ہوا۔ خیبر کی بڑی گن خاموش ہو گئی تھی۔ کنٹرول روم کا برج نیچے گرنا شروع ہو گیا۔ اور کمرے سے لوہے کی موٹی موٹی سلاخیں ٹکرانے لگیں۔ جہاز میں بڑے بڑے شگاف پڑ چکے تھے۔ سی مین عارف ملک نے بڑی مشکل سے لوہے کے دروازے سرکائے، اور انتہائی دشواری سے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک ایک کر کے کمرے سے باہر نکلے۔ جہاں شعلے تھے، دھواں اور دھماکے تھے جہاز اب سمندر میں دھنستا چلا جا رہا تھا۔ یہ جہاز پاکستان کا سب سے قیمتی جہاز تھا۔ لائف رافٹ ان سے بہت دور تھیں، وہ افراد پہلے چھلانگ لگا چکے تھے۔ ان پر سوار تھے۔ انھوں نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ ان میں سے دو تو ڈوب گئے باقی جو بچے ان کے ہاتھ ایک لائف رافٹ آ گئی۔ ہوا سے بھری ہوئی یہ کشتی ۲۰ آدمیوں کے لئے تھی مگر اس پر ۴۰ آدمی پہلے ہی سے موجود تھے کشتی کا ایک حصہ بوجھ کے دباؤ سے پھٹ گیا۔ ڈوبتے ہوئے جہاز کا جھکاؤ بھی بدقسمتی سے ان کی طرف تھا۔ اور

آگ کی تپش ان کے بہت قریب پہنچ چکی تھی۔
اتفاق سے ایک اور بڑی کشتی ان کے قریب آ گئی۔ یہ سب اس میں سوار ہو گئے۔ اتنے میں مخالف سمت سے دشمن کی کشتی آتی دکھائی دی۔ لہذا یہ سب دم سادھ کر اس میں سمٹ گئے اور دشمن کی کشتی ان کے قریب سے گزر گئی سخت سردی میں انھوں نے سمندر کی لہروں میں رات گزاری۔ پھر انھیں ایک پاکستانی جہاز مل گیا جو انھیں کراچی لایا۔ یہ لوگ رات ۲ بجے کراچی کے نیوی ہسپتال میں لائے گئے مگر اس وقت بھارت کے طیارے بمباری کر رہے تھے اس لئے بندرگاہ سے ذرا فاصلے پر رکنا پڑا۔ خیبر جہاز ۳۶۲ فٹ لمبا اور ۸۲ فٹ چوڑا تھا

## بھارت کی قید سے فرار

کیپٹن ارشاد اور کیپٹن عبدالرحمٰن پاک فوج کے دو افسر بھارت کی قید سے فرار ہو کر نیپال پہنچ گئے تو ان دونوں افسروں کو حفاظت کی غرض سے حکومت کی تحویل میں دیدیا گیا۔ ایجنسی کے مطابق یہ دونوں افسر اتر پردیش کے ضلع کھیری سے فرار ہو کر نیپال کے ضلع کیلالی میں پہنچ گئے۔

ان کے علاوہ پاک فوج کے دو اور دلیر جوان بھارت کی قید سے فرار ہو کر پاکستان پہنچے۔ وہ اپنی فرار کی داستان اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ان کی فوج سلہٹ میں تعینات تھی۔ وہ بھارتی فوج کی قید پر شہادت کو ترجیح دے کر قدم قدم پر سنگین خطرات سے بچ کر ڈیڑھ ہزار میل کا سفر طے کر کے پاکستان کی سرحد میں داخل ہوئے۔ ان دلیر جیالوں کی ہدایت کے مطابق ان کے نام اور

ان کے فرار ہونے کا راستہ نہیں بتایا گیا۔ چونکہ وہ کہتے ہیں کہ راستہ کی تشہیر کے بعد ان سینکڑوں بہادر پاکستانی فوجیوں کے لئے مشکلات پیدا ہو جائیں گی، جو بھارت کی قید سے فرار تو ہو چکے ہیں لیکن تاحال وطن نہیں پہنچ سکے اور ان کے نام اگر ظاہر کر دیئے تو ان کے ساتھیوں پر مظالم شدید تر ہو جائیں گے۔

ان میں سے ایک نے بتایا کہ جب انھیں ہتھیار ڈالنے کا حکم دیا گیا تو پاکستانی فوجیوں پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ یہ سلہٹ میں ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کو منہ نہیں دکھانا چاہتے تھے۔ یہ ۷ ہزار تھے اور بھارت کی جو فوج ان سے ہتھیار ڈلوانے آئی تھی اس کی تعداد ۳ ہزار سے زیادہ نہ تھی۔

۱۷ تاریخ کو ہتھیار ڈالنے کی تقریب ہوئی۔ ان کی یونٹیں وردیاں پہن کر فال ان ہوئیں لیکن اس وقت ان وردیوں میں وہ فوجی نہ تھے جو ایک سال تک مختلف محاذوں پر دشمن کو منہ توڑ جواب دیتے رہے تھے۔

انھوں نے بتایا کہ ہتھیار ڈلوانے اور اس کے بعد سلہٹ سے روانگی کی تیاری ۴ جنوری تک ہوتی رہی، انھیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنے پاس وردی اور ایک ایک کمبل کے سوا کچھ نہ رکھیں۔ لیکن ان دونوں نے ۱۷ تاریخ کو ہی یہ عہد کر لیا تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو یہ فرار ضرور ہوں گے۔ ان کو معلوم تھا، کہ فوجی کیمپ سے فرار ناممکن ہے۔ اس لئے یہ دل میں ٹھان چکے تھے کہ جب انھیں بھارت منتقل کیا جائے گا یہ راستے میں فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔

بھارتی فوجی پاکستانی فوجیوں سے بہت کم قیمت پر بھارتی کرنسی میں ان

کا مال خرید رہے تھے۔ ان دونوں میں سے ایک نے اپنا ۴۰۰ روپے کا سونی ریڈیو ایک بھارتی حوالدار کے ہاتھ ۷۰ روپے میں بیچ دیا۔ ان دونوں کی کوشش یہ تھی کہ سویلین کپڑے محفوظ رکھیں جائیں۔ لیکن سویلین کپڑے چھپانا بہت مشکل تھا۔ انھیں حکم ہوا کہ اپنے سویلین کپڑے اور دوسرا سامان جمع کرا دیں۔ انھوں نے جوتے سویلین کپڑوں کے جوڑے اور دو چادریں ایک تکیے کے غلاف میں بند کر کے اس کے اوپر ایک فوجی کمبل لپیٹ دیا اور رسی باندھ دی۔ جب یہ سامان رکھنے گئے تو ان کا خیال تھا کہ یہ سامان رکھتے رکھتے واپس لے آئیں گے۔ لیکن بھارتی پروڈکشن نے حکم دیا کہ سامان کا بڑا بنڈل رکھتے ہی واپس چلے آئیں۔ اس کے بعد ملوڈنگ بھارتی فوجی کریں گے۔ اب انھیں فرار کی ساری امیدیں ٹوٹتی نظر آئیں — فوجی کپڑوں میں دشمن ملک میں پھرنا حماقت تھی۔ سویلین کپڑوں اور پیسوں کے بغیر کوئی صورت نہیں تھی۔ یہاں قدرت نے ان کی مدد کی۔ افسروں کی مداخلت سے اتنی اجازت دی گئی کہ صرف افسروں کے بستر یعنی کمبل نکال لئے جائیں۔ جب افسروں کے بستر واپس آنے لگے تو ان میں سے ایک گیا اور کہا کہ یہ حوالدار صاحب کا کمبل ہے۔ چنانچہ بھارتی پروڈیکشن نے یہ بنڈل لانے کی اجازت دے دی تو یہ وہ کمبل اٹھا لائے جس میں انھوں نے اپنے سویلین کپڑے چھپائے ہوئے تھے۔

۴ رجنوری کو انھیں ٹرکوں میں بٹھا کر گوہاٹی لے جایا گیا۔ ایک ایک ٹرک میں ۵۰، ۵۰ فوجی سوار کئے گئے۔ سارا سفر کھڑے کٹا۔ کچھ سفر بحری جہاز میں بھی کٹا انھیں گوہاٹی پہنچا دیا گیا۔ وہاں سے انھیں ٹرین میں لے جایا جانا تھا اور یہی ان کی آخری امید تھی۔ لیکن جب انھوں نے ٹرین دیکھی تو ان کا دل ایک بار پھر ڈوبنے

لگا۔ تمام کھڑکیاں نہ صرف بند تھیں بلکہ ویلڈ کر دی گئی تھیں۔ اور صرف ۳ انچ کھل سکتی تھیں۔ حکم تھا کہ راستے میں ۳" کا روزن کھولا جا سکتا ہے۔ سٹیشن پر اس کی بھی اجازت نہ تھی، دوہرے دروازے تھے ایک دروازہ کھل سکتا تھا لیکن باہر کا دروازہ مقفل تھا۔

رات کو انھوں نے کمبلوں میں لیٹے لیٹے کپڑے تبدیل کئے، دروازے کو ہلا کر دیکھا، ہلتا تو تھا لیکن ٹوٹنے والا نظر نہ آتا تھا۔ پھر انھوں نے کوشش ترک کر دی تھی۔ انھوں نے دروازے کو جھٹکے دینے شروع کئے۔ قدرت نے ان کی ایک بار پھر مدد کی۔ کافی جھٹکوں کے بعد ایک جھٹکے پر کنڈی کڑک گئی۔ انھوں نے دروازہ ویسے کا ویسا پکڑ لیا۔ اب باہر بھارتی سنتریوں کا ڈر تھا۔ سنتری سب سے آگے اور سب سے پیچھے ڈبے کے دونوں طرف کھڑے گاڑی کی نگرانی کر رہے تھے یہ جائزہ انھوں نے گاڑی میں سوار ہوتے وقت ہی لے لیا تھا۔

اچانک انھیں یوں محسوس ہوا جیسے گاڑی کی سمت اور رفتار بدل گئی ہو۔ باہر دیکھا تو یہ ایک موڑ تھا۔ یہی فرار ہونے کا بہترین موقع تھا۔ گاڑی ریلوے لائن کے موڑ کے باعث کافی دھیمی رفتار اختیار کر چکی تھی۔ موڑ پر گاڑی کے گھومنے کی وجہ سے اگلا اور پچھلا ڈبہ نظر سے اوجھل تھا۔ انھوں نے چھلانگ لگا دی۔ اور فوری طور پر پوزیشن لے لی۔ پندرہ منٹ تک انھوں نے سر نہ اٹھایا اور جب یہ اٹھے تو گاڑی گزر چکی تھی۔ دشمن کے وسیع علاقے میں یہ نہ جانے کہاں تھے۔ صبح کے قریب انھیں دور سے اذان کی آواز آئی۔ وہ اذان زندگی کا پیغام تھا انھوں نے سوچا۔ شاید یہ دوبارہ مشرقی پاکستان پہنچ گئے ہیں یہ اذان کی آواز پر

چل پڑے۔ سٹیشن پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ طیب گنج ہے یہاں سے یہ پاکستان کیسے اور کس راستے سے پہنچے۔ مصلحتاً یہ وہ بتانا نہیں چاہتے۔

## سلہٹ میں ہتھیار ڈالنے کی داستان

سقوطِ ڈھاکہ کے بعد پاک فوج کا ایک حصہ سمٹ کر سلہٹ کے علاقہ میں جمع ہو گیا تھا ایک حصہ ڈھاکا میں تھا اور متعدد علاقوں میں چھوٹی بڑی ٹکڑیاں محصور ہو گئی تھیں انھوں نے بتایا کہ کھلنا کے بارے میں انھیں جو اطلاعات موصول ہوئی تھیں وہ انتہائی مایوسی کی حالت میں جان بازی کی اعلیٰ مثالیں ہیں۔ کھلنا میں جو کمانڈر تھے انھیں یا تو ہتھیار ڈالنے کا حکم موصول نہیں ہوا تھا یا پھر انھوں نے ہتھیار نہیں ڈالے ہوں۔ دشمن نے چاروں طرف سے شہر پر توپوں اور مشین گنوں کے دہانے کھول رکھے تھے۔ پاک فوج کے جوان آخری دم تک ڈٹے رہنے کا عزم کر چکے تھے اور ڈٹے رہے آخر گولہ بارود ختم ہو گیا۔ کمانڈر صاحب نے حکم دیا اپنا تمام سامان ناکارہ کر دو۔ جو اسلحہ، گاڑیاں اور تیل رہ گیا تھا ضائع کر دیا گیا۔ دونوں طرف سے اتنی شدید فائرنگ ہوئی کہ شہر کی کوئی عمارت سلامت نہ رہی۔ سارا شہر کھنڈر ہو چکا تھا۔ کمانڈر صاحب کا اپنا ہیڈ کوارٹر ایک ٹوٹی ہوئی عمارت میں تھا۔

اس کے بعد انھوں نے ان سب افسروں اور جوانوں کو بلایا جو ہیڈ کوارٹر کے قریب جمع ہو سکتے تھے انھوں نے کسی کو ہتھیار ڈالنے کی ہدایت نہیں کی۔ انھوں نے کہا، جو میرے ساتھ آنا چاہتے ہیں۔ میرے ساتھ آئیں، جو کہیں اَور

جانا چاہتے ہیں چلے جائیں، سب کو اجازت ہے۔ میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا ہو گا اس لئے میں آپ کو اپنی قسمت اپنے ساتھ وابستہ کرنے کے لئے سلامت رہنے کی کوئی ضمانت نہیں دے سکتا لیکن میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں بھارتی فوج کے ہاتھوں ذلت برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد انھوں نے افسروں اور جوانوں کو منتشر کر دیا۔ شہر میں جگہ جگہ دھواں اٹھ رہا تھا۔ زلزلے پر زلزلہ آ رہا تھا۔ اور ایل ایم جی فائر کا سلسلہ نہیں ٹوٹتا تھا۔ انھوں نے بتایا کہ ایک اور محاذ پر جب ہمارے جوانوں کے پاس ایمونیشن ختم ہو گیا تو جوان اور افسر سب دشمن پر دست بدست لڑائی کے لئے ٹوٹ پڑے۔

## پاکستانی طیارے چین میں

جنگ شروع ہو چکی تھی، بھارتی فوج اور فضائیہ مشرقی پاکستان پر حملے کر رہی تھی۔ ۳ر دسمبر کی رات کو ہمیں حکم ملا کہ ڈھاکا کے ہوائی اڈے پر موجود پی آئی اے کے طیاروں کو چین لے جائیں۔ ڈھاکا میں پی آئی اے کے ۶ طیارے تھے جن میں سے تین فوکر فرینڈ شپ اور ۳ ٹری ڈنٹ تھے۔

فیصلہ کیا گیا کہ یہ طیارے ایک ایک کر کے دو دو گھنٹے بعد ڈھاکا کے ہوائی اڈے سے روانہ ہوں گے۔ علی الصبح ۴ بجے ہم نے اپنا پہلا فوکر طیارہ روانہ کیا۔ پرواز کی تیاری مکمل تھی کہ ہوائی حملے کا سائرن بجنے لگا۔ چند لمحوں بعد بھارتی طیارے نمودار ہوئے اور انھوں نے ہوائی اڈے پر بمباری شروع کر دی۔ ہم سمجھے کہ ہمارا منصوبہ ناکام ہو چکا ہے پہلے طیارے میں پائلٹ بھی بیٹھ چکے

تھے۔ خطرہ تھا کہ یہ طیارہ ان سمیت تباہ ہو جائے گا۔ لیکن بھارتی فضائیہ کا حملہ ناکام ہو گیا اور سائرن کلیئر ہونے کے بعد فوکر نے پرواز شروع کر دی۔ ۲ گھنٹے کے بعد دوسرا فوکر طیارہ رہ گیا۔ میں اس میں تھا۔ پی آئی اے کے عملے کے دوسرے ارکان تھے۔ ان کی بیویاں اور بچے تھے۔ ہم کل ۲۲ آدمی تھے۔ کیپٹن مقصود اور کیپٹن عزیز پائلٹ کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

ابھی ہمارے طیارے نے پرواز کی ہی تھی کہ دوبارہ سائرن بجنے لگے اور بھارتی طیارے دوبارہ حملہ آور ہو گئے۔

ڈھاکا ائرپورٹ سے تھوڑے فاصلے پر پرواز کرتے ہوئے ہم نے دیکھا کہ ہوائی اڈے پر بمباری ہو رہی ہے۔ طیارہ شکن توپوں کے سرخ گولے فضا سے زمین پر گر رہے ہیں۔ پائلٹ نے ہمارے طیارے کو کاکسز بازار کی طرف موڑ دیا۔ ہم ۳ سے ۴ سو فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہے تھے۔ جو فوکر کے لئے بہت خطرناک ہے۔ لیکن ماہر ہوا باز بڑی خوبی سے پرواز کرتے رہے۔ کاکسز بازار سے ہم نے طیارے کا رُخ برما کی طرف موڑ دیا۔ پہاڑوں پر سے پرواز کرتے ہوئے اور برما کے راڈروں سے بچتے ہوئے ہم چین کے سرحدی ہوائی اڈے کن منگ تک پہنچ گئے۔

ہوائی اڈے پر اترنے پر ہمارا گرمجوشی سے استقبال کیا گیا۔ استقبال کرنے والوں میں چینی فارن افسر مسٹر سونی بھی تھے۔ ہمیں معلوم ہوا کہ ہم سے پہلے جو طیارہ اس اڈے پر پہنچا تھا وہ چینی حکام کو پوری صورت حال سے آگاہ کر چکا تھا اور چینی حکام پاکستانی طیاروں کی امداد اور خیر مقدم کے لئے پوری طرح

تیار تھے۔ ہمیں ایک ہوٹل میں پہنچا دیا گیا۔

۴ دسمبر کو فوکر فرینڈ شپ طیارے میں ڈھاکا سے چین کے ہوائی اڈے کن منگ پہنچنے والے پی آئی اے کے نوجوان مسٹر محمد جاوید انصاری نے چین میں اپنے قیام کی تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ اس سارے عرصے وہ چین میں پاکستانی سفارت خانے کے ذریعے اپنے گھروں میں خیریت کا پیغام بھیجنے میں بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ اس کے مقابلے میں چینی حکام کی مہمان نوازی دیکھ کر ان کا دل تشکر کے جذبات سے معمور ہو جاتا۔

۱۶ دسمبر کو جب سقوط مشرقی پاکستان کی خبر ملی تو کن منگ میں مقیم پاکستانی باشندوں کے دل دکھ سے بھر گئے۔ اس خبر سے چینیوں کو بھی بڑی پریشانی ہوئی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے مشرقی پاکستان کی جنگ ان کی اپنی جنگ ہو۔

ہم ایک ہفتہ تک کن منگ کے ہوٹل میں رہے اس کے بعد چینی ہمیں سیر و تفریح کے لئے لے جانے لگے ہم جہاں بھی گئے چینی باشندوں نے ہمارا بڑی گرمجوشی سے خیر مقدم کیا۔ لکڑی کی ایک فیکٹری کی سیر کے دوران ہم نے اس کے مینجنگ ڈائریکٹر کو سائیکل پر جاتے دیکھا تو حیران رہ گئے۔ لیکن چین میں یہ کوئی نئی بات نہیں۔ بڑے بڑے چینی لیڈر بھی سائیکل پر اپنے دفتر آتے جاتے ہیں۔

اگلے روز ہم ایک مارکیٹ میں گئے تو ہمیں دیکھنے کے لئے سینکڑوں چینی جمع ہو گئے اور انھوں نے ہاتھ ہلا ہلا کر پاک چین دوستی کے نعرے لگائے ہم نے بہت سی چیزیں خریدیں ہر چیز سستے داموں پر میسر تھی۔

۳۰ر دسمبر کی صبح کو ہمیں اطلاع دی گئی کہ ہمیں پاکستان پہنچانے کے انتظامات مکمل کر لئے گئے ہیں ہم ہوائی اڈے پر پہنچے اور اپنے طیاروں میں اسلام آباد کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے کے ہر ہوائی اڈے کو ہمارے بارے میں اطلاع مل چکی تھی۔ ہم پٹرول لینے کے لئے چار ہوائی اڈوں پر رکے۔ چینی حکام ہماری حفاظت کے بارے میں ہم سے زیادہ فکرمند تھے۔ راستے میں ہمارے ایک فوکر کے کاک پٹ کا شیشہ ٹوٹ گیا۔ ہمارا خیال تھا کہ یہ نقصان بڑا معمولی ہے۔ لیکن ہمی کے ہوائی اڈے پر چینی حکام نے اصرار کر کے ہمارے طیارے کی مرمت کرائی۔ انھوں نے کہا کہ انھیں پیکنگ سے براہ راست حکم ملا ہے کہ طیاروں کی پوری طرح دیکھ بھال کریں تاکہ کوئی حادثہ نہ پیش آ جائے۔ ۳۱ر دسمبر کو ہم بخیریت اسلام آباد پہنچ گئے۔

## بنگلہ دیش

لاہور کے ایک تاجر چوہدری جمیل ۲۱ر مارچ ۱۹۷۱ سے ۵ر جون ۱۹۷۲ تک ڈھاکا میں رہے وہ بتاتے ہیں کہ ۲۱ر مارچ ۱۹۷۱ کو کاروبار کے سلسلہ میں ڈھاکا پہنچے۔ ائرپورٹ سے باہر نکلے تو لوگوں کا ایک بڑا ہجوم نظر آیا ہزاروں کی تعداد میں غیر بنگالی ائرپورٹ پر جمع تھے۔ وہ سب مغربی پاکستان جانا چاہتے تھے یہ دیکھ کر چوہدری محمد جمیل کو حالات کی نزاکت کا احساس ہوا۔ ایک ہوٹل میں اپنا سامان رکھ کر وہ اپنے دفتر بنگلہ بازار پہنچے بنگلہ بازار خالص بنگالیوں کا محلہ تھا۔ جہاں بہت کم تعداد میں غیر بنگالی رہتے تھے۔

اپنے بنگالی دوستوں کے ساتھ بات چیت کے دوران چوہدری جمیل کو یہ احساس ہوا کہ وہاں کے لوگوں کے دلوں میں حکومت کے خلاف سخت بداعتمادی پیدا ہو چکی ہے۔ ۲۲ مارچ کو ڈھاکا میں جیسے طوفان آ گیا تھا ڈھاکا میں رہنے والا تقریباً ہر شخص اپنے گھر سے باہر تھا اور سڑکوں پر جلوس ہی جلوس نظر آ رہے تھے۔ جلوس میں شریک ہر شخص نے ہاتھوں میں ڈنڈے اور سلاخیں اٹھا رکھی تھیں۔ انھوں نے پاکستان کے خلاف اشتعال انگیز تقریریں کیں اور سرِعام پاکستانی پرچم اور قائدِ اعظم کی تصویریں جلائی گئیں۔

یہ صورتِ حال دیکھ کر چوہدری جمیل اپنے ایک فوجی دوست کے پاس چھاؤنی چلے گئے تو ان کے فوجی دوست نے ان کو واپس جانے کی اجازت نہ دی۔ اسی دوران شہر میں یہ افواہیں پھیلنے لگی تھیں کہ حکومت کوئی سخت قدم اٹھانے والی ہے۔ اور عین ممکن ہے کہ کوئی نیا جنرل حکومت کی باگ ڈور سنبھال کر فوجی کارروائی کرے۔ اسی لئے شہر کے کچھ لوگوں نے اپنی حفاظت کے طور پر دیہات میں جانا شروع کر دیا۔ ۲۵ مارچ کی رات کو چوہدری محمد جمیل اپنے فوجی دوست کے پاس چھاؤنی میں تھے۔ انہوں نے ایک مکان کی چھت پر چڑھ کر فوجی کارروائی کا منظر دیکھا۔ رات کے اندھیرے میں جگہ جگہ سے شعلے اٹھتے نظر آ رہے تھے۔ اور اندھا دھند گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

چوہدری محمد جمیل کا اندازہ ہے کہ اس رات فوجی کارروائی میں چار پانچ ہزار آدمی مارے گئے ہوں گے۔ اس کے بعد تین دن تک شہر میں کرفیو

لگا رہا۔ تیسرے دن جب کرفیو اٹھا تو وہ اپنے فوجی دوست کے ساتھ اپنے دفتر گئے۔ انھوں نے دیکھا کہ شہر کا تقریباً ہر آدمی شہر چھوڑنے کی تیاری کر رہا تھا۔ ان کے بنگالی دوستوں کے علاوہ ان کے ملازمین بھی سخت خائف تھے انھوں نے چوہدری محمد جمیل کے پاؤں پکڑ لئے اور کہنے لگے۔

"ہمیں بچا لو ورنہ ہم مارے جائیں گے۔"

چوہدری محمد جمیل نے ان کو تسلی دی جبکہ وہ خود بھی اپنے آپ کو غیر محفوظ خیال کر رہے تھے۔ وہاں سے چوہدری جمیل سیدھے ہوٹل آئے۔ ہوٹل میں ان کی ملاقات مغربی پاکستان کے ایک عوامی لیگی سیاست دان سے ہوئی۔ وہ سخت خوفزدہ تھا اسے اندیشہ تھا اسے بھی گولی مار دی جائے گی اس نے چوہدری محمد جمیل سے مدد کی درخواست کی۔ چوہدری جمیل کے لئے یہ بڑا مشکل مسئلہ تھا۔ لیکن وہ کوشش کر کے اسے اپنے ساتھ ائرپورٹ پر لے آئے اور وہاں سے چوہدری جمیل اور وہ سیاست دان لاہور پہنچ گئے۔

لاہور پہنچ کر چوہدری محمد جمیل کو محسوس ہوا کہ اخبارات اور ریڈیو ٹیلیویژن پر سنسر لگ جانے کی وجہ سے لوگوں کو صحیح صورت حال کا علم نہیں۔ اس کے بعد تازہ خبریں نہ ملنے کی وجہ سے چوہدری جمیل بھی اصل حالات سے بے خبر ہو گئے۔ حتیٰ کہ مشرقی پاکستان سے آنے والے خطوط سے بھی صورت حال کا صحیح اندازہ نہ ہوتا تھا۔ کیونکہ تمام خطوط بھی سنسر ہو کر آتے تھے۔

اس کے بعد ۱۰ اپریل کو ایک بہت ضروری کاروباری کام پر چوہدری محمد جمیل کو پھر ڈھاکا جانا پڑا۔ یہاں جو خبریں مل رہی تھیں ان کے مطابق

صورت حال معمول پر تھی۔ کاروبار شروع ہو چکا تھا لیکن جب چوہدری جمیل ڈھاکا پہنچے تو انھیں احساس ہوا کہ صورت حال اتنی بہتر نہیں جتنی مغربی پاکستان میں معلوم ہوتی تھی۔

دوبارہ ڈھاکا پہنچنے پر ان کے بنگالی دوستوں نے ان کو خوش آمدید کہا اور ان کو اپنے پاس ہی ٹھہرانے کی دعوت دی جو انھوں نے خوشی سے قبول کر لی کیونکہ ان کو احساس تھا کہ ان کے پاس چوہدری جمیل کا قیام ان کی جان و مال اور عزت کو محفوظ رکھنے میں مددگار ثابت ہوگا۔ لہٰذا وہ ان کے پاس ہی ٹھہر گئے۔ اسی دوران میں انھوں نے دیکھا کہ ہندو اور بنگالی شہر چھوڑ رہے ہیں۔ اور ہر روز سینکڑوں کی تعداد میں مغربی پاکستان کے لوگ ہندوؤں کا کاروبار، دکانیں اور جائدادیں سنبھالنے کے لئے پہنچ رہے ہیں ان میں زیادہ تعداد پولیس والوں اور با اختیار لوگوں کے رشتہ داروں کی تھی۔

چوہدری محمد جمیل کو اپنے بنگالی بہاری اور فوجی دوستوں کی زبانی معلوم ہوا کہ فوجی آپریشن سے پہلے غیر بنگالی میرپور اور محمد پور میں محصور ہو چکے تھے لیکن فوجی آپریشن کے فوراً بعد وہ آزادی سے باہر چلنے پھرنے لگے۔ اور زبردست لوٹ مار کرنے لگے۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ اس لوٹ مار میں ڈھاکا میں مقیم مغربی پاکستانیوں اور ڈھاکا کے رہنے والے ان بنگالیوں نے خوب ہاتھ رنگے جنھیں ڈھکیشے کہتے ہیں۔

لوٹ مار میں پولیس نے بھی کوئی کسر نہ چھوڑی۔ لیکن مغربی پاکستان سے

جانے والے لوگ مشرقی پاکستان کے عوام کے ساتھ دوسرے درجے کے شہریوں کا سا سلوک کر رہے تھے۔

ڈھاکا شہر پر فوج کا پورا کنٹرول ہونے کے باوجود سوائے غیر بنگالیوں کے کسی شخص کا مال و جان محفوظ نہ تھی زیادہ تر غیر بنگالی موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہر قسم کی جائز یا ناجائز مراعات حاصل کرنے میں لگے تھے۔ ہندوؤں کو چھوڑ کر جانے والے بنگالیوں کے مکانوں اور دکانوں پر اس قسم کی تحریر نظر آتی تھی:

"یہ بہاری کا مکان ہے۔"

"یہ مہاجر کی دکان ہے۔"

ڈھاکا کے مشہور مٹھائی فروش مرن چند کی دکان پر ایک دن بورڈ نظر آیا۔

"یہ کالے خان کی دکان ہے۔"

اور دوسرے دن اسی دکان پر دوسرا بورڈ دکھائی دیا:

"یہ لال خان کی دکان ہے۔"

اس صورت حال کی وجہ سے وہ لوگ بھی بد دل ہو گئے تھے جنھیں پاکستان سے محبت تھی اور غیر جانبدار تھے۔

اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ گھر گھر گلی گلی خفیہ تنظیمیں بن گئیں جو مکتی باہنی کے لئے رقم کپڑے، خوراک اور رضاکار فراہم کرنے لگیں۔ چوہدری محمد جمیل کے میزبان دوست کا ایک بھتیجا یونیورسٹی میں پڑھتا تھا وہ بالکل سیدھا سادا لڑکا تھا۔ اسے سیاست سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ایک دن وہ روتا ہوا گھر آیا اس نے بتایا، کہ گلستان میں اس کی ملاقات ایک انڑمین سے ہوئی۔ گلستان ڈھاکا میں خرید و فروخت

کا ایک بارونق بازار ہے۔ اس ائرمین نے لڑکے کو دھمکی دی تھی کہ اگر وہ اسے کل آکر نہ ملا تو نہ صرف اسے گولی مار دی جائے گی۔ بلکہ اس کے گھر والوں کو بھی ختم کر دیا جائے گا۔

چوہدری جمیل کو یہ سن کر بہت غصہ آیا۔ انھوں نے آرمی انٹیلی جینس میں اس کی اطلاع فوراً اپنے ایک جاننے والے میجر صاحب کو دی اور دوسرے دن عین موقعہ پر اس ائرمین کو گرفتار کر لیا گیا لیکن وہ لڑکا اس واقعہ سے اس قدر خائف ہوا کہ دوسرے دن گھر سے چھ سو روپیہ لے کر بھاگ گیا اور مکتی باہنی میں شامل ہو گیا۔ اس قسم کے بیشمار واقعات روزانہ ہوتے رہتے تھے لیکن ہر شخص کی دوستی ملٹری انٹیلی جینس کے افسروں سے نہ تھی لہذا ان سے اکثر کو زبردست پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت کے خلاف نفرت بجائے کم ہونے کے تیزی سے بڑھ رہی تھی۔ انٹیلی جینس تقریباً ناکام ہو چکی تھی۔ کیونکہ مقامی آبادی کی ہمدردی فوج کے ساتھ نہیں تھی۔ کرپشن پھیل رہی تھی۔ بہت سے افسر غیر بنگالیوں کو ہندوؤں کی دکانیں اور مکان الاٹ کرنے کے عوض لاکھوں روپے رشوت وصول کر رہے تھے۔ مشرقی پاکستان سے جانے والے مسافروں کو ایک ٹکٹ کی قیمت ۲½ سو روپے کی بجائے ۲-۲ ہزار روپے ادا کرنی پڑ رہی تھی۔ کوئی بھی بنگالی معمولی سے شبہ کی بنا پر گرفتار کر لیا جاتا اور پھر اس کا زندہ بچنا محال ہو جاتا۔ معلومات حاصل کرنے کے لئے گرفتار شدہ بنگالیوں کو طرح طرح کی سخت سزائیں دی جاتیں۔

شروع میں ڈھاکا کے سوا تقریباً تمام شہروں پر مکتی باہنی کا قبضہ ہو گیا

تھا، لیکن ڈھاکا سے جانے والی کمک سے تمام شہروں پر فوج نے آہستہ آہستہ دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اور سرحدی شہروں میں رہنے والے تقریباً تمام لوگ ہندوستان میں پناہ گزین ہو گئے۔ اس کے بعد عام معافی کا اعلان کیا گیا۔ لیکن اس کا کوئی خاطر خواہ اثر نہ ہوا۔ البتہ مکتی باہنی کے گوریلوں نے جو اس دوران ہندوستان میں اپنی ابتدائی تربیت حاصل کر چکے تھے۔ شہروں میں آکر خوف اور دہشت کی ایک نئی لہر دوڑا دی۔ بم پھٹنے کی وارداتیں تیز سے تیز تر ہوتی گئیں اور ہندوستان چلے جانے والے کچھ لوگ واپس آئے لیکن ان کے دل نفرت سے بھرے ہوئے تھے بنگلہ دیش ریڈیو کے ذریعے مشرقی پاکستان کے لوگوں کو مکتی باہنی کی امداد کے لئے ہدایات دی جاتیں جنھیں لوگ بڑے غور سے سنتے اور ان پر عمل کرتے۔

مکتی باہنی کی گوریلا سرگرمیوں کی وجہ سے غیر بنگالی اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کرنے لگے تھے۔ اس لئے انھوں نے گھروں سے اکیلا نکلنا چھوڑ دیا۔ پولیس اور فوج والے بھی ٹولیاں بنا کر شہر میں نکلتے تھے۔ مکتی باہنی کی کارروائیوں کو روکنے اور ای، پی، آر کی کمی پوری کرنے کے لئے غیر بنگالی رضاکاروں پر مشتمل سول آرمڈ فورسس تیار کی گئی جس میں زیادہ تر بہاری نوجوان لڑکے شامل تھے۔ لیکن شہر میں ہونے والی دہشت پسند سرگرمیوں کا سدباب نہ ہو سکا۔ اس کے بعد ضمنی انتخابات ہوئے۔ عوام نے ان انتخابات میں کسی دلچسپی کا اظہار نہ کیا۔ البتہ جماعت اسلامی اور مسلم لیگ نے فوج کے ساتھ مل کر اسمبلی کی سیٹیں آپس میں بانٹ لیں۔ اپنے مخالفین کو

البدر" اور الشمس کے ذریعے پکڑوا دیا اور ان کی جائدادوں پر قبضہ کر لیا اپنے مخالفین اور ہندوؤں کی جائدادوں پر قبضہ کرنے میں مسلم لیگ پیش پیش رہی۔ ان لوگوں نے عوام کو طرح طرح سے تنگ کیا۔ اور حکومت کے خلاف بڑھتی ہوئی نفرت کو ہوا دی۔

اس دوران مغربی پاکستان پولیس نے لالچ سے مجبور ہو کر بہت سی جانیں گنوائیں۔ مقامی پولیس کے تقریباً ختم ہو جانے کے بعد دور دراز کے تھانوں میں مغربی پاکستان پولیس کے سپاہی تعینات کئے گئے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ انھیں کسی جگہ ہندوؤں کے موجود ہونے کی اطلاع ملتی۔ اس خیال سے کہ ہندوؤں کو مار کر کچھ نقدی وغیرہ ہاتھ لگے۔ اس جگہ چلے جاتے۔ لیکن بعد میں ان کی لاشیں دریا میں تیرتی ہوئی پائی جاتیں۔ کیونکہ انھیں پھانسنے کے لئے محض ایک چال ہوتی تھی۔ جب ہندوستان کی فوج نے حملہ کیا تو تقریباً تمام فوج سرحدوں پر چلی گئی۔ اور شہروں کا انتظام پولیس کے ہاتھوں میں آگیا۔ پولیس نے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور پہلے سے خوفزدہ آبادی کو ہراساں کر کے ہر قسم کے ناجائز فائدے اٹھائے۔

شروع میں ہماری فوج نے ہندوستانی فوج کا زبردست مقابلہ کیا اور انھیں ناک چنے چبوائے۔ لیکن آبادی کی ہمدردیاں ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے آہستہ آہستہ شکست میں بدلنے لگی۔ بہت سے سرحدی شہروں میں ہندوستانی فوج نے مکتی باہنی کی مدد سے پاک فوج کو گھیرے میں لے کر ذرائع آمد و رفت منقطع کر دیئے۔ سرحد سے جب پاکستانی فوج کے پسپا ہونے یا نقصان اٹھانے کی

خبریں آتیں تو مقامی لوگ انھیں بڑھا چڑھا کر بیان کرتے۔ سب سے زیادہ لڑائی کومیلا اور جیسور میں ہوئی اور دونوں اطراف کو زبردست نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر اچانک شکست اور پسپائی کی خبریں بڑی تیزی سے آنے لگیں یہ خبریں سن کر تمام غیر بنگالی اور خاص طور پر مغربی پاکستان کے لوگ بہت پریشان ہوئے۔

ڈھاکا ائرپورٹ پر واپس جانے والوں کی بھیڑ لگ گئی۔ چوہدری محمد جمیل نے اپنے فوجی دوستوں سے رابطہ قائم کیا اور ان سے مشورہ کیا۔ ان کے حوصلے بہت بلند تھے۔ وہ آخری دم تک لڑنے کو تیار تھے۔ چوہدری جمیل واپس جانے کا پروگرام ابھی بنا ہی رہے تھے۔ کہ مغربی اور مشرقی پاکستان کے درمیان فضائی رابطہ منقطع ہو گیا۔ ہندوستانی فضائیہ کے طیاروں نے ڈھاکا ائرپورٹ پر بم باری کر کے تباہی مچا دی۔ پاک فضائیہ تقریباً مفلوج ہو چکی تھی۔ ہندوستانی طیارے آتے اور چکر لگا کر چلے جاتے۔ بنگلہ دیش ریڈیو کے ذریعے ڈھاکا کے بنگالیوں کو ہدایات دی جا رہی تھیں کہ تمام لوگ شہر چھوڑ کر چلے جائیں ان ہدایات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے لوگوں نے شہر چھوڑنا شروع کر دیا۔

آل انڈیا ریڈیو بار بار جنرل فرمان علی کے بھیجے ہوئے تار کی خبر سنا رہا تھا۔ ۱۴ دسمبر کو ایک سست رفتار جہاز نے پمفلٹ بھیجے۔ جن پر لکھا تھا:

"جو لوگ ہتھیار ڈال دیں گے۔ انھیں واپس جانے کی اجازت دے دی جائیگی لیکن مقابلہ جاری رکھنے کی صورت میں شہر کو بمباری کر کے تباہ کر دیا جائے گا۔"

یہ تحریر اس سیکٹر میں ہندوستانی فوجوں کے کمانڈر مانک شاہ کی طرف سے تھی۔ پمفلٹ دیکھ کر ہر طرف دہشت پھیل گئی اس دن رات کے وقت شہر کے بہت سے علاقوں سے شور کی آوازیں آنے لگیں اس شور شرابے میں چیخ و پکار کے علاوہ پاکستان زندہ باد کے نعرے بھی شامل تھے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ پمفلٹ دیکھ کر شہر کے مختلف علاقوں میں قیام پذیر غیر بنگالی مشتعل ہو گئے اور انھوں نے بنگالی بہاری فساد کرانے کی کوشش کی لیکن فوج بروقت مداخلت سے ایسا نہ ہو سکا۔ ۵ تاریخ کی رات کو ہندوستانی فضائیہ نے زبردست بمباری کی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہندوستانی طیاروں کے ہوابازوں کو پاک فوج کے ہر ٹھکانے کا علم تھا۔ کیونکہ بم یونیورسٹی، چھاؤنی اور گورنر ہاؤس پر گر رہے تھے۔

۱۶ دسمبر کو چودھری محمد جمیل کو ان کے ایک دوست کا ٹیلیفون آیا۔ وہ فوج میں کیپٹن تھا اور اس کی ڈیوٹی گورنر ہاؤس میں تھی وہ چودھری جمیل کے پاس آنا چاہتا تھا لیکن دیر تک انتظار کرنے کے باوجود وہ نہ آیا اور نہ اس سے دوبارہ رابطہ قائم ہو سکا۔

تھوڑی دیر بعد ان کے اسی دوست کا ٹیلیفون آیا جو انٹلی جینس میں میجر تھا اس نے چودھری جمیل کی خیریت پوچھی اور انھیں چھاؤنی چلے آنے کو کہا۔ میجر سے گفتگو کے دوران ان کو احساس ہوا کہ صورت حال بالکل خراب ہو چکی ہے۔ پاکستانی فوج نے ہتھیار ڈالنا قبول کر لیا ہے چودھری محمد جمیل میجر صاحب کے پاس پہنچے۔ وہ ضروری کاغذات اور نقشے وغیرہ جلا رہے

تھے۔ یہ دیکھ کر چودھری محمد جمیل گھبرا گئے۔ تو ان کے میجر دوست نے ان کو تسلی دی۔ چودھری محمد جمیل نے اپنے آپ کو اپنے بنگالی دوستوں کے پاس زیادہ محفوظ خیال کیا۔ لہذا وہ واپس بنگلہ بازار آ گئے۔

ان کے بنگالی دوست ابھی تک اصل صورت حال سے بے خبر تھے ان کا خیال تھا کہ زبردست جنگ ہو رہی ہو گی۔ تھوڑی دیر بعد اس محلے کے چند بہاری چودھری جمیل کے پاس آئے۔ وہ یہ دیکھ کر آئے تھے کہ فوج اپنا اسلحہ بارود دریا میں پھینک رہی ہے اور آہستہ آہستہ چھاؤنی کی طرف جا رہی ہے یہ بیٹھے ابھی باتیں کر رہے تھے کہ گولیاں چلنے کی آوازیں آنے لگیں۔ فوج واپس جاتے ہوئے اندھا دھند فائرنگ کر رہی تھی۔ اس فائرنگ کی زد میں جو بھی آیا ختم ہو گیا۔ اس فائرنگ میں چودھری جمیل کا ایک بنگالی ملازم بھی مارا گیا۔

اس وقت شہر میں دہشت کا راج تھا۔ ہر آدمی خوفزدہ نظر آ رہا تھا جن غیر بنگالیوں نے ہندوؤں اور چھوڑ جانے والے بنگالیوں کے مکانات اور جائدادوں پر قبضہ کیا ہوا تھا وہ چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ شہر کے تمام علاقوں سے غیر بنگالی محمد پور اور میر پور اکٹھے ہونے شروع ہو گئے۔ دن کو بارہ بجے کے قریب جے بنگلہ کے نعروں کی گونج سنائی دی۔ شہر کے تقریباً تمام بنگالی گھروں سے نکل آئے تھے۔ ان میں سے اکثر کے پاس اسلحہ تھا۔ مکتی باہنی بھی دریائی راستے کے ذریعے شہر کے نزدیک پہنچ گئی تھی۔ اور جے بنگلہ کے نعرے لگا رہی تھی۔ مکان کی چھت سے دریا کا نظارہ صاف نظر آتا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دریا میں کشتیاں ہی کشتیاں نظر آنے لگیں۔ ہر کشتی میں لوگ

ٹھونس ٹھانس کر بھرے ہوئے تھے۔ یہ لوگ فتح کی خبر سن کر دیہات سے آئے تھے۔

چودھری محمد جمیل نے سوچا کہ اگر موقع ملے تو چھاؤنی چلے جائیں۔ کیونکہ وہ یہاں رہ کر اپنے بنگالی دوستوں کے لئے خطرہ کا باعث نہیں بننا چاہتے تھے۔ لیکن ان کے بنگالی دوستوں نے مسلسل اصرار کیا اور ان کو جانے نہ دیا چودھری محمد جمیل کے علاوہ اس محلے میں دس مغربی پاکستانی اور رہتے تھے جن میں تقریباً سب کے سب ان کے جاننے والے تھے اپنے علاوہ چودھری جمیل کو بھی ان کا خیال تھا انھوں نے اپنے بنگالی دوستوں سے کہا۔ انھوں نے اپنے بنگالی دوستوں سے کہا:

"اگر تم میرے علاوہ ان دس لوگوں کو بھی پناہ دے سکتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ میں یہاں نہیں رہ سکتا"

ان کے بنگالی دوست رضامند ہو گئے۔ چودھری جمیل کو انھوں نے اپنے مکان کی تیسری منزل پر ایک کمرے میں لے جاکر بٹھا دیا اور تھوڑی دیر بعد ان کے دس ساتھی بھی وہاں پہنچ گئے۔ اس کے بعد ان کے بنگالی دوستوں نے کمرہ بند کر کے تالا لگا دیا۔ چودھری جمیل نے روشن دان سے جھانک کر دیکھا۔ گلی میں مکتی باہنی کے سپاہی لوگوں سے گلے مل رہے تھے۔ اور خوشی سے ہوا میں فائرنگ کر رہے تھے۔ یہ لوگ دس دن تک اسی طرح کمرے میں بند رہے، کھانے کے وقت کھانا ان کو پہنچ جاتا۔ اس کے علاوہ ضرورت کی دوسری چیزیں بھی روزانہ صبح مل جاتیں۔ اس کے علاوہ شہر کی تازہ خبروں کا

علم بھی ان دوستوں کی زبانی معلوم ہو جاتا۔ ان کے ذریعے چودھری محمد جمیل کو معلوم ہوا کہ مکتی باہنی کے لیڈر قادر صدیقی نے ڈھاکا ریس کورس میں ایک بڑے ہجوم کے سامنے ہماری رضاکاروں کو سنگینوں سے کچوکے دے دے کر مارا ہے۔

قادر صدیقی کے ظلم اور بربریت کی اور بھی داستانیں ان دوستوں کے ذریعے سننے میں آئیں۔ ایک دن مکتی باہنی والے چودھری محمد جمیل کے پاس آئے۔ اور انھوں نے اسے دھمکی دی کہ تمہارے پاس پاکستانی فوج کے کچھ جوان چھپے ہوئے ہیں۔ اگر تم نے انھیں باہر نہ نکالا تو تمہارا مکان بھی بم سے اڑا دیا جائے گا۔ چودھری جمیل کا دوست بہت پریشان ہوا۔ اس نے اپنی صفائی پیش کرنی چاہی لیکن وہ کچھ سننے کو تیار نہ تھے۔ چودھری جمیل کے دوست نے ان سے کہا کہ اس کے پاس پاکستانی فوج کے جوان نہیں ہیں صرف اس کا ایک دوست رہتا ہے۔ لیکن وہ بالکل بے قصور ہے اس کو گولی مارنے سے پہلے مجھے گولی مار دو۔

اس کے بعد چودھری جمیل کا دوست ان کے پاس آیا اور ان کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ تو چودھری جمیل نے جرأت کر کے مکتی باہنی سے ملنے کا فیصلہ کر لیا لیکن اپنے ساتھیوں کو اس کے بارے میں کچھ نہ بتایا۔ چودھری جمیل اپنے بنگالی دوست کے ساتھ نیچے آ گئے۔

اتنی دیر میں ان کے بنگالی دوست کا بھتیجا جو گھر سے ۶ سو روپیہ لے کر فرار ہوا تھا وہاں پہنچ گیا۔ وہ اس علاقے کی مکتی باہنی کا کمانڈر تھا وہ

چودھری جمیل کو دیکھتے ہی ان کے پیروں میں گر پڑا۔ یہ دیکھ کر اس کے باقی ساتھی بہت حیران ہوئے۔ اس نے مختصراً ساری کہانی اپنے دوستوں کو بتائی اس کے بعد اس نے چودھری جمیل کو یقین دلایا کہ وہ جتنا عرصہ چاہیں یہاں رہیں انھیں کوئی کچھ نہ کہے گا۔

دسویں دن ان کا کیپٹن دوست جو گورنر ہاؤس سے ٹیلیفون کرنے کے بعد لاپتہ ہو گیا تھا۔ ہندوستانی فوج کی ایمبولینس میں ان کو ملنے آیا اس کا اصرار تھا کہ چودھری جمیل بھی اس کے ساتھ چلیں۔ اور چودھری جمیل اور ان کے بنگالی دوست کے اصرار کے باوجود ان کو اپنے ساتھ لے گیا۔ چودھری جمیل نے اپنے باقی دوستوں کو تسلی دی۔

"اگر کیمپ میں حالات اچھے ہوئے تو سب کو بلا لوں گا"

چودھری جمیل جب کیمپ میں پہنچے تو انھیں اپنے قیدی ہونے کا احساس ہوا یہاں ان کو معلوم ہوا، محمد پور اور میر پور میں غیر بنگالی آبادی کی حفاظت ہندوستانی فوج کر رہی ہے۔ چودھری جمیل محمد پور میں کچھ دوستوں کی خیریت دریافت کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے چودھری صاحب کی درخواست قبول کر لی۔ اور ان کو محمد پور چھوڑ آئے تو وہ سیدھے اپنے ایک پنجابی دوست کے پاس پہنچے۔ محمد پور کی حالت تسلی بخش تھی۔ ان کے دوست نے بتایا کہ ہندوستانی فوج ان کی حفاظت کر رہی ہے۔ محمد پور میں لوگ معمول کے مطابق چل پھر رہے تھے۔ چودھری صاحب نے اپنے بنگالی دوستوں سے ٹیلیفون پر رابطہ قائم کیا اور ان سے درخواست کی کہ ان کے باقی ساتھیوں کو بھی یہاں چھوڑ جائیں

وہ راضی ہو گئے اور تھوڑی دیر میں ان کے پاس پہنچ گئے۔

دوسرے دن ہندوستانی فوج کے چند سپاہی ایک افسر کے ساتھ چودھری جمیل کو ڈھونڈتے ہوئے آئے۔ انھیں کسی نے بتایا تھا کہ چودھری صاحب پاکستانی فوجی ہیں لیکن اچھی طرح شناخت کرا دینے اور اپنے کاروباری ہونے کا ثبوت مہیا کر دینے کے بعد انھوں نے چودھری صاحب کو کچھ نہ کہا۔ اور واپس چلے گئے۔ بھارتی فوج کے سپاہیوں نے غیر بنگالیوں سے یہ کہہ کر کہ تمھیں یہاں سے جانا ہی ہے تمام قیمتی سامان ریڈیو ٹرانسسٹر گھڑیاں سونا وغیرہ اونے پونے خرید لیا تھا۔

انہی دنوں شیخ مجیب کے رہا ہونے کی خبر آئی۔ بنگلہ دیش کے لوگ اس خبر پر بے حد مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔ ہر شخص بے چینی سے مجیب کا انتظار کر رہا تھا جس دن مجیب کا طیارہ ڈھاکا کے ہوائی اڈے پر اترا لوگ لاکھوں کی تعداد میں ہوائی اڈے پر جمع تھے۔ اس دن شہر میں زبردست جشن منایا گیا۔ مٹھائیاں تقسیم کی گئیں۔ اور مجیب کی درازی عمر کے لئے دعائیں مانگی گئیں۔ مجیب کی آمد سے بنگلہ دیش کے لوگوں میں زبردست اعتماد پیدا ہو گیا تھا بنگلہ دیش پہنچتے ہی مجیب قادر صدیقی سے ملنے گیا اور اسے اس بات پر رضامند کر لیا کہ وہ اپنے ہتھیار بنگلہ دیش کی حکومت کے حوالے کر دے۔ اس سلسلے میں ایک تقریب کا اعلان کیا گیا۔ مکتی باہنی والے کئی ٹرک اسلحہ اور بارود لے کے آئے اور قادر صدیقی نے اپنی رائفل شیخ مجیب کے حوالے کر دی لیکن بعض لوگوں کا کہنا تھا کہ مکتی باہنی والے اسلحہ حکومت کو دینے کی بجائے دوبارہ

واپس لے گئے۔

چودھری جمیل کے محمد پور پہنچنے کے چند روز بعد افواہیں پھیلنی شروع ہوئیں کہ مکتی باہنی والے البدر اور الشمس کے رضاکاروں کے شک میں نوجوانوں کو پکڑ کر لے جا رہے ہیں۔ غیر بنگالیوں نے ہندوستانی فوج کے اس علاقے کے کمانڈر سے احتجاج کیا۔ اس نے کہا کہ تمام لوگوں کی حفاظت کرنا میرے لئے ممکن نہیں۔ آپ اپنا دفاع خود بھی کیا کریں۔

یہ سنکر بیشتر بنگالیوں نے اپنے اپنے ہتھیار جو انھوں نے پاکستانی فوج کے ہتھیار ڈالنے کے بعد چھپا دیئے تھے پھر سے نکال لئے اور مسلح ہو کر بیٹھ گئے۔ لیکن اس کے بعد اس قسم کا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ البتہ لوگوں نے کھلے بندوں گھومنا پھرنا ترک کر دیا۔ دن یونہی گزرتے گئے۔ چودھری جمیل اور ان کے دوست روزانہ ریڈیو پر ریڈیو پاکستان کے پروگرام سنتے۔ اسی دوران ان کو یہ بھی معلوم ہوا کہ ہندوستانی فوج کھلنا جیوٹ مل اور آدم جی جیوٹ مل کی تمام مشینری اکھاڑ کر لے گئی ہے۔ پاربتی پور، خالص پور سے آنے والے بہاری مہاجروں نے بتایا، کہ ان علاقوں میں ہندوستانی فوج نے بھی بہاریوں کا لوٹا۔ ہندوستان سے واپس آنے والے ہندوؤں نے ہندوستانی فوج کی مدد سے غیر بنگالیوں کی دوکانوں اور مکانوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔

ایک دن میرپور کی طرف سے دوپہر کے وقت گولیاں چلنے کی آواز سنکر سب چونک گئے۔ ہر شخص پریشان ہو گیا۔ اور بعد میں پتہ چلا کہ فلمساز ظہیر ریحان اپنے دو تین ساتھیوں کے ساتھ جن میں ایک سارجنٹ بھی شامل تھا۔ کسی کی تلاش

میں میرپور گیا۔ ان لوگوں نے گھر گھر کی تلاشی شروع کر دی۔ جس پر میرپور کے لوگوں نے احتجاج کیا۔ جو جھگڑے کی صورت اختیار کر گیا۔ اس جھگڑے میں ظہیر ریحان اور اس کا ساتھی سارجنٹ مارے گئے۔ اس واقعہ کے بعد بنگلہ دیش کی پولیس اور مکتی باہنی وہاں پہنچی۔ اور ان دونوں کی لاشیں اٹھا کر مجیب کے پاس لے گئے۔ انھوں نے مجیب کو بتایا کہ پاکستانی فوج میرپور اور محمد پور میں چھپی ہوئی ہے۔ اور انھوں نے ہمارے دو آدمی مار دیئے ہیں۔ یہ سن کر شیخ مجیب نے مکتی باہنی کو اجازت دے دی کہ وہ جو چاہیں کریں۔ انھیں کوئی نہیں روکے گا تھوڑی دیر بعد مکتی باہنی کی مسلح گاڑیاں میرپور میں داخل ہوگئیں۔ اور لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ جو ہندوستانی فوجی میرپور کی حفاظت پر معمور تھے اپنی بیرکوں میں چلے گئے۔ میرپور کے بہت سے مکانوں کو آگ لگا دی گئی۔ ان مکانوں سے بلند ہوتے ہوئے شعلے محمد پور سے بھی نظر آ رہے تھے۔

شام کو ۵ ۱/۲ بجے کے قریب مکتی باہنی کی جیپیں محمد پور میں بھی چلی آئیں اور محمد پور کو حفاظت کرنیوالی ہندوستانی فوج بھی بیرکوں میں چلی گئی۔ مکتی باہنی نے چاروں طرف سے محمد پور کو گھیرے میں لے لیا۔ اور گھر گھر کی تلاشی شروع کر دی۔ بے تحاشا گولیاں چلنے کی آوازیں آئیں۔ اور اس کے ساتھ ہی چیخ و پکار شروع ہوگئی۔ چودھری محمد جمیل اپنے مکان کی کھڑکیوں سے سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ نوجوان لڑکوں کو کھینچ کھینچ کر ان کے گھروں سے لے جایا جا رہا تھا چودھری جمیل بھی خوفزدہ تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ تھوڑی دیر بعد ان کے گھر کی تلاشی بھی ہوگی یہ کل چودہ افراد اوپر کی منزل میں تھے۔ نیچے کی منزل میں ایک بڑھیا اور اس

کے بچے رہتے تھے۔ وہ بڑھیا بہت ہی ذہین تھی۔ جیسے ہی مکتی باہنی والوں نے ہمارے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ بڑھیا نے فوراً دروازہ کھول دیا۔ اور زار و قطار روتے ہوئے فریاد کرنے لگی۔ چودھری جمیل اوپر کی منزل سے اس کی آواز سن سکتے تھے۔ وہ کہہ رہی تھی کہ مکتی باہنی والے پہلے ہی سب کچھ لوٹ کر لے گئے ہیں بلکہ بچوں کو بھی پکڑ کر لے گئے ہیں اب تم لوگوں کو کیا چاہیئے اس کی آہ و زاری کا مکتی باہنی والوں پر اثر ہوا۔ ان سے دو ایک آدمی اندر آئے انھوں نے ایک دو قیمتی چیزیں اٹھائیں وہ اوپر بھی آنا چاہتے تھے لیکن بڑھیا نے ان کو یقین دلایا کہ اوپر پہلے ہی سب کچھ خالی ہو چکا ہے۔ یہ سن کر وہ واپس چلے گئے اور ہماری جان میں جان آئی۔ اس کے بعد لگا تار سات دن تک کرفیو لگا۔ چودھری صاحب کے پاس بہ مشکل ایک دن کی خوراک موجود تھی جو انھوں نے دو دن تک چلائی۔ اس کے بعد وہ سات دن تک سوکھی روٹیاں پانی میں بھگو بھگو کر کھاتے رہے۔ گھر کے سامنے ایک قبرستان تھا جو کھڑکی سے صاف نظر آتا تھا۔ چودھری جمیل نے دیکھا کہ عورتیں گھروں سے لاشیں لا لا کر قبرستان میں جمع کر رہی تھیں۔ لیکن ان کو دفنانے والا کوئی نہ تھا۔

کرفیو کے ساتویں دن مکتی باہنی والے دوبارہ اسی مکان پر آئے۔ مکان کے ساتھ ایک گیراج تھا اس میں ایک کار کھڑی تھی وہ گیراج کا تالا توڑ کر کار لے جانا چاہتے تھے۔ لیکن چابی کے بغیر کار سٹارٹ نہیں ہو رہی تھی۔ چودھری جمیل کو ڈر تھا کہ چابی کی تلاش میں وہ کہیں اوپر نہ آجائیں

اور وہ سب کے سب پکڑے جائیں۔ انھوں نے اپنے تمام ساتھیوں کو چھپ جانے کی تاکید کی۔ اپنی گھڑی ایک پرانے جوتے میں ڈال دی۔ اور کچھ رقم لے کر وہ اور ان کا ایک ساتھی نیچے اترے۔ ان کو دیکھتے ہی مکتی باہنی والوں نے اپنی رائفلیں ان پر تان لیں۔ چودھری محمد جمیل نے یہاں بڑی جرأت سے کام لیا۔ مکتی باہنی والوں کو اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش کی۔ لیکن وہ کوئی بات ماننے کو تیار نہ تھے۔ وہ ان سے کار کی چابی اور پیسے مانگ رہے تھے۔ چودھری جمیل اور ان کے ساتھی کے پاس جتنی بھی رقم تھی انھوں نے دے دی اور مکتی باہنی والوں کو بتایا کہ کار کی چابی ان کے پاس نہیں ہے کیونکہ کار ان کی نہیں ہے۔ اگر وہ کار کو دھکا لگا کر لے جا سکتے ہیں۔ تو بیشک لے جائیں۔

اس دوران مکتی باہنی والوں کے دوسرے ساتھیوں نے تاریں وغیرہ جوڑ کر کار سٹارٹ کر لی۔ کار سٹارٹ ہو جانے پر وہ خوشی میں چودھری جمیل اور ان کے ساتھی کو بھول گئے اور چلے گئے۔ دوسرے دن وہ پھر اچانک آ دھمکے۔ چودھری جمیل اور ان کا ساتھی دوبارہ نیچے آئے تو انھوں نے فوراً چودھری صاحب کے ساتھی کی مشکیں کس لیں ان کا کہنا تھا کہ یہ شخص ۲۵ مارچ کو بنگالیوں کے قتل عام میں شریک تھا۔ اتفاق سے چودھری صاحب کے ساتھی کی جیب میں اس کی ٹکٹ موجود تھی اس نے ٹکٹ نکال کر دکھائی جس سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ ۲۵ دسمبر سے بہت عرصہ بعد آیا تھا۔ وہ مطمئن ہو گئے اور انھوں نے اس کی جان بخشی کر دی۔

اسی شام کو چودھری جمیل نے ایک دردناک نظارہ دیکھا۔ قبرستان کے قریب ہی ایک مسجد تھی۔ جس میں چھ سات سو غیر بنگالیوں نے پناہ لی ہوئی تھی۔ عصر کی نماز کے بعد مکتی باہنی والے اس مسجد میں آئے اور تمام غیر بنگالیوں کو باہر نکلنے کے لئے کہا۔ اس کے بعد انھوں نے بوڑھوں بچوں اور عورتوں کو ایک طرف کیا اور نوجوانوں کی آنکھوں پر پٹیاں باندھیں اور انھیں جیپوں میں بٹھا کر نامعلوم مقام کی طرف روانہ ہوئے۔ اس لئے ان لوگوں کا کوئی سراغ نہ ملا۔

ساتویں دن بعد دن کو ایک گھنٹہ کے لئے کرفیو اٹھایا گیا۔ چودھری جمیل کا دوست بنگالی بنگلہ بازار سے ان کو لینے آیا لیکن انھوں نے اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر جانے سے انکار کر لیا البتہ وہ کھانے پینے کی چیزیں انھیں دے گئے۔ دوسرے دن صبح کو ان کا بنگالی دوست پھر آیا۔ اور کھانے پینے کی چیزیں ان کو وافر مقدار میں دے گیا۔ ان چیزوں میں خشک دودھ بھی شامل تھا جو انھوں نے محلے کے چھوٹے بچوں میں تقسیم کر دیا۔

اس دوران ریڈ کراس نے بھی مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرنے کی کوشش کی لیکن ریڈ کراس کا دفتر لوٹ لیا گیا۔ اور ریڈ کراس کے عملے کو جیل میں بند کر دیا گیا۔ محمد پور کے ایک سکول میں مشرقی پاکستان کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے غیر بنگالی پناہ گزینوں کا کیمپ تھا وہ سکول ان پناہ گزینوں سے خالی کرا لیا گیا۔ اور انھیں ایک بڑے میدان میں نئے کیمپوں میں منتقل کر دیا گیا۔ کیمپ والوں کو جہاں کئی کئی دنوں تک کھانا نہیں ملا اور فاقہ کشی کی

وجہ سے اموات کی شرح میں زبردست اضافہ ہوگیا۔ کیمپ میں مقیم جوان لڑکوں کو یا تو گولی مار دی گئی یا جیلوں میں ٹھونس دیا گیا۔

ایک دن جبکہ چودھری جمیل غسل خانے میں تھے مکتی باہنی والے آئے اور ان کے میزبان دوست میر اسحاق کو پکڑ کر لے گئے اور قید کر دیا۔ ان کے قید ہونے کی خبر ان کے ایک بنگالی دوست کو ہو گئی۔ جس کا بھائی بنگلہ دیش کی فوج میں کرنل تھا۔ اس شخص نے اپنے بھائی کی مدد سے اسے چھڑا لیا اور خود آ کر مکان پر چھوڑ گیا۔ جیل سے رہا ہونے والے چوہدری جمیل کے میزبان دوست کی زبانی جیل کے حالات کا علم ہوا۔ انہوں نے بتایا کہ سابق گورنر ڈاکٹر مالک، مولوی فرید احمد، فضل القادر چودھری، خواجہ خیر الدین اور دوسرے سیاست دان ڈھاکا جیل میں قید ہیں۔ انھیں جیل میں بی کلاس دی گئی ہے جیل میں جہاں چند سو قیدیوں کے رہنے کا انتظام ہے ہزاروں قیدی کسمپرسی کے عالم میں زندگی کے دن گزار رہے ہیں۔

چند دن بعد چودھری جمیل کے ایک اور ساتھی رشید احمد کو جو پی آئی اے میں ملازم تھا مکتی باہنی والے پکڑ کر لے گئے۔ اور جیل میں قید کر دیا۔ انہوں نے اس کی رہائی کے لئے بہت کوشش کی۔ اور آخر کار مکتی باہنی والوں کو کثیر رقم دے کر دو مہینے بیس دن بعد رہا کروا لیا۔

اب کرفیو اٹھا لیا گیا تھا اور لوگ گھروں سے باہر نکلنے لگے تھے چودھری جمیل باہر نکلے تو انھوں نے دیکھا کہ پیسے ختم ہو جانے کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے بچے سڑکوں پر اپنے گھروں کا بچا کھچا سامان بیچتے پھر رہے تھے۔

کھانے پینے کی چیزوں اور دوسری اشیائے ضرورت کی چیزیں آسمان کو باتیں کر رہی تھیں۔ چاول پانچ روپے سیر تھے۔ اور مٹی کے تیل کی بوتل جو پہلے چار آنے میں آتی تھی پانچ پانچ روپے میں فروخت ہو رہی تھی۔ بہت سے مکانوں پر مکتی باہنی والوں نے قبضہ کر لیا تھا اور ان کے باہر اس قسم کے بورڈ نظر آتے تھے :

"یہ خسرو کا مکان ہے۔"

"یہ منٹو کا مکان ہے۔"

مکانوں پر لکھے ہوئے تمام نام مکتی باہنی کے لیڈروں کے تھے اب بھی مکتی باہنی والے اکا دکا لوگوں کو پکڑے جاتے تھے اور بھاری رقمیں وصول کر کے چھوڑ دیتے تھے۔ مارچ کے مہینے میں ان تمام غیر بنگالیوں کو جو بنگالیوں کے مکانوں میں رہ رہے تھے۔ مکان خالی کرنے کا حکم ملا۔ ہمارا مالک مکان بھی بنگالی تھا چنانچہ چودھری جمیل اور ان کے ساتھیوں نے ایک بہاری کا مکان تلاش کیا۔ اور اس میں منتقل ہو جانے کا پروگرام بنایا۔ دوسرے دن جب وہ اپنا بستر وغیرہ لے کر نئے مکان کی طرف جا رہے تھے راستہ میں انھیں چند لوگوں نے گھیر لیا، وہ کہہ رہے تھے کہ چودھری جمیل نے فوج کے ساتھ مل کر بنگالیوں کو قتل کرایا ہے۔ انہوں نے چودھری جمیل کا بستر وغیرہ چھین لیا۔ اور پکڑ کر ایک مکان کی بالائی منزل پر لے گئے اور وہاں ان کو قید کر دیا گیا

چودھری جمیل کے ساتھیوں نے اس واقعہ کی اطلاع ان کے بنگالی دوستوں کو دینی چاہی لیکن ٹیلیفون پر معلوم ہوا کہ وہ گھر پر نہیں ہیں یہ محض

حسن اتفاق تھا کہ ان کے بنگالی دوست ان کو ملنے آ رہے تھے۔ انھیں چودھری صاحب کے ساتھیوں کی زبانی جب صورت حال کا علم ہوا تو وہ سیدھے اس مکان پر چلے آئے اور دروازہ توڑ کر اندر داخل ہو گئے۔ اس وقت چودھری جمیل کے ہاتھ پاؤں باندھے جا چکے تھے اور انھیں قتل کرنے کا پروگرام بنایا جا رہا تھا۔

اس غیبی امداد پر چودھری جمیل نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا اس واقعہ کے بعد ان کے بنگالی دوست ان کو مجبور کر کے اپنے گھر لے گئے کیونکہ ان کے خیال میں چودھری صاحب یہاں بالکل غیر محفوظ تھے۔ انھوں نے چودھری صاحب کے باہر نکلنے پر پابندی لگا دی۔ انہی دنوں بے شمار بنگالی دانشوروں، ادیبوں، ڈاکٹروں اور انجینیروں کی لاشیں شہر کے نزدیک ایک ویران جگہ پر پڑی ہوئی پائی گئیں۔

چودھری جمیل اب جس مکان میں مقیم تھے۔ ان کے بالکل سامنے ایک بہاری کا مکان تھا۔ لیکن اس پر لال باہنی کا قبضہ تھا۔ لال باہنی مجیب کے حامیوں کی مسلح تنظیم تھی۔ سامنے والے مکان میں ان کا دفتر تھا وہاں اکثر مختلف فیکٹریوں کے غیر بنگالی مالکوں کو پکڑ کر لایا جاتا تھا اور ان پر تشدد کے ذریعے ان فیکٹریوں کے مزدوروں کے واجبات وصول کئے جاتے تھے۔ لال باہنی اور مکتی باہنی میں اکثر جھڑپیں ہوتی رہتی ہیں۔ مکتی باہنی کی قیادت باغی طالب علم کر رہے تھے۔ جن میں اکثر مجیب کے خلاف تھے رات کو اکثر فائرنگ کی آوازیں بھی آتیں۔ شہر میں بنکوں کے لوٹے جانے کی خبریں بھی مل رہی تھیں

انہی دنوں ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے ہندوستان کے خلاف پرورش پاتی ہوئی نفرت کے اظہار کا موقع دیا۔ بنگلہ دیش کی فوج کے ایک میجر جلیل نے دو ہندوستانی فوجیوں کو اس وقت گولی مار دی جب وہ منع کرنے کے باوجود بنگلہ دیش کی جیپیں اور دوسرا سامان ہندوستان لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔ بنگلہ دیش کی حکومت نے میجر جلیل کو قید کر کے جیل میں ڈال دیا میجر جلیل کا تعلق باریسال سے تھا۔ باریسال میں میجر جلیل کی حمایت میں زبردست جلوس نکلا۔ میجر جلیل کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا۔ شہر کی دیواروں پر بھارت کے خلاف پوسٹر لگے جن پر لکھا تھا:

"بھارتی روسی دلالی نہیں چلے گی۔"

"ہمیں بھارتی بنگلہ دیش نہیں چاہیئے۔"

بائیں بازو کا بنگلہ ہفت روزہ "حق کو تھا تے" (سچ کہاں ہے) بھارت کے خلاف چلائی جانے والی مہم میں پیش پیش تھا۔ اس اخبار میں بھارت کو جانے والے سامان کی فہرستیں اور بنگلہ دیشی وزیروں کی بدعنوانیوں کی داستانیں چھپیں۔ اخبار نے لکھا کہ مجیب کے لڑکے کے پاس اصفہانی کی گاڑی کہاں سے آتی ہے۔ اخبار نے غیر بنگالیوں کے قتل عام کے خلاف بھی احتجاج کیا۔ اخبار کے مطابق بنگلہ دیش سے ۷۴ کروڑ روپے کی صرف پٹ سن بھارت کو سمگل کیا جا چکا تھا۔

اخبار نے مجیب اور اس کی حکومت پر اتنی سخت نکتہ چینی کی مجیب حکومت ایڈیٹر کو گرفتار کرنے پر مجبور ہو گئی۔ ڈھاکا میں طلبا نے مہنگائی

اور بھارتی دخل اندازی کے خلاف جلوس نکالے۔ اور ہندوستانی مال کے بائیکاٹ
کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس دوران چودھری جمیل کو اپنے دوستوں سے قادر
صدیقی کے بارے میں مزید معلومات حاصل ہوئیں۔ انھوں نے بتایا کہ قادر صدیقی
جسے لوگ ٹائیگر صدیقی کہتے ہیں۔ تقریباً ۴۰ ہزار مکتی باہنی کے نوجوانوں کی
قیادت کر رہا ہے قادر صدیقی نذر الاسلام اور تاج الدین کی حکومت کو تسلیم نہیں کرتا
اس کی اپنی ایک علیحدہ حکومت ہے۔ ٹنگائل کے علاقے پر اس کا مکمل کنٹرول
ہے اور عوامی لیگ کا کوئی آدمی وہاں جانے کی جرات نہیں کر سکتا۔ عوامی لیگ
کی حامی لال باہنی اور مکتی باہنی میں اکثر جھڑپیں ہوتی رہتی ہیں۔

سقوط مشرقی پاکستان کے فوراً بعد ہی ۱۹۷۲ء میں مشرقی پاکستان
سے ہجرت کرنے والے ہندو واپس آکر اپنی جائدادوں پر قبضہ کر رہے
تھے۔ اس پر مقامی قابضین اور ہندوؤں کے درمیان بے شمار جھڑپوں
کی خبریں بھی ملیں۔ جو ہندو گزشتہ ہنگاموں میں ہندوستان چلے گئے تھے۔
ان میں سے زیادہ تر اکیلے ہی آئے تھے۔ اور اپنے اہل خاندان کو بھارت
چھوڑ آئے تھے ان کا مقصد کاروبار کرنا اور منافع کی رقم ہندوستان بھیجنا تھا
اس محلے میں رہنے والے ایک دو ہندو کاروبار کی وجہ سے چودھری جمیل کے
واقف تھے۔ انھیں جب چودھری صاحب کے قیام کا علم ہوا تو وہ ان سے
ملنے چلے آئے۔ وہ بنگلہ دیش میں اپنے مستقبل کے بارے میں شک و شبہ
میں مبتلا تھے۔ اور جلد از جلد واپس جانا چاہتے تھے۔

چودھری جمیل نے ایک ہندو دلال کے ذریعے اپنے تمام ساتھیوں

کو جعلی پرمٹوں کے ذریعے ہندوستان بھیجنے کا پروگرام بنایا۔

ایک پرمٹ کی قیمت بمعہ کرایہ پانچسو روپیہ تھی۔ چودھری جمیل کے تمام ساتھی ان پرمٹوں کے ذریعے ہندو دلال کی مدد سے دو دو کرکے ہندوستان پہنچ گئے اور چودھری جمیل اکیلے رہ گئے۔ اس دوران لال باہنی شیخ مجیب کو سلامی دینے کی تیاریاں کر رہی تھی اور شہر میں یہ افواہ گشت کر رہی تھی۔ کہ بنگلہ دیش میں بھی مارشل لا نافذ کر دیا جائے گا۔ لال باہنی اور مکتی باہنی کی جھڑپوں کے پیش نظر لوگ ان افواہوں پر یقین بھی کر رہے تھے۔

چودھری جمیل کے دوستوں نے انھیں مشورہ دیا کہ وہ مارشل لا لگنے سے پہلے یہاں سے نکل جائیں۔ انہوں نے ہندو دلال کی مدد سے ۵ رجون کو روانگی کے لئے چودھری جمیل کا پرمٹ حاصل کر لیا۔ چودھری جمیل نے مکتی باہنی والوں کی طرح اپنے بال بڑھا لئے تھے اور بڑی بڑی مونچھیں رکھ لی تھیں تاکہ وہ مکتی باہنی کا فرد نظر آئیں۔ اپنے دوستوں کی مدد سے انھوں نے بنگلہ دیش کی شہریت کا سرٹیفکیٹ بھی حاصل کر لیا تھا۔ ان دوستوں نے چودھری جمیل اور اپنے لئے ڈھاکا سے کلکتہ تک واپسی کے ٹکٹ خریدے۔ اور وہ اپنے بنگالی دوستوں کی معیت میں ائرپورٹ پہنچے۔ ان کے دوست ان کو کلکتہ تک چھوڑنے آئے۔

کلکتہ کے ائرپورٹ پر اترتے ہی ہندوستان کی سی آئی ڈی ان کے پیچھے لگ گئی۔ چودھری جمیل نے پہلے گریٹ ایسٹرن ہوٹل میں قیام کیا۔ لیکن دوسرے دن جب ان کے دوست ان کو الوداع کہہ کر چلے گئے۔

تو انھوں نے بھی ہوٹل چھوڑ دیا۔ ان کو معلوم تھا کہ سٹلمٹ ہوٹل میں قیام پذیر ہے۔ چودھری جمیل سیدھے اس کے پاس گئے۔ اس ہوٹل کا مالک ایک سکھ تھا۔ وہ بڑے اخلاق سے پیش آیا۔ چودھری جمیل نے سکھ سے پنجابی میں بات چیت کی۔ اس نے بتایا کہ وہ راولپنڈی کا رہنے والا ہے رجسٹر میں چودھری جمیل نے اپنی شہریت بنگلہ دیش لکھوائی تھی۔ ان کو پنجابی میں باتیں کرتے دیکھ کر کسی ملازم کو شک گزرا اور اس نے چودھری جمیل کے مشکوک ہونے کی اطلاع پولیس کو دے دی۔ پولیس والے فوراً ہوٹل پہنچ گئے۔ لیکن ہوٹل کا مالک سکھ اثر و رسوخ کا مالک تھا۔ اس نے انھیں تو واپس بھیج دیا۔ البتہ رات کے ایک بجے وہ چودھری جمیل کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

"تمھارے بارے میں پولیس کو شک ہو گیا ہے لہٰذا تم ہوٹل چھوڑ دو۔"

چودھری جمیل نے اپنے ساتھی سے مشورہ کیا۔ ان کے ساتھی نے کہا کہ اب کسی ہوٹل میں رہنا مناسب نہیں، یہاں ایک مسلمانوں کا محلہ ہے جس میں بنگلہ دیش سے آنے والے بہت سے پناہ گزین پڑے ہوئے ہیں۔ وہاں چلنا چاہیئے۔ لہٰذا چودھری جمیل سیدھے اس محلے میں پہنچے۔ جہاں ان کی ملاقات ایک شناسا تاجر دوست سے ہو گئی وہ بمبئی کا رہنے والا تھا اور اس سے پہلے ڈھاکا میں کاروبار کرتا تھا۔ اس نے چودھری جمیل کو اپنے پاس رکھ لیا اس محلے میں ان کا قیام تقریباً دس روز تک رہا۔ اس دوران میں ان کی ملاقات بہت سے ساتھیوں سے ہو گئی۔ ان میں سے اکثر اسی محلے میں

رہ رہے تھے۔ پھر ان کے میزبان نے ان کو ہندوستانی شہریت کا جعلی سرٹیفکیٹ بنوا دیا جس کی مدد سے چودھری جمیل نیپال جانا چاہتے تھے۔

جس دن یہ وہاں سے روانہ ہوئے ان کی ملاقات ایک دوست صالح جی سے ہوئی۔ صالح جی پی آئی اے میں ملازم تھا اس نے چودھری جمیل کو اپنے بچ نکلنے کی پردرد کہانی سنائی۔ صالح جی نے بتایا کہ وہ کلکتے میں اپنے کسی عزیز کے گھر مقیم ہے۔ اپنے قیام کے دوران چودھری جمیل کو کچھ ہندوستانی اخبارات پڑھنے کو ملے۔ ہندوستان کا ایک اخبار بڑی بے باکی اور جرأت سے بنگلہ دیش کے بارے میں بھارتی حکومت کے رویے پر کڑی نکتہ چینی کر رہا تھا۔ یہ اخبار اکثر اندرا گاندھی کے لئے توہین آمیز الفاظ استعمال کرتا تھا اخبار میں بنگلہ دیش کے غیر بنگالیوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کی خبریں نمایاں طور پر شائع ہوتی تھیں اور ان مظالم کا ذمہ دار بھارتی حکومت کو ٹھہرایا جاتا

چودھری جمیل کے دوسرے ساتھی اس اثنا میں دلالوں کی مدد سے نیپال جا چکے تھے۔ اب یہ صرف تین ساتھی رہ گئے تھے۔ ایک دن ان کی ملاقات پشاور کے ایک پٹھان سے ہوئی۔ جو کافی مدت سے کلکتہ میں رہائش پذیر تھا اور بھارتی شہریت رکھتا تھا۔ وہ ان کے ساتھ بڑی ہمدردی اور اخلاق سے پیش آیا اور اپنے اثر و رسوخ کے ذریعے بلا معاوضہ ان کو نیپال تک لے گیا کلکتہ سے نیپال تک راستے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ راستے میں چیکنگ وغیرہ بھی نہ ہوئی۔ کھٹمنڈو پہنچتے ہی یہ سیدھے پاکستانی سفارت خانے پہنچے۔ سفارت خانے کی عمارت پر لہراتا ہوا پاکستانی پرچم دیکھ کر ان کی آنکھوں میں

خوشی کے آنسو آ گئے۔

نیپال میں پاکستان کے سفیر جناب بشیر احمد اور سیکرٹری لطیف صاحب ان سے بڑی ہمدردی سے پیش آئے۔ انھوں نے ان کو ہر سہولت مہیا کی۔ پاکستانی سفارت خانہ بھارت کے راستے فرار ہو کر آنے والوں کو رہائشی سہولتیں مہیا کر رہا تھا۔

نیپال کے لوگ بھی ان سے بہت اچھی طرح پیش آئے۔ یہاں سے تھائی ائر لائنز کے ذریعے چودھری جمیل بنکاک پہنچے۔ اور یہاں سے بذریعہ طیارہ کراچی چلے آئے۔

جہاں ان دنوں زبانوں کے مسئلہ پر خونریز فسادات ہو رہے تھے چودھری جمیل جب ہوائی اڈے سے باہر نکلے اور شہر میں داخل ہوئے تو خوف سے زرد چہرے اور سونی گلیاں دیکھ کر انھیں احساس ہوا کہ وہ شاید دوبارہ بنگلہ دیش میں پہنچ گئے ہیں۔

## چھنابیدی پر قبضے کی داستان

گھمسان کا معرکہ جاری تھا اور دشمن کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا کہ پاک فوج کے صوبیدار سلطان سکندر کے پاس گولی بارود کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ اب ان کے پاس کوئی چارہ کار نہیں رہ گیا تھا کہ یا تو خود کو حملہ آور دشمن کے حوالے کر دیں یا پھر محمد بن قاسم، طارق اور ٹیپو کی روایات ایک بار پھر تازہ کریں سلطان سکندر نے ایک سچے مسلمان کی طرح دوسرا راستہ پسند کیا اور اپنے

۲۵ جوانوں کے ساتھ اللہ اکبر اور یا علی کے فلک شگاف نعرے لگاتے ہوئے مورچوں سے نکل کر انھیں اپنی سنگینوں کی نوک پر رکھ لیا۔ اور چند لمحوں کی خون ریز جنگ میں دس بھارتیوں کو خاک و خون میں غلطاں کر دیا۔ باقی بھارتی سپاہیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ ان کا تعلق بھارتی فوج کی چودھویں اور پندرھویں رجمنٹ سے تھا۔ شجاعت کا ولولہ انگیز باب ۴ ار دسمبر کو تحریر کیا گیا۔ جب لاہور سیکٹر میں مٹھی بھر جوانوں نے حملہ آور دشمن کے علاقے میں گھس کر دس ہزار سے زائد آبادی کے قصبے چنا بیدی چند پر قبضہ کر لیا۔ اس معرکہ میں پاکستان کے چھ جوان شہید اور دس زخمی ہوئے۔ چنا بیدی چند کے ارد گرد بھارت کے جو ۱/۲ سو فوجی اپنے پختہ بنکروں میں مورچہ بند تھے ان میں سے بہت کم فرار ہو سکے۔ ان میں سے ۲۲ کو قیدی بنا لیا گیا۔

پاک فوج نے اس قصبے کی ایک اور چوکی سے بھاری مقدار میں گولہ بارود اور اسلحہ بھی برآمد کیا۔ ان میں ۳ ٹرک بھی شامل ہیں۔ چنا بیدی چند میں سکھ بھی بڑی تعداد میں آباد تھے۔ اس کا اندازہ بابا گورونانک اور گورو گوبند سنگھ کی بہت سی تصویروں سے ملتا ہے جو مختلف جگہوں سے دستیاب ہوئی ہیں۔ پاک فوج نے یہ سب تصویریں حفاظت سے رکھ لیں ۔

## معرکہ چھمب

چھمب کے علاقے کی زمین ٹوٹی پھوٹی ہے ارد گرد بلند پہاڑی سلسلے ہیں اور نیچے آڑے ترچھے نالے پھیلے ہوئے ہیں۔ دشمن نے ان قدرتی

رکاوٹوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اس نے پہاڑیوں کی چوٹیوں پر مضبوط قلعہ بندیاں کر رکھی تھیں۔ اور ارد گرد بارودی سرنگیں بچھا کر انھیں اور مستحکم و محفوظ کر لیا تھا۔ چھمب جوڑیاں کے اس سیکٹر میں دشمن کے پاس ایک ڈویژن فوج کے علاوہ ایک خود مختار بکتر بند بریگیڈ بھی تھا۔

۳ر دسمبر ۱۹۷۱ء کو دشمن کے حملے کے جواب میں ہماری فوجوں نے دو محوروں پر جوابی کارروائی شروع کی۔ تیسرے یعنی شمالی محور پر ۴ اور ۵ر دسمبر کی درمیانی رات کو حملہ کیا گیا۔ مرکزی محور پر حملے کا رخ کھلابٹ، جگووالا شیخ سر کی سمت تھا جبکہ جنوبی محور پر حملہ بنیان، برسالہ اور بھاگلا کی پہاڑی کی جانب تھا۔

درمیانے دستے نے مادھو شہید سے دھاوا بولا، ہماری فوج نے جنگ بندی لائن کی حد کے ساتھ ساتھ دشمن کے مضبوط علاقوں پترا اڑہ، میرا اور پیر جمال کو روند ڈالا اور نالہ لائن پر قبضہ کرنے کے لئے آگے بڑھی یہ لائن دشمن کے مورچوں کا پہلا مرحلہ تھا۔ پاک فوج کی اس یلغار سے دشمن بھونچکا رہ گیا۔ اور اوسان کھو بیٹھا۔ پاک فوج کے دستوں نے دشمن کے پہلے مورچوں کو قبضہ میں لے لیا۔ اور پیچھے سے اس کے مضبوط مقامات کو گھیرے میں لے کر انھیں تباہ کر ڈالا۔ اس دوران اس محور پر پاک فوج کا حملہ متواتر جاری رہا۔ ۴ر دسمبر کو صبح ۲ بجے تک پاک فوج کے دستے کھلابٹ، بھل، پراگا نرالا، جگووالا اور شیخ سر تک اپنے قدم جما چکے تھے۔

پو پھٹنے سے پہلے پاک فوج کے بکتر بند دستے نے شمال کی طرف سے

فائر شروع کر دیا جس نے کو مادلی چھپڑ کے مقام پر دیوا۔ منڈیالہ سڑک کو کاٹ کر رکھ دیا۔ اب پاک فوج کے اس دستے نے منڈیالہ پہنچنے کے لئے جنوب کی طرف پیشقدمی شروع کی۔ دشمن کو چھاگلا سکرانہ کے علاقے میں روک کر پاک انفنٹری نے بکتر بند کارروائی کے لئے ایک مضبوط اڈہ مہیا کر دیا۔

منڈیالہ کے شمالی اور جنوبی پہاڑی سلسلوں پر دشمن ٹینکوں، ریکائل لیس رائفلوں، طیارہ شکن گائیڈڈ میزائلوں اور مشین گنوں کے ساتھ بہت مضبوطی سے جما ہوا تھا اسے دریائے توی کے پار سے توپ خانے کی امداد بھی حاصل تھی۔ صبح کے وقت یہاں بھارتی فضائیہ بھی لڑائی میں شریک ہوگئی لیکن دشمن کی سخت مزاحمت کے باوجود پاک فوج کے غازیوں نے دشمن کو دباتے رکھا اور آخر کار انھوں نے دشمن کے ٹھکانوں کو تہس نہس کر کے منڈیالہ کے شمالی پہاڑی سلسلے پر قبضہ کر لیا۔

مرکزی محور پر چڑھائی کے ساتھ ساتھ پاک فوج کا جنوبی دستہ کوئل موئل کے علاقہ کو چیرتا ہوا موئل چھمب کی سڑک سے آگے بڑھا پاک فوج کے دستوں کو چھاگلا کی پہاڑی اور رتیان بوسالا کے علاقہ میں سخت ترین مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن رات رات ہی میں انھوں نے چھاگلا کی پہاڑی تک اپنے آپ کو مستحکم کر لیا اس سے پاک فوج کے لئے ۷ر دسمبر کو چھمب میں داخل ہونے کی راہ صاف ہو گئی۔

۷-۸ر دسمبر کی درمیانی شب پاک فوج نے مرکزی اور جنوبی محوروں پر حملہ بول دیا۔ پاک فوج کے ایک اور کالم نے اسی رات چڑھائی کر دی

اس کے سپرد یہ کام تھا کہ وہ پاک فوج کی یلغار کے شمالی پہلو کی حفاظت کرے ۔ اور دریائے توی کے مغربی کنارے پر قبضہ کرے ۔ یہ کالم دشمنوں کے دفاعی انتظامات کو چیرتا ہوا اسکھ تاؤ کے مقام پر جانکلا ۔ جہاں سے اس نے دریائے توی کو عبور کر کے اس دریا کے کنارے کے ساتھ ساتھ قبضہ کر لیا دشمن سے ایک سخت جھڑپ کے بعد پاک فوج دریا کے اُس طرف اپنے علاقے میں چلی آئی ۔

اب دشمن کو منڈیالہ کی جنوبی پہاڑی سے محروم کرنے کے لئے کارروائی شروع کی گئی ۔ پاک فوج کے دستوں نے بھارت کی بارودی سرنگوں کو عبور کر کے دشمن پر ہلہ بول دیا ۔ گھمسان کے رن کے بعد دشمن اپنی مضبوط پوزیشنوں کو خالی کرنے پر مجبور ہو گیا ۔ دشمن کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا وہ اپنے پیچھے بڑی تعداد میں گاڑیوں اور دوسرے ساز و سامان کے علاوہ چالو حالت میں دو ٹینک بھی چھوڑ گیا ۔

منڈیالہ کی جنوبی پہاڑی پر پاک فوج کا قبضہ ہو جانے سے جنوب میں دریائے توی کے پار دشمن کے علاقے میں پاک فوج کا مورچہ محفوظ ہو گیا ۔ اور اس کے لئے چھمب فتح کرنا آسان ہو گیا ۔ اسی شمالی مورچے پر پاک فوج کے ایک کالم نے دیوا پر حملہ کیا ۔ یہ ایک بلند مقام ہے ۔ جو سرنگوں سے اٹا ہوا تھا ۔ یہاں دشمن کے کنکریٹ کے بنے ہوئے مورچے تھے ۔ اسے اپنے توپ خانے کی امداد بھی حاصل تھی بڑی شدید جھڑپ ہوئی جس میں دشمن کی پوزیشنوں کو روند ڈالا گیا اور بڑی تعداد میں اس کی

گاڑیاں، گولہ بارود اور رسد کے ذخیرے بھی پاک فوج کے ہاتھ لگے۔

دشمن کا یہ دفاع بلند جگہ پر تھا اور پاک فوج کے قبضہ میں جو علاقہ تھا اس کی زد میں تھا۔ دشمن کے اس دفاع کا صفایا ہو جانے سے کوما دلی چھبٹر اور چھمب پر عقب سے دشمن کے جوابی حملہ کا خطرہ جاتا رہا۔ چھمب پر حملے کی تیاری میں پاک فوج کی انفنٹری نے دریائے توی کے پار دشمن کے علاقے میں اپنا مورچہ مضبوط کر لیا جبکہ پاک فوج کے بکتر بند دستے نے جنوب سے چڑھائی کر دی۔ اس معرکے کا آغاز ۳ دسمبر کو علی الصبح چینیر کے مقام پر ہوا۔

پاک فوج کے بکتر بند دستے نے لوکان اور لوڑ میں دشمن کی پوزیشنز کو تہس نہس کرنے کے بعد اس کے دفاعی انتظامات کو چیر ڈالا۔ پاک فوج کے اس دستے کو برسالہ کے پہاڑی سلسلے میں سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں دشمن کی ایک ٹبالین فوج ٹینکوں کا ایک سکواڈرن اور ٹینک شکن گائڈڈ میزائلوں کی ایک کمپنی موجود تھی۔

دشمن نے پاک فوج کے جوانوں کی یلغار کا ریکائل لیس رائفلوں ٹینک شکن گائڈڈ میزائلوں اور توپوں سے جواب دیا۔ دشمن کا ایک بہت بڑا بارودی سرنگوں سے بھرپور میدان پاک فوج کی پیشقدمی میں رکاوٹ بنا ہوا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پاک فوج کا حملہ روک دیا گیا ہے اس مرحلہ پر بکتر بند دستے کو بارودی سرنگوں سے اٹے ہوئے علاقے کو عبور کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس جرات مندانہ اقدام سے صورت حال پر قابو پا لیا

گیا۔ اور دشمن کی فائرنگ کے باوجود پاک فوج کے بکتر بند دستے نے ایک وسیع محاذ پر اپنی چڑھائی جاری رکھی۔ بارودی سرنگوں کو عبور کرتے ہوئے خوش قسمتی سے پاک فوج کے بکتر بند دستے کو کوئی بڑا نقصان نہ پہنچا۔ صرف ایک ٹینک کا ٹریک اڑ گیا۔

شام تک پاک فوج اپنی کنٹرول لائن چھمب کے جنوب مشرق میں چک پنڈت تک بڑھانے میں کامیاب ہو چکی تھی۔ دشمن کو اس علاقے سے بھگا دیا گیا تھا اور ۸ دسمبر کی صبح کو چھمب پر حملہ کرنے کے لئے زمین ہموار کر لی گئی تھی خود چھمب سے بہت کم مزاحمت ہوئی تاہم دریائے توی کے اس پار دشمن ٹینکوں اور توپوں سے آگ برساتا رہا۔ چھمب پر صبح ۸ ۱/۲ بجے قبضہ کر لیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد دشمن نے دریائے توی کے اس پار سے چک پنڈت پر جوابی حملہ کیا جو پسپا کر دیا گیا۔ چھمب پر جوابی حملہ کرنے کے لئے دشمن دریا کے اس پار چند ہی گھنٹے بعد صف آرا ہو گیا اسے ٹینکوں توپوں اور فضائی فوج کی امداد حاصل تھی۔ پاک فوج کا بکتر بند دستہ دشمن سے نبرد آزما ہوا۔ بہت زبردست جھڑپ ہوئی جو ۱/۲ ۴ بجے سہ پہر تک جاری رہی۔ دشمن کے بہت سے ٹینک تباہ کر دیئے گئے۔ اور اس کی دریا پار کرنے کی کوشش ناکام بنا دی گئی۔

پاک فوج کا بڑا بکتر بند دستہ کا بوٹ، برسالہ، ملکے کیمپ اور چک پنڈت پر چڑھ دوڑا۔ اس کے ساتھ ہی ہمارے چھوٹے چھوٹے بکتر بند یونٹ جنوب میں کئی جگہ سے دشمن کی پوزیشنوں میں گھس گئے دشمن بوکھلا کر

بھاگ اٹھا۔ ۸ اور ۹ دسمبر کی درمیانی رات ہمارے غازیوں نے مناور فتح کر لیا جس سے ہماری کنڑول لائن جنوب میں مزید آگے بڑھ گئی۔

دشمن نے ایک غیر ملکی اخباری نمائندے سے انٹرویو کے دوران یہ اعتراف کیا کہ یہاں اس کی فوج کے پانچسو آدمی مارے گئے اور ۲ ہزار زخمی ہوئے۔ اس کے علاوہ دشمن کے بہت سے ٹینک تباہ کر دیئے گئے ۹ دکن ہارس جو دشمن کے بکتر بند بریگیڈ کا ایک حصہ تھا مکمل صفایا کر دیا گیا چالو حالت میں ۱۱ ٹینکوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ دشمن کو دریا کے اس پار دھکیل دیا گیا اور ۶۰ مربع میل رقبے پر قبضہ کر لیا گیا۔ کشمیر پر قبضہ کر لیا گیا۔ کشمیر کو بھارت سے ملانے والی بڑی سڑک کے بچاؤ کے لئے بھارت نے جو ہیجنز لائن بنائی تھی اسے پاکستانی دلیروں نے روند ڈالا اس آپریشن کی ڈویژنل کمانڈر میجر جنرل افتخار خان شہید ہلال جرات نے قیادت کی تھی۔ حملے کے دوران وہ سب سے آگے آگے تھے۔

## معرکہ سلیمانکی

شہر کے دور سڑک پر عموماً زیادہ آمدورفت نہیں ہوا کرتی۔ لیکن اوکاڑہ سے مشرق کی طرف مڑنے والی سڑک پر بڑی گھما گھمی ہوتی ہے یہ سڑک دیپالپور میں سے ہو کر گزرتی ہے اس پر ٹریفک زیادہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ پاک پتن کو جاتی ہے جہاں حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کا مزار ہے اور زائرین سارا سال روضہ مبارک پر حاضری دینے جاتے رہتے ہیں

سیمانکی ہیڈ ورکس جانے کے لئے ہمیں پاکپتن شریف سے ۱۲ میل ادھر کو دوبارہ مشرق کی جانب مڑنا پڑتا ہے دریائے ستلج کے دونوں کناروں پر شجر کاری سے یہ گرد و غبار سے آلود اور خشک خطہ ایک دل کش نخلستان میں بدل گیا ہے۔

کیپٹن ایس ایم اے اقبال اس معرکہ کے راوی اس سیکٹر میں پاک فوج کے بریگیڈ ہیڈ کوارٹرز میں پہنچکر ایک جہاندیدہ سٹاف آفیسر سے ملے جنھوں نے کیپٹن اقبال کو کمانڈر تک لے جانے کی پیشکش کی۔ کمانڈر ایک بہت بڑے اور ہرے بھرے پلاٹ کے ایک کونے میں کھلی جگہ بیٹھے دو افسروں سے مصروف گفتگو تھے۔ کیپٹن اقبال ان سے کچھ فاصلے پر بیٹھ کر گفتگو ختم ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ کمانڈر اپنی چھڑی سے نوک سے زمین پر ایک لائن کھینچ رہے تھے کیپٹن اقبال ان کی بات چیت سن رہے تھے۔

" اگر میں دشمن کے روپ میں ہوتا تو اس خلاء میں گھس جانے کی کوشش کرتا "

کمانڈر زمین پر کھینچتے ہوئے خاکہ کی طرف اشارا کرتے ہوئے کہہ رہے تھے انھوں نے افسروں میں سے ایک کو جو سکواڈرن کمانڈر دکھائی دیتے تھے ہدایات دیتے ہوتے کہا۔

" اس علاقہ میں دو ٹینک بھیج دیجئے اور انھیں جہاز پر گولہ باری کرنے کی پوزیشن میں رکھئے "

یہ کمانڈر جنگ کے دوران دشمن کے منصوبوں کے مقابلہ میں سپہ آرائی

کے واضح داؤ پیچ اور پیش بینی سے متعلق بہت مشہور ہیں انھوں نے جنگ کے دوران دشمن کے ارادوں کو اچھی طرح بھانپ لیا اور ان کی یہی استعداد تھی جس کے باعث ہمارے دستے کے مقابلے میں سود مند رہے۔

فاضلکا سیکٹر میں ہمارے دستوں کا کام کسی بھی معیار کے لحاظ سے بڑا قابل داد تھا انھوں نے قلیل تعداد سے چند گھنٹوں میں دشمن کے ۴۰ مربع میل کے ایسے علاقے پر قبضہ کر لیا جہاں دفاعی انتظامات بہترین تھے۔ کمانڈر صاحب نے ایک معمر میجر صاحب کے ہمراہ کیپٹن اقبال کو لڑائی کے علاقوں کے گرد و نواح دکھانے کا انتظام کیا کیپٹن اقبال اس میجر صاحب کے ہمراہ جنکا تعلق سگنل کور سے تھا اور جنگ کے لئے دوبارہ بلائے گئے تھے۔ اگلے علاقہ کی طرف روانہ ہوئے۔

وہ بتانے لگے کہ کس طرح انھوں نے جنگ کے دوران پیغام رسانی کو موثر بنایا اور وائرلیس کے ذریعہ کی ضرورت کو راستہ سے ہٹا دیا یہ بذات خود ایک بہت بڑا فوجی کارنامہ تھا راستے میں کیپٹن اقبال نے دشمن کے دفاعی انتظامات بھی دیکھے یہ جنگی نقطہ نظر سے موزوں، چوڑے نالوں، مضبوط پشتوں، کنکریٹ کے بنکروں، رسل و رسائل کے لئے کھودی ہوئی گہری نالیوں، سرنگوں کے وسیع میدانوں اور پیچیدہ دفاع کی ایک لمبی پٹی پر مشتمل تھے۔

ہمارے دستوں کے سپرد سلیمانکی ہیڈ ورکس کا دفاع کرنے کا کام تھا یہ علاقہ دشمن کے لئے بڑا اہم تھا کیونکہ ایک تو یہ سرحد سے بہت

قریب ہے اور دوسرے اس پر قبضہ کرنے سے فاضلکا سیکٹر میں دفاع کو بڑی تقویت پہنچ سکتی تھی ۔ ہمارے دستوں نے اپنے مشن کو کماحقہ، پورا کیا ۔ اور دشمن کو نہ صرف اس کے علاقہ میں واپس دھکیل دیا ۔ بلکہ فاضلکا کے مضافات تک جا پہنچے ۔

جوابی حملہ کرنے کے ۱۲ گھنٹوں کے اندر اندر ہمارے دستوں نے زرخیز زمین کے ایک بہت بڑے علاقہ کو اپنے قبضہ میں لے لیا ۔ ہمارے اچانک حملہ سے دشمن اوسان کھو بیٹھا جسے جھوک ممبا کی کے مورچوں سے مار بھگایا گیا تھا ۔ دشمن کو بیری والا ، نور محمد، پکا اور خان والا سے بھی مار بھگایا گیا ۔ اور اسے مجبور کر دیا گیا کہ وہ اپنی دوسری دفاعی لائن سبونا کا نالہ پر پوزیشن لے ۔ سبونا کا نالہ اور بڑے مضبوطی سے تعمیر شدہ پشتہ اور ۹۵ فٹ لمبا نالہ ہمارے قبضہ میں آچکا تھا دشمن کے مضبوطی سے دفاع شدہ علاقوں پر قبضہ ہونا ہماری بہترین جنگی چالوں اور مناسب منصوبہ بندی کی وجہ سے تھا ۔

پاکستانی یلغار کے بعد پندرہ دن کے اندر دشمن نے بے شمار جوابی حملے کئے اسکو حملہ کے دوران بہترین بکتر بند فوج ، بھاری آرٹلری فائر اور بھاری ہوائی امداد حاصل تھی ۔ لیکن پاک فوج کے جوانوں نے ہر بار نہ صرف یہ کہ دشمن کے حملہ کا جرات سے اور مستقل مزاجی سے مقابلہ کیا بلکہ بھاری نقصان بھی پہنچایا ۔

جب فائر بندی ہوئی تو سبونا نالے کے ارد گرد زمین پر دشمن کے

سپاہیوں کی لاشیں اور اس کے جلے ہوئے ٹینک بکھرے پڑے تھے۔ اس علاقہ میں لڑی جانے والی تمام لڑائیاں شجاعت کی داستانوں سے معمور ہیں۔ میجر شبیر شریف شہید جنھوں نے بیری والا اور گورمکھڑا پر کیئے جانے والے حملہ کی کمان کی، کو پہلے ہی ان کی جرأت مندانہ کمان، فرض شناسی اور عظیم قربانی پر بہادری کا سب سے بڑا اعزاز نشانِ حیدر نذر کیا جا چکا ہے۔

انھوں نے جنگھر کی پوسٹ کو تہ و بالا کیا۔ بیری والا پوزیشن کو زیر و زبر کیا۔ سرنگوں کے بھارتی علاقہ سے بے خطر گزرے اور دشمن کی بھاری خودکار آرٹلری اور ٹینک کے فائر کی موجودگی میں سبونا کے نالے کے ساتھ ساتھ تعمیر شدہ پشتہ پر دھاوا جاری رکھا چند گھنٹوں کے اندر اندر انھوں نے سبونا کے نالہ پر قبضہ کر لیا اور دشمن کو بلند پشتے پر تعمیر شدہ شیل پروف بنکروں سے مار بھگایا۔

۶ دسمبر کو شہادت سے ہمکنار ہونے سے پہلے انھوں نے دشمن کے توپ خانے اور بکتر بند دستوں کی مدد سے کیئے جانے والے متواتر حملوں کو ناکام بنایا اور قبضہ میں کیئے ہوئے علاقہ سے ایک انچ بھی دشمن کو نہ جانے دیا۔

پکا گاؤں کے ایکشن کے دوران شروع میں ہمارے دستوں نے بھارتی دفاعی پیچیدگیوں سے سروکار نہ رکھا شمال مشرق میں ڈھوک کی پوسٹ پر قبضہ کرنے کے بعد انھوں نے دشمن پر چپکے سے دھاوا بول دیا۔ دشمن بے ترتیبی

کے عالم میں خوف و دہشت کی وجہ سے بھاگ گیا۔ اس نے اپنے پیچھے بہت سی لاشیں چھوڑیں اور اس کے ایک سو سینتالیس فوجی قیدی بنا لئے گئے۔

خانزالہ کا معرکہ جنگی مہارت اور حکمت عملی کی ایک اور بہترین مثال ہے ہمارے دستوں کا ایک چھوٹا سا گروپ سبونا نالے تک دشمن کے علاقہ میں داخل ہو گیا۔ خانزالہ پوسٹ ۲۵/آر، ۴۰۰/آر اور خانزالہ گاؤں پر یکے بعد دیگرے حملے کئے۔ دشمن ان پوسٹوں پر قابض تھا۔ اور اس نے مزاحمت کی لیکن ہمارے دستے نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ اس پر خوف و ہراس کا عالم طاری ہو گیا۔ جس سے اس نے وہ کشادہ علاقہ خالی کرنا شروع کر دیا جس پر اس نے سبونا کی کئی اور پرانی نالیوں کے درمیان واقع وادی کو تنگ کرنے کے لئے ہتھیا لیا تھا۔

دشمن کی چالوں کو اس پر استعمال کیا گیا اور اس طرح اسے محدود علاقہ پر قناعت کرنے پر مجبور کیا گیا جہاں ہم تھوڑی تعداد میں فوج سے ہی دو دو ہاتھ کر سکتے تھے۔ کیپٹن اقبال کے ہمراہ جانباز لے ان مجاہدوں کی کارگزاری بتانے لگے۔ جن کے سپرد ہیڈ ورکس کی حفاظت کرنا تھا۔

بھارتی طیارے ایک ہی دن میں ہیڈ ورکس پر کئی مرتبہ حملہ آور ہوتے وہ بڑی بڑی ٹکڑیوں کی صورت میں حملہ کرنے آتے مگر ہیڈ ورکس کے محافظوں نے اپنی طیارہ شکن گنوں کی مدد سے ان کی ایک نہ چلنے دی۔ اس قابل تعریف کارگزاری کی شہادت اس حقیقت سے مل جاتی ہے کہ بھارتیوں

نے ہیڈ ورکس کو جو نقصان پہنچایا وہ نہ ہونے کے برابر ہے جبکہ ہماری طیارہ شکن گنوں کے فائر سے ان کے کئی جہاز گرائے گئے۔

اب ہم جھوک ممبا کی طرف چلتے ہیں یہ بھارتی گاؤں دشمن کے علاقے کے کافی اندر گوربکھیڑا کے شمال مشرق میں واقع ہے اس چھلکے سے کئے گئے حملہ کے دوران اس علاقہ میں دشمن کے دفاع کو ملیا میٹ کر دیا اور اس گاؤں پر قبضہ کر لیا۔ یہ گاؤں راستے سے ہٹ کر واقع ہے اور بہت کم لوگ یہاں آتے جاتے ہیں۔ جب کیپٹن اقبال جھوک ممبا کی پہنچا تو ان کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا گیا۔ علاقہ کا چکر لگانے کے بعد وہ جنگ کے دوران دستوں کے کارنامے سننے کے لئے زمین پر بیٹھ گئے کسی نے یاد دلایا کہ اس کے پاس بچی ہوئی مٹھائی ہے جو اسے اس کے گھر سے ملنے والے تحفے کے پارسل سے ملی تھی۔

مٹھائی سب ہی لوگوں نے چٹخارے لے کر کھائی ایک جوان نے انھیں یہ بھی بتایا کہ اس نے کس طرح دشمن کی تین ٹن کی گاڑی کو جو خوراک سے لدی ہوئی تھی پکڑ لیا۔ یہ واقعہ یوں ہوا کہ جب ہمارے دستے جھوک ممبا کی گاؤں میں پہنچے تو دیہاتیوں کو وہیں موجود پایا ہمارے کمپنی کمانڈر نے گاؤں میں داخل نہ ہونے کا حکم دیا تا کہ دشمن سے لڑائی میں شہری گولہ باری کی زد میں نہ آجائیں انھوں نے گاؤں والوں سے کہا کہ وہ کسی جگہ محفوظ پر چلے جائیں اس اشارا سے انھوں نے یہ قیاس کیا کہ یہ ہمارے اپنے فوجی ہیں۔ گاؤں والے گاؤں خالی کر کے چند میل کے فاصلے پر واقع

ایک گاؤں میں منتقل ہو گئے۔

اگلے روز ملٹری کا ایک ٹرک ہمارے کیمپ کے قریب آکر رکا۔ بھارتی نان کمیشنڈ افسر نے جو اپنے دستوں تک خوراک کے لئے جا رہا تھا اگلے محاذ پر جانے کے لئے راستہ دریافت کیا لوگوں میں سے ایک نے رضاکارانہ طور پر پوزیشن بتانے کی پیش کش کی اس کے خیال میں یہ پوزیشن اس کے دستوں کی تھی اس پر ٹرک سیدھا جھوک مہاکی میں داخل ہو گیا۔

سلیمانکی سیکٹر کے معرکہ کے متعلق میجر آئی۔آر۔ صدیقی ایس ای سی یوں رقمطراز ہیں:

سلیمانکی سیکٹر کے مجاہدین کے کارناموں کو بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ مجاہدین کا اصطلاحی مفہوم قارئین پر واضح ہو۔ یوں تو ہمارا ہر سپاہی مجاہد ہے لیکن اس تذکرے میں مجاہدین سے مراد وہ گروپ ہے جو باقاعدہ فوج کے علاوہ ہوتا ہے۔ اور جس میں عام نوجوان مختصر سی تربیت سے کر اپنی سرحدوں کی حفاظت کے لئے فوج کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں یہ نوجوان اگرچہ باقاعدہ فوج کی طرح تربیت یافتہ اور پختہ کار نہیں ہوتے لیکن ان کو درست رہنمائی اور مناسب ذہنی تربیت (Moti = vation) میسر ہو تو یہ گروپ تقریباً باقاعدہ فوج جیسے کارنامے سرانجام دے سکتا ہے جیسا کہ فی الواقعہ سلیمانکی سیکٹر میں ہوا۔ جہاں ہمارے فرنٹیئر فورس، پنجاب اور بلوچ بٹالین کے جانبازوں نے جرأت و دلاوری کا تاریخی نمونہ پیش کیا۔ لیکن مجاہدین نے بھی اپنے کارنامون

کی بدولت سیکٹر کی تاریخ میں اپنے لئے ایک خاص مقام پیدا کر لیا۔
سیمائکی سیکٹر میں مجاہدین کی جنگی ذمہ داریاں عام طور پر تین قسم کی تھیں:

۱۔ زمینی فوج کے طور پر
۲۔ طیارہ شکن توپوں کا کنٹرول اور استعمال
۳۔ بچہ جمورا (ایک قسم کی دور مار توپ) کے کنٹرول اور استعمال میں آرٹلری کی مدد

سب سے پہلے ہم ان مجاہدین کا ذکر کرتے ہیں جن کے سپرد سیکٹر کے شمالی حصے کے اہم مقامات کی ناکہ بندی تھی چار میل میں پھیلے ہوئے اس طویل و عریض محاذ کی حفاظت بجائے خود ایک بہت بڑا کام تھا چہ جائیکہ بڑھ کر حملہ کرنا، دشمن کی باقاعدہ فوج کو پسپا کرنا اور اس کے وسیع و عریض علاقے پر قابض ہو جانا اتنا بڑا کام کیسے ہوا یہ ایک حیرت انگیز داستان ہے خاص طور پر اس پس منظر میں کہ عام طور پر مجاہدین کی کارکردگی تقریباً ہر محاذ پر محدود سی رہی۔

۳ر دسمبر ۱۹۷۱ء کی شام کو چھ بجے اطلاع ملی کہ دشمن نے ہر طرف سے پاکستان پر حملہ کر دیا ہے تو مجاہدین بھی اپنی سرحدوں کی حفاظت کے لئے کمر بستہ ہو گئے حملے کا حکم ملتے ہی پورا محاذ نعرہ تکبیر کی صداؤں سے گونج اٹھا۔ مجاہدین نہ صرف اپنی پاک سرحد پر آہنی دیوار بن گئے بلکہ دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ اور اسے زیادہ سے زیادہ پیچھے دھکیلتے گئے دشمن

کو شاید اس غیر متوقع مقابلے کا اندازہ نہ تھا۔ چنانچہ وہ اپنی دوسری دفاعی لائن تک ہٹنے پر مجبور ہو گیا۔ ان کے آزمودہ کار کمانڈر کے پلان کے مطابق مجاہدین کی مختلف ٹولیوں کو چھوٹے چھوٹے اور آسانی سے سمجھ آنے والے کام دے رکھے تھے۔ مثلاً مقام ا سے مقام ب تک پہنچنا جن کا درمیانی فاصلہ دو یا تین سو گز تک ہو۔

اس جنگی تدبیر کو کام میں لاتے ہوئے مجاہدین نے قدم بہ قدم دشمن کی تمام چوکیوں کو جو ان کے علاقے سے ملتی تھیں روند ڈالا۔ اور منسا، مہار سونا، دلاس، چک محمد امیرا، محمد پیرا اور باکو شاہ کے علاوہ بے شمار چھوٹے چھوٹے مقامات پر قابض ہو گئے۔ دشمن کا بیشمار جنگی سامان ان کے ہاتھ لگا اور اس کے لاتعداد سپاہی یا ان کے "Hands up" کا شکار ہو گئے یا فرار ہو گئے۔

اس وقت کمانڈر ایک پر اطمینان مسکراہٹ کے ساتھ کاغذ کے اس چھوٹے سے ٹکڑے کو بغور دیکھ رہا تھا جو اس کے جنگی کمرے کے نقشہ پر تھا جس پر لکھا تھا :

ولکم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ ؕ

(ترجمہ) اور کئی بار ایسا ہوا کہ وہ جو تعداد میں کم تھے اللہ کے حکم سے زیادہ تعداد والوں پر غالب آ گئے۔

اب آیئے ذرا طیارہ شکن توپوں کے محافظ مجاہدوں سے ملیں۔ سلیمانکی ہیڈ ورکس کے بالکل اوپر بغیر کسی آڑ یا روٹ (COVER) کے آپ

کو کچھ "بندہ صحرائی" قسم کے لوگ بیٹھے نظر آئیں گے۔ ان کا کام ہی یہ تھا کہ جب دشمن کے طیارے آکر بمباری کریں تو وہ تیزی سے آتے ہوئے جہازوں کو اپنی توپوں کا نشانہ بنائیں۔ محاذ جنگ کی تفصیلات سے عام شہری اتنا واقف نہیں ہو سکتا مگر ہوائی جہازوں کی بمباری کی ہولناکی سے اکثر لوگ آگاہ ہوں گے اس لئے کہ اس دفعہ تو بھارتی طیاروں نے زیادہ تر شہری آبادیوں ہی کو نشانہ بنایا۔

جب بم باری ہو رہی ہو تو سب کو اپنی جان کی فکر پڑ جاتی ہے چہ جائیکہ حملہ کرتے ہوئے جہاز کا نشانہ باندھ کر فائر کرنا اور یہاں تو ہر روز کئی کئی بار حملوں کا ایک معمول سا بن گیا تھا۔ ایسے میں مجاہدین کا ٹولہ کتنی مبارکباد کا مستحق ہے کہ ان میں سے ایک بھی متزلزل نہ ہوا اور دشمن کے ان گنت حملوں کے باوجود انھوں نے ہیڈ ورکس کو ذرا آنچ نہ آنے دی اب تک یہ جانباز بلند و بالا ہیڈ ورکس کی چوٹیوں پر سینہ تان کر ڈٹے رہے سردی ہو یا گرمی، بارش ہو یا طوفان یہ اپنی توپیں سنبھالے دن رات تیار بیٹھے رہے۔ مجاہدین کے کارناموں کی داستان بچہ جمورا کے ذکر کے بغیر یقیناً ادھوری رہ جائے گی بچہ جمورا دراصل لاہوریوں کی رانی کی طرح کچھ دور مار توپوں کا نام ہے ان توپوں نے دشمن کو بری طرح پریشان کیا۔ جمورا کی حسن کارکردگی نے اسے ہمہ وقت مصروف رکھا۔ یعنی ہر طرف سے مانگ تھی کہ جمورا کا فائر دو۔ کچھ جوان تو جمورا سے فرمائشی فائر بھی کراتے تھے اور جمورا نے کسی کو مایوس نہیں کیا۔ جمورا کی اس

شاندار کارکردگی اور کامیابی کا سہرا بلاشبہ آرٹلری کے علاوہ مجاہدین کے سر بھی ہے۔

آخر میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مختصراً ان عناصر کا تجزیہ کیا جائے جن کی بنا پر مجاہدین کو اس سیکٹر میں قابل رشک کامیابیاں ہوئیں۔ میرے خیال میں دوسرے اسباب کے علاوہ درج ذیل عناصر اہمیت کے حامل ہیں

۱۔ خصوصی تربیت
۲۔ واضح مقصد
۳۔ کمانڈر کی شخصیت

مجاہدین کے اس سیکٹر میں پہنچتے ہی کمانڈر نے ان کے لئے خصوصی تربیت کا انتظام کیا۔ کمانڈر نے مجاہدین کو ضروری عملی چیزوں کی اس قدر مشق کرائی کہ دشمن کے خوفناک حملے کے باوجود انھوں نے اپنے حواس بجا رکھے اور ہتھیاروں کو استعمال کرنے میں ذرا ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی، حالانکہ وہ اپنے ہتھیاروں سے اتنے بے تکلف نہیں تھے جتنا کہ ایک باقاعدہ سپاہی اپنی طویل تربیت کے باعث ہوتا ہے۔

چھوٹے چھوٹے اور واضح کام جن میں کسی لمبی چوڑی منصوبہ بندی کی ضرورت نہ پڑے اور جو آسانی سے سمجھ میں آجائیں انہیں سرانجام دینا مجاہدوں کی ٹولیوں کے لئے بہت سہل ہو گیا وہاں اس سے پیدا شدہ احساس کامرانی (Isense of Achiemement) کو مزید بڑے مقاصد کے حصول میں کامیابی سے استعمال کیا گیا۔

کمانڈر نے اس ٹکنیک کو استعمال میں لا کر مجاہدین نے فوج جیسا کام لیا۔ مجاہدین کی اس عظیم کامیابی بلکہ درحقیقت پورے سیکٹر کی کامیابی میں اگر کوئی عنصر منتخب کرنا ہو تو وہ کمانڈر کی ہمہ گیر شخصیت ہے، صلاحیت، علاقے کا علم، علم نقشہ، تجربہ اور فنی مہارت کے ساتھ جذبہ ایمانی اور حب الوطنی اس شخصیت کا خاص حصہ ہیں۔

سلیمانکی سیکٹر کے اس وسیع وعریض محاذ پر مجاہدین کا کارنامہ اس بڑی جدوجہد کا ایک حصہ ہے جس کی بنا پر پاک فوج نے نہ صرف یہ کہ دشمن کا حملہ پسپا کر دیا بلکہ اسے پیچھے دھکیل کر اس کے وسیع وعریض علاقے پر قبضہ کر لیا اور دشمن کو اس کی بنائی ہوئی بڑی رکاوٹ سبونا نالہ کے پیچھے بھگا دیا۔ بےشک سلیمانکی کے جانبازوں نے وطن و ملت کی لاج رکھ لی۔ سلیمانکی سیکٹر کے شہیدوں اور غازیوں کو پوری قوم کا سلام۔ قوم ان کی داستان شجاعت و شہادت کو ہرگز ہرگز فراموش نہیں کر سکتی۔ ایک ہی سیکٹر میں نشان حیدر، ہلال جرات اور بےشمار دوسرے فوجی اعزازات شہیدوں اور جانبازوں کی نذر کر کے بہادروں کی بہادری کو تسلیم کیا ہے۔

---

# عظمت کے نشان

پاکستان کی مختصر تاریخ بہادری جانبازی ایثار اور قربانی کے بیشمار کارناموں کی بدولت دنیا کی عسکری تاریخ کا ایک سنہری باب بن چکی ہے۔

حالیہ جنگ میں پاک فوج کے جیالوں نے کراچی سے لے کر چٹاگانگ تک شجاعت و بہادری کی جو داستانیں رقم کی ہیں وہ رہتی دنیا تک تاریخ کے درخشندہ باب رہیں گی۔ ان کے عزم و استقلال کی ایک ایک ضرب کاری نے دشمن کی قوت و برتری کے جو آہنی طلسم پاش پاش کئے ہیں ان کے تذکرے کے لئے یہ صفحات نہایت ہی مختصر و محدود ہیں —

جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اب تک گنے چنے غازیوں اور شہیدوں کے کارنامے منظر عام پر آتے ہیں اور بہت سے غازی اور شہید ایسے ہیں، جن کی شجاعت کی لہولہو داستانیں ابھی تک گمنامی کی دھند میں مستور ہیں۔ اور وہ داستانیں سننے کے لئے ہمیں اس دن کا انتظار کرنا ہو گا جبکہ پاک فوج کے جنگی قیدی رہا ہو کر وطن واپس آئیں گے۔ یہ داستانیں ان کے سینوں میں محفوظ ہیں اور انھیں صرف وہی سنا سکیں گے۔ بہرحال ہم نے اس خیال سے کہ یہ کتاب حالیہ جنگ کے غازیوں اور شہیدوں کے تذکرے کے بغیر نامکمل ہو گی، صرف ان شہیدوں اور غازیوں کے حالات و واقعات شجاعت تحریر کئے ہیں جو ہمیں پریس کے علاوہ مختلف محدود ذرائع سے دستیاب ہوئے ہیں۔ اس کے بعد جن شہیدوں اور غازیوں کے کارنامے مستقبل کے افق پر قوم کی عظمت کے شمس و قمر بن کر طلوع ہوں گے انھیں آنے والے وقت کے وقائع نگار رقم کریں گے جس سے یہ کمی پوری ہو جائے گی۔

## لیفٹننٹ کرنل اکرام راجہ ستارہ جرأت

ہمارے سر اس شخص کے احترام میں جھک جاتے ہیں جو ایک سچے سپاہی کی موت مرا اور جس کے ہاتھ آخری وقت تک سٹین گن پر جمے ہوئے تھے جس سے اس کے عزم کا پتہ چلتا ہے جو اس کے دل میں تھا۔ یہ جرات مندی اور شجاعت کی ایک انتہائی اعلیٰ مثال ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ دشمن نے لیفٹننٹ کرنل حاجی اکرام راجہ شہید کو خراج تحسین ادا کیا۔

یہ تعریفی نوٹ لیفٹننٹ کرنل وی پی اری کمانڈنگ افسر گرنیڈ گارڈ انڈین

آرمی نے لکھا اور جنگ بندی کے بعد اس کی ایک کاپی پاکستانی بریگیڈ کو فراہم کی۔ بھارتی فوجی افسر کے اس تعریفی نوٹ کا عنوان ہے:

"ایک سپاہی کو خراج عقیدت"

اس نوٹ میں وہ لکھتے ہیں کہ لیفٹیننٹ کرنل حاجی اکرام راجا نے بھارتی مورچوں پر جوابی حملہ کیا اور بہادری کی موت پائی۔ اس کا چہرہ ہماری مشین گن سے چھلنی ہو چکا تھا۔ جب ہم نے اس کی شہادت کے بعد دیکھا تو وہ اسی پوزیشن میں مبیٹھا تھا جس پوزیشن میں جوابی حملہ کے وقت سپاہی ہوتے ہیں اس کے ہاتھ مشین گن پر جمے ہوئے تھے۔ اس سے اس بہادر کے اس عزم و جوانمردی اور بسالت کا پتہ چلتا ہے جس سے اس نے جوابی حملہ کیا۔ جرأت مندی اور بہادری کی یہ ایک اعلیٰ مثال تھی اور ہم نہیں چاہتے کہ اس بہادر سپاہی کو خراج عقیدت پیش نہ کریں اور اس کی بہادری کے سامنے سر نہ جھکائیں۔

پاکستانی فوج کے ایک افسر نے ظفر وال میں ایسوسی ایٹڈ پریس کے ایک نامہ نگار کو بتایا کہ لیفٹیننٹ کرنل اکرام راجا، میجر پرویز فاروق شیخ اور میجر ذوالفقار احمد نے اگلے مورچوں میں بیک وقت شہادت پائی۔ ان تینوں نعشوں کو جب پاکستانی فوج نے اٹھایا تو یہ اس وقت حملہ کرنے کی پوزیشن میں بیٹھے تھے انھیں اس خطرے کا بخوبی علم تھا جو ان کے سامنے موت کی شکل میں موجود تھا لیکن اس کے باوجود ان جیالوں نے وہ مقصد پورا کیا جو ان کے ذمہ لگایا گیا تھا۔ دشمن کو پاکستانی مورچوں سے پیچھے دھکیل دیا گیا جس پر انھوں نے پہلے سے قبضہ کر رکھا تھا۔ دشمنوں کے مورچوں پر حملہ پو پھٹنے کے ساتھ ہی جمعہ کے دن شروع کیا گیا ان

کے ساتھ ایک بٹالین اور چند ٹینک تھے۔ دشمن کی جمعیت ۱۶ مدراس کی دو بٹالینوں، ۴ ہڈسن ہارس کی ایک ٹینک رجمنٹ اور ایک گرنیڈ گارڈ پر مشتمل تھی۔

حملہ شروع کرنے سے پہلے سچّے مسلمان کرنل اکرام راجہ نے فوجوں سے خطاب کیا۔ کرنل شہید نے دو مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی، انھوں نے فوجیوں سے کہا کہ دشمن نے تمہاری مقدس سرزمین پر قدم رکھا ہے۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم دشمن کو اپنی پاک سرزمین سے پار دھکیل دیں۔ میجر پرویز فاروق شہید اور میجر ذوالفقار احمد شہید دونوں نے رضا کارانہ اپنے کمانڈر کے ساتھ حملے میں ساتھ دینے کی پیش کش کی اور وہ اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے لگاتے ہوئے اپنے جوانوں کے حوصلے بڑھاتے ہوئے آگے بڑھے۔ ان کے ہمراہ مشرقی پاکستانی لیفٹننٹ شہید اللہ بھی تھے۔ یہ بھی شہید ہوئے۔ فریقین کو کمک آجانے اور ان تین پاکستانی افسروں کی شہادت کے بعد جوابی حملے نے ٹینکوں کی خوفناک جنگ کی شکل اختیار کر لی۔ جس میں دشمن کو شدید جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا۔

اس معرکے میں دشمن کے ساٹھ ٹینک تباہ و برباد کئے گئے۔ پاکستان کے سولہ ٹینک تباہ ہوئے۔ فوجی افسر نے بتایا کہ بھارتی فوج کے پاس ٹی ۵۵، ٹی ۵۴ روسی اور سنچورین برطانوی ٹینک تھے جو پاکستانی ٹینکوں ایم ۴۸ سے زیادہ اعلیٰ قسم کے تھے۔

## میجر پرویز فاروق
## میجر ذوالفقار احمد
## لیفٹننٹ شہید اللہ

پاک فوج کے ان شہیدوں نے شکر گڑھ سیکٹر کے ایک معرکہ میں لیفٹننٹ کرنل اکرام راجہ کی قیادت میں اپنی بٹالین کی کمان کی اور دشمن کے توپخانے اور ٹینکوں کی سخت گولہ باری کے باوجود اپنی سلامتی کی پرواہ کئے بغیر پیش قدمی کرتے رہے اور شہید ہوئے۔

## لیفٹننٹ کرنل غلام حسین چودھری ستارہ جرأت

لیفٹننٹ کرنل غلام حسین چودھری کو حسینی والا کے ایک علاقہ پر قبضہ کرنے کا کام سونپا گیا تھا جس پر دشمن کی بڑی مضبوط گرفت تھی۔ آپ ایک پنجاب بٹالین کی قیادت کر رہے تھے۔ انھوں نے ایک نازک مرحلے پر حسینی والا کے علاقہ میں ایک حملہ کے دوران اپنی فوجوں کی قیادت کی۔ انھوں نے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر ذاتی طور پر دشمن کے مشین گنوں کے دو مورچوں کو تباہ کر دیا اور دشمن کی زبردست مزاحمت کے باوجود پیش قدمی جاری رکھی۔ دشمن کے ایک مورچے پر حملہ کے دوران لیفٹننٹ کرنل چودھری کے سینے پر گولیوں کی باڑ لگی۔ تاہم انہوں نے شدید زخمی ہونے کے باوجود آگے بڑھ کر دشمن کے مورچے میں دستی بم پھینک کر اسے تباہ کر دیا اور خود شہید ہو گئے۔ ان

کی عظیم قربانی اور جرات مندانہ قیادت کے نتیجہ میں ہماری فوجوں کو اہم کامیابی حاصل ہوئی۔

## لیفٹننٹ کرنل جمال محمد

بلوچ رجمنٹ کے لیفٹننٹ کرنل جمال محمد کو شجاعت اور بہادری کے غیر معمولی مظاہرے پر ستارہ جرات دیا گیا۔ وہ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں سلیمانکی فاضلکا سیکٹر میں ایک بٹالین کے کمانڈر تھے ان کی یونٹ کو خانزالہ کی چوکی پر قبضہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ لیفٹننٹ کرنل جمال محمد نے حملے کا منصوبہ انتہائی احتیاط سے تیار کیا۔ اس لئے حملہ ہوتے ہی دشمن اس مورچے سے پاؤں سر پر رکھ کر بھاگا۔ لیفٹیننٹ کرنل جمال محمد نے دشمن پر اس قدر دباؤ ڈالا کہ اس نے صابونہ نالے کے پار جا کر ہی دم لیا۔ اس کامیابی کے نتیجے میں ہماری بہادر افواج کے قبضے میں دشمن کا ۲۴ مربع میل علاقہ آ گیا۔ لیفٹننٹ کرنل جمال محمد نے دسمبر کی جنگ میں آخر تک اپنی زیر کمان فوجیوں کی بہتر رہنمائی کی اور انھیں جذبہ جہاد سے سرشار رکھا۔

## میجر جنرل محمد ممتاز خاں ستارہ جرات

آپ کو بھی حسینی والا کے ایک علاقہ میں آگے بڑھ کر دشمن کے اہم مورچوں پر قبضہ کرنے کا کام سونپا گیا تھا جن پر دشمن کی بڑی مضبوط گرفت تھی۔ میجر جنرل ممتاز خاں نے اس مقصد کے لئے بڑی مہارت سے منصوبہ تیار کیا۔ اور اپنی علالت کی پرواہ کئے بغیر ہسپتال جانے سے انکار کر دیا۔ ان کی جرات مندانہ

اور پُرعزم قیادت کی بدولت کامیابی نے ان کے قدم چومے۔

## بریگیڈیر امیر حمزہ خاں ہلال جرأت

بریگیڈیر امیر حمزہ خاں نے حالیہ پاک بھارت جنگ میں سلیمانکی سیکٹر میں دشمن کے کم سے کم زبردست حملوں کو پسپا کر دیا اور دشمن کو بھاری جانی نقصان پہنچا کر اس کے علاقہ میں دھکیل دیا۔

بریگیڈیر امیر حمزہ خاں کا مشن ہر قیمت پر سلیمانکی ہیڈ ورکس کی حفاظت تھا جو انھوں نے پوری طرح انجام دیا اور ہیڈ ورکس پر قبضہ کرنے کے تمام بھارتی منصوبے خاک میں ملا دیئے۔ نہ صرف یہ بلکہ انھوں نے دشمن کو اس کے علاقہ میں اتنا پیچھے دھکیل دیا جس کے بعد دشمن کو فاضلکا کا قبضہ بھی ہاتھ سے نکلتا نظر آنے لگا۔

سلیمانکی ہیڈ ورکس جو سرحد کے قریب واقع ہے دشمن کا پسندیدہ ہدف تھا جس سے بھارت کے جارحانہ عزائم کو تقویت مل سکتی تھی۔ اس ہیڈ ورکس پر قبضہ سے نہ صرف بھارت کا دفاع مضبوط ہو جاتا بلکہ یہاں سے اسے بہاول نگر اور دریائے ستلج کے پرے اوکاڑہ کی طرف جانے کی راہ بھی ملتی۔ فاضلکا سیکٹر میں دشمن کا دفاع بہت مضبوط تھا اس نے اونچے بند، چوڑے کھال اور پکے مورچے بنا رکھے تھے۔ اس کے علاوہ جگہ جگہ بارودی سرنگیں بچھائی گئی تھیں۔

۳ دسمبر کو بریگیڈیر امیر حمزہ خاں نے دشمن کے حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے سپاہیوں کو نہایت تیزی اور مہارت سے آگے بڑھایا۔ حملہ شروع کرنے کے

۱۲ گھنٹے کے اندر انہوں نے دشمن کا ناقابل تسخیر دفاع درہم برہم کر دیا اور وسیع علاقے پر قبضہ کر لیا۔ اور خانخلکا شہر کے قریب پہنچ گئے۔ دوسرے بندرھواڑے میں انھوں نے دشمن سے اپنا علاقہ واپس لینے کی تمام کوششیں ناکام بنا دیں دشمن نے ٹینکوں، توپوں اور فضائیہ کی مدد سے کم از کم ۹ جوابی حملے کئے۔ دشمن نے مزید کمک طلب کر لی۔ بھارتی توپوں سے گولہ باری کرائی اور فضائیہ کی مزید مدد طلب کی۔ لیکن ہر بار اسے بھاری نقصان اٹھا کر پیچھے ہٹنا پڑا۔ سلیمانکی سیکٹر میں پاک فوج کی کامیابی کا انحصار بریگیڈیر حمزہ کی ماہرانہ اور جامع منصوبہ بندی فعال قیادت پر رہا۔ فوجی کارروائیوں کے دوران ان کی مورچوں پر موجودگی، بروقت مناسب فیصلے، ٹھوس قیادت اور اپنے ماتحتوں کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے ان کی فوج کو کامیابی حاصل ہوئی۔ ان کی دشمن کی چالوں کا اندازہ لگانے اور پہلے سے منصوبہ تیار رکھنے کی صلاحیت کے باعث پاک فوج کو ہمیشہ بالادستی حاصل رہی، جس کے نتیجہ میں دشمن کی سر توڑ کوششوں کے باوجود مفتوحہ علاقے کا ایک اپنچ بھی دوبارہ دشمن کے قبضے میں نہ جا سکا۔ اور پاکستانی فوجوں نے اپنا مقصد انتہائی کم نقصان اٹھا کر حاصل کر لیا۔

## لیفٹننٹ عارف شہید

لیفٹننٹ عارف کو مارچ ۱۹۷۰ میں فوج میں کمیشن ملا اور اپریل ۱۹۷۱ء میں ان کو مشرقی پاکستان بھیج دیا گیا۔ جہاں بھارت کے گھس بیٹھوؤں اور تخریب کاروں نے اودھم مچا رکھا تھا۔ کچھ دنوں تک لیفٹننٹ عارف ڈھاکا میں مقیم رہے

بعد میں انھیں مختلف کام سرانجام دینے پر لیفٹیننٹ کے عہدہ پر ترقی دی گئی، اور اس کے اگلے روز ہی انھیں ایک اہم مشن پر روانہ کر دیا گیا۔ لیفٹننٹ عارف ایک پلاٹون کے ساتھ جس کی قیادت وہ خود کر رہے تھے۔ جنگل میں تین ہزار تخریب کاروں کے گھیرے میں آ گئے۔ کافی دیر تک لڑائی ہوتی رہی مگر انھوں نے تعداد میں کم ہونے کی بنا پر ہتھیار نہ ڈالے۔ بلکہ دشمن سے مقابلہ جاری رکھا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ شہادت کے وقت انھوں نے اپنے ساتھی جوان سے کہا کہ میری گن لے لو اور فائر کرتے رہو۔ میرا کام ختم ہو چکا ہے تم لڑائی جاری رکھو۔

## سوار محمد حسین، نشانِ حیدر

سوار محمد حسین شکر گڑھ میں ۱۰ر دسمبر کو شہید ہوا۔ لیکن وہ اپنی شہادت سے پہلے ہی ایک افسانوی کردار بن چکا تھا اور اس نے ایک ایسے جوان کی حیثیت سے شہرت حاصل کر لی تھی جو ڈر یا خوف کے لفظ سے ہی واقف نہیں اور جس کے ولولے کا کوئی ثانی نہیں۔ اگرچہ وہ ایک ہلکی گاڑی کا ڈرائیور تھا لیکن وہ شدید ترین خطرے کے باوجود جنگ میں شریک ہو جاتا اور اپنے ساتھیوں کی امداد کے لئے بڑے سے بڑے خطرے کو خاطر میں نہ لاتا۔

۳ر دسمبر کی رات کو جب دشمن کے ٹینک اور توپیں اندھا دھند گولہ باری کر رہے تھے۔ سوار محمد حسین شہید بڑے اطمینان سے ایک ایک خندق پر جا کر اپنے ساتھیوں کو گولہ بارود پہنچاتا رہا۔ وہ ہمیشہ میدان جنگ کی گشت

پر جانے کے لئے خود کو رضاکارانہ طور پر پیش کر دیتا تھا۔

۹ دسمبر کو موضع ہڑرخورد میں اسی قسم کی ایک گشت کے دوران اس نے دشمن کی نشان دہی کی اور نعرہ حیدری بلند کرتے ہوئے دشمن پر اپنی رائفل سے گولیاں برسانا شروع کر دیں۔ ۱۰ دسمبر کو اس نے اپنی رجمنٹ میں پہنچ کر افسروں کو دشمن کی موجودگی سے مطلع کیا۔ اور تمام دن اپنے نائب کمانڈر کی زیر ہدایت اور اپنی ذاتی لگن سے وہ ایک ایک مورچے پر جا کر توپچیوں کو دشمن کی پوزیشن سمجھاتا رہا، اور دشمن پر موثر گولہ باری میں مدد دی۔

دن کے اختتام پر اس نے دشمن کے سولہ ٹینکوں کی تباہی کی خبر سنائی جن میں سے آٹھ ہماری توپوں کی گولہ باری سے تباہ ہوئے تھے اور آٹھ کو پاکستانی ٹینکوں نے تباہ کیا تھا۔ ان تمام ٹینکوں کی تباہی کی خبر سوار محمد حسین شہید نے دی اور توثیق بھی اس نے کرائی۔ اس نے یہ سب کچھ دشمن کی طرف سے گولہ باری کی بوچھاڑ میں کیا۔

سوار محمد حسین شہید نے نہ صرف ذاتی طور پر ہی بے مثال جرأت و شجاعت بلکہ اپنے ساتھیوں کی ہمت کو بلند رکھنے کا اہتمام بھی کرتا رہا۔ مثال کے طور پر دشمن کی زبردست گولہ باری کے موقع پر وہ عموماً اٹھ کر کھڑا ہو جاتا اور فلک شگاف آواز میں نعرۂ رسالت اور نعرۂ حیدری بلند کرتا۔ ایسے نازک موقع پر اس کے نعروں کا خاطر خواہ اثر ہوتا۔ اور پاک فوج کے جوانوں کے حوصلے اور بلند ہو جاتے اور ان میں مدافعت کی بے پناہ قوت پیدا ہو جاتی۔ دوسری طرف دشمن کے حوصلے پست ہو جاتے۔ اور اس کے عزائم ناکام ہو جاتے۔ اسی روز

جب ایک بڑے حملے کی تیاری کے لئے موضع ہرر خورد میں جمع ہو رہا تھا۔ سوار محمد حسین نے بڑی دلیری سے دشمن کی پوزیشنوں کی نشان دہی شروع کر دی۔ لیکن اب اس کی شہادت کا وقت آ پہنچا تھا۔ دشمن کی ایک مشین گن سے نکلنے والی گولیاں اس کے چوڑے چکلے سینے پر لگیں۔ اور دشمن کا ٹینک اس کے قریب آ گیا۔ لیکن سوار محمد حسین شہید کی کوششیں رائیگاں نہیں گئیں۔ دن ڈھلنے تک دشمن کو بری طرح پسپا کر دیا گیا تھا اور شہید نے جس مقصد کے لئے اپنی جان دی تھی وہ پورا ہو چکا تھا وہ شہادت کے وقت ظفر وال شکر گڑھ کے علاقے میں بکتر بند دستے میں خدمات سر انجام دے رہا تھا۔ جس کے صلے میں اسے نشان حیدر دیا گیا۔

## میجر شبیر شریف (نشان حیدر)

میجر شبیر شریف شہید جنھیں بے مثال جرأت اور بہادری پر نشان حیدر عطا کیا گیا، حالیہ جنگ میں سلیمانکی سیکٹر پر تین دن اور تین رات تک اپنی کمپنی کی کمان کرتے ہوئے دشمن کے حملوں کا بے جگری سے مقابلہ کرتے رہے اور بالآخر ۶ر دسمبر کو شہید ہو گئے۔ انھوں نے ۳ر دسمبر کو سلیمانکی ہیڈ ورکس سے بھارت پر حملہ کیا اور بھارتی چوکی جھانگڑ پر قبضہ کرنے کے بعد دشمن کی بچھائی ہوئی بارودی سرنگوں سے گزرتے ہوئے تین فٹ چوڑی وہ نہر عبور کی جو بھارت نے اپنے دفاع کے لئے کھود رکھی تھی۔ نہر پار کرنے کے بعد وہ اپنے سپاہیوں کو لے کر گورمکھ کھیرا کے بند پر پہنچ گئے۔ اس جگہ پاکستان

اور بھارت کی فوجوں میں دست بدست لڑائی ہوئی جس میں دشمن کے ۴۳ سپاہی ہلاک ہوئے۔ اور ۲۸ کو قیدی بنا لیا گیا۔ دشمن کے چار ٹینک بھی تباہ ہوئے۔ اس کے بعد دو دن تک بھارتی فوجیں ٹینکوں اور توپ خانہ سے گولہ باری کرتی رہیں۔

۴ر دسمبر کی درمیانی شب کو دشمن نے بار بار حملے کئے جو ہر بار ناکام بنا دیئے گئے۔ اس کے بعد دو دنوں میں ٹینکوں اور توپ خانے کی مدد سے پے در پے حملے کئے مگر ناکام ثابت ہوئے۔

۵ر اور ۶ر دسمبر کی درمیانی شب کو دشمن کے ایک حملے کے دوران میجر اپنے مورچے سے باہر کود پے اور ۴ جاٹ رجمنٹ کے کمپنی کمانڈر میجر نرائن سنگھ پر جھپٹے اور اسے مار دیا۔ اس کی جیب سے برآمد ہونے والے کاغذات سے اہم معلومات حاصل ہوئیں۔ ۶ر دسمبر کی صبح تک میجر شبیر دشمن کے پانچ حملے پسپا کر چکے تھے انھوں نے دشمن کی ۲ بٹالینوں ۳ آسام اور ۴ جاٹ کو قابو کیا اور دشمن کے ۴ ٹی ۵۲ ٹینک تباہ کر دیئے۔

اسی روز دشمن نے سہ پہر کو ہائی بند پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے فضائی اور بھاری توپ خانہ کی مدد سے بھرپور حملہ کیا۔ میجر شبیر نے ۱۰۶ آر آر ایم توپچی سے لے کر دشمن کے ٹینکوں کو نشانہ بنانا شروع کیا۔ اسی اثنا میں دشمن کے ایک ٹینک نے اپنی ساری توپوں سے فائر کیا، جو مہلک ثابت ہوا، اور یوں پاک فوج اپنے ایک عظیم افسر سے محروم ہو گئی انھیں اس جرأت و بسالت پر نشانِ حیدر دیا گیا۔

میجر شبیر شریف شہید کو کمیشن حاصل کرنے پر ۴ فرنٹیر فورس میں تعینات کیا گیا۔ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران چھمب سیکٹر میں ان کے کارناموں پر انھیں ستارہ جرات دیا گیا تھا۔

## لیفٹننٹ محسن خالد ستارہ خدمت

لیفٹننٹ محسن جن حالات میں مشرقی پاکستان پہنچے۔ انھیں فوری طور پر دشمن سے برسرپیکار ہو جانا پڑا۔ اور وہ مشرقی پاکستان سے گھر صرف ایک خط لکھ سکے۔ ۲۹ر نومبر کو لاہور میں ان کی ہمشیرہ کی شادی تھی اس وقت وہ وطن عزیز کی حفاظت کے لئے دشمن سے برسرپیکار تھے۔ چنانچہ اس خط میں لیفٹننٹ محسن شہید نے صرف یہ لکھا کہ مجھے افسوس ہے کہ میں شادی کی تقریب میں شامل نہیں ہو سکتا۔ ملک وقوم کے فرض کی ادائیگی کے بعد اگر موقع ملا تو ملاقات کروں گا۔ لیفٹننٹ محسن خالد جب کراچی سے مشرقی پاکستان روانہ ہونے لگے تو انھوں نے اپنے بہنوئی کی وساطت سے گھر والوں کو پیغام بھجوایا کہ میں ملک وقوم کی حفاظت کے لئے جا رہا تھا، اگر اس خدمت کو سرانجام دیتے ہوئے شہید بھی ہو جاؤں تو آپ کو رونے کی بجائے اس بات پر فخر کرنا چاہیئے کہ میں ملک وقوم کے کسی کام آ سکا۔

حکومت پاکستان نے لیفٹننٹ محسن خالد کو بے مثال بہادری اور جرأت کے مظاہرہ پر ستارۂ خدمت کا اعزاز دیا۔

*

## میجر حنیف ملک

حالیہ پاک بھارت جنگ میں پاک فوج کے شیر دل جیالوں نے اپنے سے پانچ گنا بڑے دشمن کے خلاف جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں وہ عسکری تاریخ میں ہمیشہ تابندہ رہیں گے۔ حسینی والا سیکٹر میں پاک فوج کے ایک جانباز میجر محمد حنیف ملک نے اپنی کمپنی کے دوسرے جوانوں کے ساتھ قیصر ہند کو ختم کرنے کے لئے جرات و شجاعت کا ایک لافانی باب رقم کیا اور دشمن کیساتھ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

مشرقی پاکستان میں جارحیت کے بعد جب بھارت نے مغربی پاکستان کی سرحدوں پر جنگ چھیڑی تو میجر حنیف ملک کو حکم ملا کہ وہ اپنی کمپنی لے کر حسینی والا سیکٹر پر دشمن کے سب سے بڑے اور مضبوط قلعہ نما مورچے "قیصر ہند" کی طرف پیش قدمی کریں۔ یہ حکم ملتے ہی میجر حنیف ملک اپنے جانبازوں کے ساتھ دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ انھوں نے جنگی اہمیت کی کئی کامیابیاں حاصل کیں اور مسلسل قیصر ہند کی طرف پیش قدمی کرتے رہے، جب وہ اس مورچہ کو فتح کرنے والے تھے تو اس وقت دشمن کی توپ کا ایک گولہ انھیں لگا جس سے وہ زخمی ہو گئے لیکن وہ اپنی کمپنی کو لے کر آگے بڑھتے رہے ان کے جسم سے خون بہہ رہا تھا مگر انھوں نے پیش قدمی نہ روکی اور جب قیصر ہند کو فتح کرنے کے بعد وہاں ہلالی پرچم لہرایا جا رہا تھا اس وقت میجر ملک شہید ہو چکے تھے۔

## لیفٹننٹ طلعت پرویز ستارۂ جرأت

"میں الجھن میں ہوں کہ آپ کے بہادر اور جیالے بیٹے کی شہادت پر مبارکباد دوں یا ایک ماں سے اس کے بیٹے کی موت پر اظہارِ غم کروں۔ تاہم یہ بتانا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس نے محض پاک سرزمین کی حفاظت کے لئے جامِ شہادت نوش کیا۔"

یہ اس خط کا اقتباس ہے جو لیفٹننٹ طلعت پرویز شہید (ستارہ جرأت) کے بریگیڈیر کمانڈر نے اس کی شہادت پر اس کی والدہ کو لکھا۔ لیفٹننٹ طلعت پرویز ستارہ جرأت سلہٹ میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے۔

## میجر محمد اکرم شہید (نشانِ حیدر)

میجر محمد اکرم کی قیادت میں معرکہ ہلی ایسے حالات میں رونما ہوا جب سقوطِ ڈھاکا کا روح فرسا المیہ پیش آ چکا تھا۔ ۱۲ر دسمبر ۱۹۷۱ء پاک بھارت جنگ میں میجر محمد اکرم نے بے مثال جرأت، شجاعت، فرض شناسی اور بے مثل قیادت کا مظاہرہ کر کے وطن کا دفاع کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔

میجر محمد اکرم کا تعلق ایف۔ ایف یعنی فرنٹیئر فورس سے تھا جو ۱۰۰ سال سے زیادہ شجاعت و فرض شناسی کی روایات کی امین ہے اور جو آج کل ہم فرنٹیئر فورس کہلاتی ہے۔

دیناج پور سیکٹر میں ہلی کا محاذ فوجی نقطہ نظر سے خاص اہمیت رکھتا تھا

ایک لحاظ سے ہلی کا محاذ کلیدی محاذ تھا دشمن اس مقام سے ریل کا رابطہ توڑ کر مشرقی پاکستان میں پیش قدمی کر کے پورے شمالی علاقہ میں پاکستانی فوج کی سپلائی لائن کو معطل کرنا چاہتا تھا اور اس کی انتہائی کوشش یہ تھی کہ اس اہم ریلوے لنک پر اس کا قبضہ ہو جائے۔

ہلی کے محاذ پر صورت حال بہت عجیب و غریب تھی۔ ہلی ریلوے سٹیشن کے سامنے والے علاقے کے دفاع کا انتظام اور بندوبست ایف ایف کی اسی پلٹن کے ہاتھ میں تھا۔ اس کے علاوہ ہلی محاذ کے شمال میں ایف ایف کی ایک جانباز پلٹن جو ۲۶۔ ایف ایف کے نام سے مشہور ہے دیناج پور اور پاربتی پور کے علاقہ میں وطن کا دفاع کر رہی تھی حالانکہ اس پلٹن کا تعلق ایک دوسرے بریگیڈ سے تھا۔ اسی طرح ہلی کے جنوب میں ایف ایف کی ایک اور مشہور پلٹن جو ۱۳۔ ایف ایف کے نام سے موسوم ہے۔ جمال گنج، نتھار، تینی ڈلہ اور نوگاؤں کے علاقوں میں دفاع وطن میں مصروف اور برسرپیکار تھی۔ اور اس پلٹن کا تعلق بھی ایک اور بریگیڈ سے تھا۔ چنانچہ راج شاہی ڈویژن کے اس طویل و عریض علاقے میں یہ تینوں پلٹنیں مشرقی پاکستان کی مغربی سرحدوں کا دفاع ایک سیسہ پلائی دیوار کی طرح کر رہی تھیں۔

ہلی کے محاذ پر میجر محمد اکرم تعینات تھے۔ یہ ایک سرحدی چوکی تھی۔ اور دشمن وہاں سے صرف ۳۰/۲۵ گز دور تھا۔ دشمن بار بار حملہ آور ہوتا لیکن پاک فوج کے جیالے ہر دفعہ اس کے دانت کھٹے کرتے۔ راجشاہی ڈویژن کے اتنے لمبے چوڑے محاذ پر مختلف بریگیڈوں سے تعلق رکھنے والی صرف

تین بٹالین دشمن کا مقابلہ کر رہی تھیں۔ دشمن ہر بار تازہ دم فوج سے بھرپور حملے کر رہا تھا۔

ہلی کے علاقہ میں میجر محمد اکرم کی کمپنی اور پوری ۴۔ ایف ایف کی پوزیشن ایک ناقابل تسخیر قلعے کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس کے شمال جنوب میں بھی ایف ایف کی باقی ۲ پلٹنیں پوزیشن سنبھالے بیٹھی تھیں۔ دشمن نے ہلی کی پوزیشن پر بھرپور اور لگاتار حملے کئے اور یہ حملے بکتر بند گاڑیوں اور انفنٹری کی مدد سے کئے گئے لیکن ہر دفعہ ۴۔ ایف ایف کے جانثار دشمن کے حملوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتے۔ بالآخر دشمن کی ٹڈی دل بکتر بند گاڑیوں نے اپنی پیدل فوج کی مدد کی۔ آخر ایک ایسا وقت آیا کہ ایک تاریخی واقعے نے جنم لیا۔ دشمن کی ٹڈی دل بکتر بند رجمنٹیں اس پورے علاقے میں بادل کی طرح چھا گئیں۔ اور پاک فوج چند بکتر بند گاڑیاں اس قابل نہ رہیں کہ وہ اپنی پیدل فوج کا مکمل طور پر ہاتھ بٹا سکیں۔ اور نہ میجر محمد اکرم کو اپنی بکتر بند گاڑیوں کی مدد ہی پہنچ سکی۔ دشمن نے ایک پوری پلٹن اور ایک سکواڈرن ٹینکوں کی مدد سے آپ کی کمپنی پر بھرپور حملہ کر دیا۔ یہ کمپنی پچھلے ۶ ماہ سے دشمن کے خلاف سینہ سپر تھی۔ اور گزشتہ دنوں سے تو یہ دشمن کے تابڑ توڑ حملے سہہ رہی تھی اب کمپنی کی حیثیت باقی نہ رہی تھی۔ بلکہ اس کمپنی کے جوانوں کی کل تعداد ۲ پلاٹونوں سے بھی کم تھی۔ صورت حال بے قابو ہو چکی تھی۔ ان حالات میں کمپنی کمانڈر میجر محمد اکرم نے مثالی صلاحیت اور بہترین جنگی حکمت عملی کا مظاہرہ کیا۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ دشمن کو قریب آنے دیا جائے۔ کیونکہ اگر چند ٹینک

شکن ہتھیاروں کے ساتھ دشمن کے جم غفیر کو دور رکھنے کی کوشش کی، تو دشمن کی بچی کھچی بکتر بند گاڑیاں کمپنی کی پوزیشن کو فائر سے تہس نہس کر دیگی چنانچہ دشمن کو دھوکا دینے کے لئے مورچوں میں چپ سادھے بیٹھے رہے جب دشمن قریب پہنچ گیا تو پاک فوج کے جوان مورچوں سے باہر نکل آئے اور انھوں نے چھوٹے اور معمولی ہتھیاروں کی مدد سے قریب سے دشمن پر جوابی حملہ کر دیا اور دستی بموں، سنگینوں اور رائفلوں سے دشمن کی انفنٹری کو تباہ کر دیا۔ دست بدست لڑائی میں پاک فوج کے جوانوں نے دشمن کی پوری بٹالین کا صفایا کر دیا۔ چھوٹے چھوٹے ٹینک شکن ہتھیاروں مثلاً انرگا اور راکٹ لانچروں سے اس کے بیشتر ٹینک راکھ کا ڈھیر بنا دیئے، دشمن بیشمار لاشیں اور بکتر بند گاڑیوں کے ڈھانچے چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اس تاریخی لڑائی میں جب میجر محمد اکرم اور چند جوان شہید ہو گئے۔ تو کمان حوالدار عبدالغنی نے سنبھال لی۔

میجر محمد اکرم نے پاکستان کے دفاع اور علاقائی سالمیت کے لئے عظیم قربانی دیکر شجاعت اور ادائیگی فرض کا بےمثال مظاہرہ کیا جس کے صلے میں انھیں صدر پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو نے سب سے بڑا عسکری اعزاز نشانِ حیدر عطا کیا۔

## پائلٹ آفیسر راشد منہاس شہید (نشانِ حیدر)

راشد منہاس شہید نشانِ حیدر اگرچہ حالیہ جنگ کے شہید نہیں ہیں لیکن

ان کے ۹ منٹ کے معرکہ کا اس جنگ سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ ۲۰/ اگست ۱۹۷۱ء بروز جمعہ پاک فضائیہ کے تین طیاروں کو تین تین منٹ کے وقفے سے تربیتی پرواز پر روانہ ہونا تھا۔ پہلے ۲ طیارے فضا میں جا چکے تھے راشد منہاس ابھی زیر تربیت تھے۔ تیسرا طیارہ راشد منہاس اڑانے والے تھے۔ راشد منہاس اور کنٹرول ٹاور کے درمیان بات چیت کا جو ریکارڈ ملا اس کے مطابق یہ معرکہ یوں ہوا :

"۱۱ بجکر ۲۶ منٹ پر پاک فضائیہ کے مسرور بیس پر اپنے ٹرینر جیٹ طیارے ٹی ۔۳۳ میں بیٹھے ہوئے پائلٹ افسر راشد منہاس کو کنٹرول ٹاور سے پہلی کلیرنس ملی۔ چنانچہ انھوں نے طیارے کو رن وے پر چلانا شروع کیا ۔ اور دائیں جانب مڑے ۔ طیارہ رن وے پر آہستہ آہستہ رینگنے لگا اور اس کی رفتار لمحہ بہ لمحہ تیز ہونے لگی۔

"۱۱ بجکر ۲۷ منٹ پر غدار وطن انسٹرکٹر مطیع الرحمٰن دوڑتا ہوا ٹرامک کے قریب نمودار ہوا۔ اس نے اپنی اوپل کار کھڑی کی اور راشد منہاس کو خطرے کا سگنل دے دیا۔ مطیع الرحمٰن چونکہ راشد کا انسٹرکٹر تھا۔ راشد یہ سمجھا کہ طیارے میں کوئی فنی خرابی پیدا ہو گئی ہے، اس لئے وہ سیفٹی فلائٹ افسر کے کہنے پر رک گیا۔ پاک فضائیہ کا یہ طیارہ دوہرے کنٹرول کا تھا۔ یعنی شاگرد اور استاد دونوں کے سامنے یکساں کنٹرول پینل ہوتے ہیں۔ اس لئے جب زیر تربیت پائلٹ اسے اڑاتا ہے تو اس کے پیچھے دوسری نشست پر بیٹھا ہوا انسٹرکٹر اس کی غلطی کی اصلاح کر سکتا ہے تاہم دونوں سیٹوں کے درمیان

ایک دیوار ہوتی ہے اور کینوپی بند ہو جانے کے بعد دونوں پائلٹ ایک دوسرے سے متصادم نہیں ہو سکتے۔

راشد منہاس غدار انسٹرکٹر کے ناپاک ارادے سے بالکل بے خبر تھا۔ اس نے طیارے کو روک لیا اور اپنے منہ سے گیس ماسک ہٹا کر اس نے حیرانگی سے پوچھا۔

"کیا بات ہے ، مجھے کیوں روکا گیا ہے ؟"

غدار انسٹرکٹر نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ وہ بڑی تیزی سے کار میں سے اترا اور زبردستی طیارہ کے کاک پٹ میں داخل ہو گیا۔ حالانکہ اسے تربیتی پرواز میں شامل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ اور وہ وردی میں ملبوس بھی نہ تھا اس نے طیارے میں داخل ہوتے ہی عقبی نشست پر بیٹھ کر کنٹرول پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد وائرلیس پر کراچی میں اپنے ۲ ساتھیوں کو یہ پیغام دیا کہ میں جودھ پور جا رہا ہوں۔ تم میرے اہل وعیال کو ساتھ لے کر فوراً ہندوستانی ہائی کمیشن چلے جاؤ اور وہاں پناہ لو۔

غدار انسٹرکٹر کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ اس کی غداری کے بعد اس کے ساتھی اور بیوی بچے محفوظ نہ رہیں گے۔ وطن دشمن غدار انسٹرکٹر کا یہ پیغام سننے کے بعد راشد منہاس کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔ اس نے فوراً ماری پور کے کنٹرول ٹاور کو ۱۱ بجکر ۲۹ منٹ اور ۲۹ سیکنڈ پر پیغام دیا۔

"مجھے اغوا کیا جا رہا ہے۔ تم غدار کے ساتھیوں کو ہندوستانی ہائی کمیشن میں پناہ لینے سے روکو۔"

غدار انسٹرکٹر نے راشد منہاس کو کلوروفارم میں بھیگا ہوا رومال سونگھا کر بیہوش کرنے کی پوری کوشش کی۔ راشد منہاس کی آواز بھرائی ہوئی تھی اور ایسا محسوس ہوتا کہ وہ کلوروفارم کے اثر سے بچنا چاہتا ہے۔ ۱۱ بجکر ۳۰ منٹ ۲۰ سیکنڈ پر کنٹرول ٹاور نے راشد منہاس کو ہدایت کی کہ طیارے کو اغوا ہونے سے بچایا جائے اور پرواز نہ کی جائے۔

غدار انسٹرکٹر مطیع الرحمٰن نے کنٹرول پر قبضہ کرنے کے بعد ۱۱ بجکر ۳۱ منٹ پر طیارے کو اڑا لیا اور اس کا رخ ہندوستان کی طرف کر دیا۔ یہ طیارہ ۱۲۰ ڈگری کا زاویہ بنا کر مشرق کی طرف جا رہا تھا۔ غدار انسٹرکٹر کے پاس بہت سے خفیہ کاغذات تھے جو وہ بھارت لے جانا چاہتا تھا اور اس سلسلے میں اس نے ہندوستان سے ساز باز کر رکھی تھی۔ اگر کاغذات ضائع کر دیئے جاتے اور وہ جان بچا کر ہندوستان چلا جاتا، تب بھی بہت سی راز کی باتیں ہندوستان کو معلوم ہو جاتیں اس لئے غدار انسٹرکٹر کا بچ نکلنا بھی ملک و قوم کے لئے ازحد نقصان دہ تھا۔

طیارے کو ہندوستان جانے سے روکنے کے لئے راشد منہاس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ کوئی جرات مندانہ کام کرے۔ چنانچہ ۱۱ بجکر ۳۳ منٹ ۲۰ سیکنڈ پر راشد منہاس نے دوبارہ ہوش میں آنے پر کنٹرول ٹاور کو اطلاع دی کہ مجھے اغوا کیا جا رہا ہے اور مطیع الرحمٰن سے کش مکش جاری ہے۔

راشد منہاس کم عمر تھے اور جسمانی طور پر بھی دبلے پتلے تھے انھیں معلوم تھا کہ وہ غدار انسٹرکٹر کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس کے باوجود انھوں نے اس سے ٹکر لی اور اس کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ غدار انسٹرکٹر نے راشد منہاس کو نیچے

پرواز کرنے اور طیارے کا رُخ ہندوستان کے جام نگر کے ہوائی اڈے کی طرف موڑنے پر مجبور کیا۔ راشد منہاس جانتے تھے کہ انسٹرکٹر پرواز کے لباس میں نہیں ہے۔ اس لئے اگر وہ جہاز کو زیادہ بلندی پر لے گیا تو آکسیجن نہ ملنے کی وجہ سے اپنی موت آپ مرجائے گا۔ لیکن انسٹرکٹر بڑا چالاک اور پرواز کا ماہر تھا۔ اس کی کوشش یہ تھی کہ طیارہ زمین سے چند فٹ کی بلندی پر رہے۔ چنانچہ طیارہ زمین سے ۳۰/۴۰ فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ اس لئے ریڈار کے لئے یہ ناممکن تھا کہ وہ جہاز کا پتہ لگا سکتا۔ نیچی پرواز کرنا بڑی مہارت کا کام ہوتا ہے۔ اس سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ جہاز کا کنٹرول غدار انسٹرکٹر نے سنبھال لیا تھا۔ اور اس مقصد کے لئے اس نے پوری طاقت صرف کر دی تھی۔

چنانچہ راشد منہاس نے ۱۱ بجکر ۳۳ منٹ ۲۶ سیکنڈ پر کنٹرول ٹاور کو تیسرا سگنل دیا کہ مجھے اغوا کیا جا رہا ہے۔ لیکن میں طیارے کو اغوا نہ ہونے دوں گا۔ اس کے بعد کنٹرول ٹاور سے طیارے کا رابطہ ختم ہو گیا۔ پاک فضائیہ کے طیارے راشد منہاس کے طیارے کو ۲ گھنٹے تک تلاش کرتے رہے اور ناکام لوٹے راشد منہاس نے طیارے کو زمین سے ٹکرا کر پاش پاش کر دیا تھا۔ دشمن کا ناپاک منصوبہ خاک میں مل گیا تھا۔

## کیپٹن محمد ابراہیم شہید

کیپٹن محمد ابراہیم شہید ضلع سرگودہا کے ایک معزز سید گھرانے سے تھے۔ ۱۷ سال کی عمر میں وہ پاک فضائیہ کے فنی شعبے میں بھرتی ہوئے اور جلد ہی کارپورل

کے عہدے تک پہنچ گئے۔ پھر ستمبر ۶۵ء میں پاک فوج کی بری فوج کے جوانوں سے متاثر ہو کر انھوں نے ان کی صفوں میں شامل ہونے کی ٹھان لی۔ پاکستان ملٹری اکیڈمی میں وہ کیڈٹ سارجنٹ رہے اور امتیاز کے ساتھ پاس آؤٹ ہو کر شہرہ آفاق بلوچ رجمنٹ کی پچیسویں بٹالین میں شامل ہو گئے۔

اپریل ۱۹۷۱ء کے آخری ایام میں وہ اور کیپٹن آفتاب احمد کھلنا ڈویژن کے وسیع محاذ پر باغیوں اور بھارتی ایجنٹوں کے خلاف پہلے مرحلے کی آخری کارروائیوں میں مصروف تھے۔ "ساگوان کے سائے میں" کے عنوان سے کیپٹن آفتاب احمد نے کیپٹن ابراہیم شہید کی شہادت سے متعلق ایک فیچر تحریر کیا۔ لہٰذا یہ مواد اسی مضمون سے اخذ کیا گیا ہے۔

۲۴ر اپریل کو بنیا پول کے آخری محاذ پر ایک شدید جنگ ہوئی۔ باغی سرحد کے اس پار قریباً ۲ میل اندر جیسور، کلکتہ روڈ کے شمالاً جنوباً بڑھے۔ انہوں نے فلمی بند کے پیچھے پوزیشن لی ہوئی تھی۔ تعداد میں وہ ایک بٹالین سے زیادہ تھے۔ بھارتی توپ خانہ ان کی فوری امداد کے لئے سرحد کے قریب آچکا تھا۔ ٹرک کے ذریعے انھیں ہر قسم کی امداد جاری تھی۔ ان کے کیمپ میں ایک طرف تو سینیر بھارتی افسر مشیر کی حیثیت سے موجود تھے اور دوسری طرف بھارتی بارڈر سیکورٹی فورس کے باقاعدہ جوان باغی مورچوں میں گھلے ملے ہوئے تھے۔ دن ڈھلنے تک ایک خوفناک جنگ میں پاک فوج کی ۲ کمپنی نفری نے باغی فورس کو تہس نہس کر دیا۔ سورج اس وقت دانت بھنگا جھیل کے اس پار غروب ہو رہا تھا۔

شہادت کے وقت وہ شیکھرا کی دفاعی چوکی پر تھے۔ جبکہ انھیں معلوم ہوا کہ دیو بھاٹا میں ان کی سکاوٹس پٹرول باغیوں کے ایک بھارتی جتھے میں گھر گئی ہے وہ صرف دس جوانوں کے ساتھ باغیوں کی سرکوبی کو روانہ ہوتے اور گھنے جنگل کے آخری کنارے پر درختوں کی اوٹ سے نکل کر باغیوں پر طوفانی چارج کیا۔ وہ خود نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے سب سے آگے تھے۔ بھارتی ایجنٹ اس یلغار کو نہ سہار سکے۔ دست بدست جنگ میں بہت سے کھیت رہے اور باقی اچھامتی ندی میں ڈوب کر فنا ہو گئے۔ اس جھڑپ میں بہت سا اسلحہ اور گولہ بارود ان کے ہاتھ لگا۔ اسی اثنا میں شیکھرا پوسٹ سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر باغیوں نے پھر آگے بڑھنے کی کوشش کی، تو وہ جیپ میں شنکر ندی کے قریب جا پہنچے تو قریب ہی ایک دھماکے نے انھیں چونکا دیا۔ جیپ میں بیٹھے سپاہی چھلانگ لگا کر سڑک کے آر پار پوزیشن لے چکے تھے۔ سڑک سے اٹھتا ہوا دھند اور دھوئیں کا بادل دائیں بائیں پھیلے ناریل اور کیلے کے جھنڈوں کے اوپر چھا گیا۔ یہ دھماکہ دراصل ایک شکن مائن کے پھٹنے سے ہوا تھا جو دشمن نے بچھائی ہوئی تھی۔ جب دھوئیں کے بادل چھٹے تو کیپٹن ابراہیم شہید کے ساتھی جوانوں نے دیکھا کہ وہ خون میں لت پت ہو رہے ہیں، وہ بری طرح مجروح ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ؎

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
شہید کا جو خون ہے وہ قوم کی زکوٰۃ ہے

•

حالیہ جنگ میں صدر مملکت نے پاک فضائیہ کے جن افسروں کو ان کی جرأت و بسالت کے صلے میں جو اعزازات دیئے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ پاک فضائیہ کے سربراہ ائر مارشل اے رحیم خاں ہلال جرأت
۲۔ ایر کموڈور انعام ایچ خاں ہلال جرأت

ستارہ جرأت:

۳۔ ونگ کمانڈر حکیم اللہ خاں
۴۔ ونگ کمانڈر ایم افضل چودھری
۵۔ سکویڈرن لیڈر باسط
۶۔ سکویڈرن لیڈر جی اے خاں
۷۔ سکویڈرن لیڈر فاروق عمر
۸۔ فلائٹ لیفٹننٹ میر عالم
۹۔ فلائٹ لیفٹننٹ واحد سلیم
۱۰۔ سکویڈرن لیڈر اشفاق ایچ قریشی شہید
۱۱۔ فلائٹ لیفٹننٹ ذوالفقار احمد شہید
۱۲۔ فلائٹ لیفٹننٹ اسرار قریشی

## صوبیدار نور حسین سی ایم ایچ ڈھاکا

صوبیدار نور حسین سی ایم ایچ ڈھاکا میں اپنے فرائض سر انجام دے رہے تھے انھیں گولی ہاتھ کے درمیان میں لگی تھی۔ دائیں ہاتھ کی درمیان والی انگلی کاٹ دی گئی تھی ان کے ۲ لڑکے بھی نیشنل سروس سکیم کے تحت فوج میں ملازم ہیں۔

## سپاہی باچہ خاں

یہ سقوط ڈھاکا سے ایک دن پہلے جیسور کی چھاؤنی کے قریب لڑ رہے تھے۔ دست بدست لڑائی میں ان کو پانچ گورکھوں نے گھیر لیا۔ مگر انھوں نے تمام کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

## میجر راجہ علی اصغر

میجر راجہ علی اصغر کا تعلق پاک آرمی کے توپخانہ سے تھا۔ اکتوبر کے شروع میں انھیں مشرقی پاکستان بھیجا گیا۔ انھوں نے گورنمنٹ کالج پنڈی سے حصول تعلیم کے بعد ۱۹۵۸ء میں کمیشن حاصل کیا۔ ۶۸ء میں سٹاف کالج کوئٹہ سے کورس کیا انھوں نے اپنا آخری خط ۲۷ اکتوبر کو اپنے گھر بھیجا۔

## کیپٹن افتخار احمد گوندل

کیپٹن افتخار احمد گوندل ایک فوجی خاندان کے چشم و چراغ ہیں ان کے دو چھوٹے بھائی بھی پاک فوج میں ملازم ہیں۔ گوریلا ٹریننگ مکمل کرنے پر انھیں ۳۱ پنجاب رجمنٹ سے منسلک کر کے سلہٹ بھیج دیا گیا۔

## نائیک سید حبیب احمد شاہ

سید حبیب احمد شاہ ۲۴ فرنٹیر فورس رجمنٹ میں بحیثیت نائیک اپنے فرائض

انجام دے رہے تھے۔ بڑی جوانمردی اور شجاعت سے لڑتے رہے اور خلعت شہادت سے سرفراز ہوئے۔ انھوں نے فینی کے مقام پر شہادت پائی۔

## سب انسپکٹر فخر حسین

سب انسپکٹر فخر حسین نے ۲۶ء میں گورنمنٹ کالج ساہیوال سے امتیازی نمبروں سے بی اے کیا۔ اس کے بعد ویسٹ پاکستان رینجرز میں سب انسپکٹر بھرتی ہو گئے۔ اپریل ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان تبادلہ ہو گیا۔ وہ کمالپور کی سرحد چوکی دیوان گنج ضلع میمن سنگھ پر متعین تھے۔

## ٹی اے پرویز اختر

ٹی اے پرویز اختر پاکستان آرمی کے توپ خانے سے منسلک تھے۔ ۲۹ ر نومبر کو کومیلا بھیجے۔ اس سے زیادہ ان کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

## کیپٹن محمد عمر

کیپٹن محمد عمر پاک آرمی کی میڈیکل کور سے متعلق تھے انہیں ۲۴ جون کو مشرقی محاذ پر بھیجا گیا۔

## سیکنڈ لیفٹننٹ سعید اکمل

سیکنڈ لیفٹننٹ سعید اکمل ۳۲ پنجاب رجمنٹ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگست ۷۱ء

میں پاسنگ آؤٹ پریڈ کے فوراً بعد انھیں مشرقی پاکستان بھیج دیا گیا۔ انہوں نے ۱۰ر دسمبر کو اپنے چچا سے فون پر پنڈی میں بات چیت کی۔ وہ نواب گنج پوسٹ پر اپنے فرائض انجام دے رہے تھے۔ ان کے بارے میں کوئی اطلاع ابھی تک نہیں ملی کہ زندہ ہیں یا شہید ہو گئے۔

## حوالدار زر بہادر

حوالدار زر بہادر پنجاب رجمنٹ کی ایک بٹالین سے منسلک ہیں۔ لڑائی کے دوران سلہٹ میں فرائض انجام دے رہے۔ معلوم نہیں زندہ ہیں یا شہید ہو گئے۔

## ہیڈ کانسٹیبل محمد صدیق

دوران جنگ ڈھاکا میں فرائض سر انجام دے رہے تھے معلوم نہیں زندہ ہیں یا شہید ہو چکے ہیں۔

## سکواڈرن لیڈر محمد نذیر

سکواڈرن لیڈر محمد نذیر اس دن ڈھاکا روانہ ہوئے جس دن ان کے اکلوتے بیٹے کا سی ایم ایچ پنڈی میں خطرناک اپریشن ہو رہا تھا۔ ان کا لخت جگر ان کی عدم موجودگی میں چل بسا۔

۱۴ر دسمبر کو انھوں نے پنڈی میں آخری فون کیا۔ ان کے چھوٹے بھائی کیپٹن محمد افضل بھی مغربی محاذ پر داد شجاعت دیتے رہے۔

## نائب صوبیدار افضل حسین

نائب صوبیدار افضل حسین سیالکوٹ کے ایک فوجی گھرانے کے سپوت ہیں جون ۷۱ء میں سول آرڈر فورسز میں بحیثیت نائب صوبیدار بھرتی ہوئے، انھیں مشرقی پاکستان بھیج دیا گیا۔ ان میں ملک و قوم کی خدمت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ انھوں نے جاتے وقت اپنے کمرے کی دیوار پر یہ آخری تحریر لکھی تھی

"میں ملک و قوم کی خدمت کے لئے جارہا ہوں۔
اگر اس کے لئے جان بھی دینی پڑی تو مسکرا کر دونگا۔"

سردست لاپتہ ہیں۔

## لیفٹننٹ ضمیر شہید

لیفٹننٹ ضمیر شہید ۲؍دسمبر کو بڑی جرأت اور شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے وطن کی آن پر شہید ہوگئے۔

## لیفٹننٹ کمانڈر ممتاز انور خاں

مشرقی پاکستان کے ہنگاموں کے دوران ان کا تبادلہ ڈھاکا میں ہوگیا بندرگاہ پر پاک بحریہ کے جہاز بدر میں کچھ فنی خرابیاں پیدا ہوگئیں لیکن اس جہاز کو کراچی بندرگاہ تک پہنچانا بھی ضروری تھا۔ ممتاز انور شہید نے اپنے افسر سے کہا کہ وہ بدر کو ضرور کراچی پہنچائیں گے اور انھوں نے بدر کو ایک اوٗ

جہاز کی مدد سے کراچی کی بندرگاہ تک پہنچا دیا۔

اس کے بعد دسمبر میں جب حالیہ جنگ چھڑی تو لیفٹننٹ کمانڈر ممتاز انور خاں پاک بحریہ کے جہاز خیبر میں تھے۔ جہاز خیبر کے عملہ کے جو لوگ بچ گئے انھوں نے بتایا کہ لیفٹننٹ کمانڈر ممتاز انور اس وقت جہاز کے عرشہ پر عملہ کے دیگر افراد کے ساتھ کھڑے تھے اور پاک بحریہ کی آب دوز غازی کی نگرانی کر رہے تھے خیبر اس وقت کراچی سے ۱۰۰ میل دور تھا۔ بھارت کا میزائل بردار بحری بیڑہ جسے روسی کمانڈ کر رہے تھے۔ خیبر کی طرف بڑھ رہا تھا اس میزائل کی لمبائی ساٹھ فٹ اور گولائی ۹ فٹ تھی۔ جب میزائل جہاز کو لگا تو عملے کے لوگ ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ ممتاز انور شہید چونکہ جہاز کی نچلی منزل پر توپ خانہ کے نگران تھے انھوں نے اپنی جان بچانے کی بجائے اپنے ماتحتوں کو بچانا چاہا۔ وہ جلدی سے نیچے اترے کہ انھیں باہر نکال لائیں لیکن جیسے ہی انھوں نے انجن روم کا دروازہ کھولا۔ خیبر کو دوسرا میزائل ٹکرایا۔ اس کے بعد کسی کو کسی کا ہوش نہ رہا۔ خیبر میں ۳۰۰ افراد پر مشتمل عملہ تھا لیکن اس میں سے صرف ۴۲ آدمی بچ سکے۔

## میجر فضل سعید ستارہ جرأت

میجر فضل سعید نے فائر بندی کے بعد کنجری پل کے معرکہ میں داد شجاعت دی۔ کنجری پل واہگہ سے دو تین میل دور ایک گاؤں ہے جنگ ستمبر میں بھی پاک فوج اور بھارتی فوج کے درمیان یہاں کئی معرکے ہوئے تھے۔

## کیپٹن رضوی

کنجری پل پر دشمن کے اچانک حملے اور شدید گولہ باری سے کیپٹن رضوی اپنے جوانوں کے ساتھ نمبر ۲ سکھ رجمنٹ کے گھیرے میں آ گئے اور جنگی قیدی بنا لئے گئے۔

**معرکہ کنجری پل کے غازی اور شہید**

- لیفٹیننٹ کرنل محمد اقبال
- حوالدار اصغر علی
- نائب صوبیدار محمد ریاض شہید ستارہ جرأت
- حوالدار محمد شریف
- صوبیدار محمد اکرم
- صوبیدار محمد ریاض شہید
- حوالدار علی اصغر
- نائیک باز خاں
- سپاہی غلام جیلانی
- سپاہی شیر افضل
- لانس حوالدار عبدالعزیز شہید تمغہ جرأت
- وائرلیس اوپریٹر لانس نائیک محمد بنارس
- سپاہی عبدالرزاق شہید
- لانس نائیک محمد یوسف

## ایک جنگ، ایک المیہ

سپاہی خادم حسین
سپاہی انور شاہ
سپاہی منظور حسین
سپاہی محمد بشیر
سپاہی محمد عزیز
سپاہی سید محمد شہید
لانس نائیک محمد صادق شہید
سپاہی ثناءاللہ شہید
سپاہی محمد شفیع شہید
نائب صوبیدار محمد ریاض خاں شہید ستارۂ جرأت
سپاہی بشیر احمد شہید تمغۂ جرأت
سپاہی منظور حسین شہید
میجر نعمت اللہ

معرکہ کنجری پل کے
غازی اور شہید

کنجری پل کے معرکے میں پاک فوج کے جو جیالے دادِ شجاعت دیتے ہوئے دشمن کے مورچوں اور گاؤں میں جا گھسے تھے سنگینوں سے چھلنی کر دیئے گئے تھے۔

ان شہیدوں کے نام یہ ہیں :

لانس حوالدار اعظم خاں شہید
لانس حوالدار عبدالعزیز شہید تمغۂ جرأت
سپاہی شیر رسول شہید

سپاہی محمد امیر شہید
سپاہی محمد اکرم شہید
سپاہی محمد اسحٰق شہید
سپاہی عبدالرزاق شہید
سپاہی محمد صادق شہید

## لانس نائک محمد محفوظ شہید نشان حیدر

کنجری پل کے معرکے میں لانس نائک محفوظ سیکشن کمانڈر تھے۔ مشین گنر سپاہی سید محمد شہید ہو گیا تو میجر فضل سعید نے لانس نائیک محفوظ کو مشین گن سنبھالنے کا حکم دیا، تو وہ مشین گن سے دشمن کو دانوں کی طرح بھوننے لگے لیکن اسی اثنا میں دشمن کی ایک مشین گن نے ان کو بری طرح گھائل کر دیا۔ دشمن کی یہ مشین گن ایک بنکر کے اندر نصب تھی۔ لانس نائیک محفوظ جوش میں رائفل لے کر رینگتے رینگتے دشمن کے بنکر میں کود گئے۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

بنکر میں دشمن کی سنگینوں نے پاک فوج کے اس جیالے کے جسم کو چھلنی کر دیا۔

کرنل پوری نے لانس نائک محفوظ نشان حیدر کو داد تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ جوان سب سے بڑے فوجی اعزاز کا مستحق ہے۔

## کیپٹن الطاف بخاری شہید

یہ پاک فوج میں آرٹلری میں تھے۔ مشرقی پاکستان میں کومیلا میں دشمن کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

## فلائنگ آفیسر شمس دین
## فلائنگ آفیسر شمشاد

ان شاہبازوں نے مشرقی پاکستان کے ایک فضائی معرکے میں دشمن کے ۲ مِگ طیارے برباد کئے جبکہ یہ سیبر میں تھے۔ جو جنگی صلاحیتوں میں مِگ طیاروں سے بہت کم تر ہیں۔

## فلائٹ لیفٹننٹ عامر علی شریف

حالیہ جنگ میں فلائٹ لیفٹننٹ عامر علی شکر گڑھ پر پرواز کر رہے تھے کہ انھیں بھارتی مگ ۲۱ دکھائی دیا۔ یہ اس پر حملہ کرنے کو تیار ہو گئے جونہی انھوں نے اس پر فائر کیا۔ بھارتی مگ ۲۱ خوفناک دھماکے کے ساتھ پھٹ گیا اور اس کا ہوا باز بھی تہ بچ کر اتر سکا۔

## ونگ کمانڈر ایم ایم عالم

جنگ ستمبر ۱۹۶۵ میں پاکستانی فضائیہ کے ہیرو ایم ایم عالم اس جنگ میں

دشمن کے اگلے مورچوں پر بمباری کرتے ہوئے دشمن کے ٹینکوں اور زمینی سازوسامان کو تباہ کرنے میں مصروف رہے اس جنگ میں وہ میراج طیارے چلا رہے تھے۔

## میجر رانا بلال شہید

مشرقی پاکستان میں جیسور کے محاذ پر شہید ہوئے۔

سکواڈرن لیڈر سیسل چودھری ستارہ جرأت

فلائٹ لیفٹننٹ عرفان

سکواڈرن لیڈر رشید چودھری

سکواڈرن لیڈر مظہر عباس

گروپ کیپٹن سجاد حیدر ستارۂ جرأت

## ونگ کمانڈر علی امام بخاری

جنگ دسمبر ۱۹۷۱ء میں دشمن نے اچانک ایک بہت بڑا بکتر بند حملہ کیا بہت سے بھارتی ٹینک ظفروال کی طرف بڑھنے لگے۔ ان کو اپنے توپ خانے کی امداد حاصل کی جو اندھا دھند آگ برسا رہا تھا ایسی صورت حال سے نبٹنے کے لئے پاک فضائیہ کی امداد لی گئی۔ اس پرواز کا لیڈر سکواڈرن لیڈر سیسل چودھری ستارہ جرأت تھا۔ متذکرہ بالا شاہباز ان کی فارمیشن میں تھے اس فضائی معرکہ میں سیسل چودھری کے طیارے کو گولا لگا۔ اس سے شعلے نکلنے

لگے۔ تو سیسل چودھری پیراشوٹ کے ذریعہ پاکستانی حدود میں ایک ایسی جگہ اترے جہاں مائن فیلڈ تھی۔ زمین میں بارودی سرنگیں بچھی ہوئی تھیں۔ پاک فوج کا ایک حوالدار اگر سیسل چودھری کی بروقت رہنمائی نہ کرتا تو بارودی سرنگیں پھٹنے سے انھیں نقصان پہنچتا۔ اسی اثنا میں دشمن کی مشین گنیں آگ برسانے لگیں ایک گولی سیسل چودھری کے دائیں گال کو زخمی کرتی ہوئی نکل گئی۔ سیسل چودھری کو جیپ میں ڈویژن کے ہیڈ کوارٹر لے جایا گیا۔ جہاں جنرل عبدالعلی ملک ہلال جرأت سیسل چودھری سے ملے اور توپ خانہ کے چھوٹے طیارے ۱۹/ پر سیسل چودھری کو سرگودھا کے ہوائی اڈے کی طرف روانہ کر دیا گیا۔

## لیفٹننٹ کرنل عثمان حمید جعفری ستارہ جرأت

لیفٹننٹ کرنل عثمان حمید جعفری شہید کا تعلق فرنٹیئر فورس رجمنٹ سے تھا گزشتہ سال ۴ر دسمبر کو دشمن کے خلاف معرکہ آرائی کے دوران انھوں نے اپنے دستوں کو بذات خود راہ نمائی کی۔ انھوں نے شہید ہو کر جرأت، قیادت اور فرض شناسی کی عظیم مثال قائم کر دی۔

۴ر دسمبر کو انھیں دشمن کی کچھ مضبوط پوزیشنوں پر قبضہ کرنے کا حکم دیا گیا لیفٹننٹ کرنل عثمان حیدر نے حملہ کی منصوبہ بندی کی۔ حملہ کا کوئی نتیجہ برآمد ہونے تک وہ بٹالین ہیڈ کوارٹر میں ٹھہر سکتے تھے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا اور اپنی دو کمپنیوں کی خود قیادت کی۔

دشمن نے ہمارے دستوں کی پیش قدمی کرتے دیکھا تو ہر قسم کی گولہ

باری کا رخ ان کی طرف موڑ دیا وہ اس وقت بھارتی پوزیشنوں سے تقریباً دو سو گز دور تھے۔ فائرنگ اتنی شدید تھی کہ سپاہیوں کو پناہ ڈھونڈنا پڑی کیونکہ پیشقدمی لمحہ بہ لمحہ خطرناک اور دشوار ہوتی جا رہی تھی۔ لیفٹننٹ کرنل جعفری ہر وقت ہراول لائن میں رہے انہوں نے اپنے دستوں کو حکم دیا کہ دشمن پر ہلہ بولیں۔ اپنے کمانڈنگ آفیسر کی ذاتی مثال کے زیر اثر جوان آگے بڑھے دشمن نے ان پر گولہ باری میں اور اضافہ کر دیا۔ دستوں کو دوبارہ پناہ گاہوں میں جانا پڑا اور ان کا حملہ جاری رکھنا مزید دشوار ہو گیا۔ موقع کی نزاکت کے پیش نظر لیفٹننٹ کرنل جعفری مٹھی بھر جوانوں کے ساتھ آگے بڑھے انہوں نے حملہ جاری رکھا یہاں تک کہ انہیں دشمن کی مشین گنیں کی گولیاں لگیں، جب وہ شہید ہوئے اپنی منزل مقصود سے ایک سو گز ادھر تھے۔ ان کا یہ ولولہ انگیز عمل دشمن کی قلعہ بندیوں کو توڑنے کا باعث بنا۔ انہیں ستارہ جرات دیا گیا۔

## کیپٹن عبدالقیوم ستارہ جرأت

آرڈی نینس کور کے کیپٹن عبدالقیوم شہید کو پاک بھارت جنگ کے دوران غیر معمولی جرأت اور احساس ذمہ داری کے اعتراف کے طور پر بہادری کا اعزاز ستارہ جرات دیا گیا۔

۱۵ دسمبر کو چند بھارتی ہوا بازوں نے دھرکی کے ریلوے کے علاقہ پر

حملہ کر کے بھاری نقصان پہنچایا۔ کیپٹن عبدالقیوم نے دشمن کے ہوائی حملے کے خطرہ کی موجودگی میں ریلوے لائن کو رکاوٹوں سے صاف کرنے کا بیڑا اٹھایا۔

۱۶ دسمبر کو کیپٹن عبدالقیوم، عبدالمجید قیصر اور عبدالستار نامی دو مجاہدوں کے ساتھ اپنے کام میں مصروف تھے۔ کہ بھارتی فضائیہ نے اس علاقہ پر پھر اچانک حملہ کر دیا۔ ہوائی حملہ کے نتیجہ میں تینوں جانباز موقعہ پر ہی شہید ہو گئے تاہم اس وقت تک وہ ریلوے کی پٹڑی کو صاف کر کے رسل و رسائل کو بحال کر چکے تھے۔

## کیپٹن حسن ظہیر ستارہ جرات

۶ دسمبر کو آرمرڈ کور کے کیپٹن ظہیر شہید کو چھمب سیکٹر میں چھنڈا کے مقام پر ایک مضبوط بھارتی پوزیشن پر حملہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ دشمن نے اپنی پوسٹ کا دفاع ریکائل لیس رائفلوں اور ٹینکوں سے کیا ہوا تھا۔

جب حملہ شروع ہوا تو کیپٹن ظہیر اور ان کے دستوں کو دشمن کیجانب سے بھاری گولہ باری کا سامنا کرنا پڑا۔ کیپٹن اور ان کے دستے جب دشمن کے بچھائے ہوئے سرنگوں کے ایک میدان میں پہنچے تو ان کی پیشقدمی میں عارضی طور پر رکاوٹ پیدا ہو گئی اس نازک مرحلہ پر کیپٹن حسن ظہیر کو ٹینک سکواڈرن کی کمان سونپی گئی اور حکم دیا گیا کہ وہ حملہ میں دباؤ پیدا کریں۔

اس نوجوان نے موقعہ کی نزاکت کو بھانپا۔ اپنے سکواڈرن کو اکٹھا کیا تا کہ اس انتہائی خطرناک کام کو انجام دیا جائے جو ان کے سپرد کیا گیا تھا۔

ان جانبازوں کے اردگرد توپ خانے کے گولے گر رہے تھے گولیوں کی زبردست بوچھاڑ جاری تھی۔ لیکن اس کے باوجود کیپٹن ظہیر نے بہادری اور بیخوفی سے حملہ کی بذات خود قیادت کی۔ اپنے قائد کی مثال پر عمل کرتے ہوئے دوسرے ٹینک بھی بے خطر آگے بڑھے وہ جب سرنگوں کے میدان میں سے گزر رہے تھے تو دشمن نے گولہ باری کی مگر انھوں نے ہر مشکل کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ آخر کار انھوں نے جھنڈا کے مقام پر دشمن کی پوزیشن پر قبضہ کر لیا۔

ایک ایکشن کے دوران کیپٹن حسن ظہیر کا ٹینک دشمن کی گولہ باری کا نشانہ بن گیا۔ اور وہ موقع پر ہی شہید ہو گئے مگر انھوں نے اپنے سکواڈرن کو کامیابی سے ہمکنار کیا اور خود جام شہادت نوش فرمایا انھیں ستارہ جرات نذر کیا گیا۔

## نائیک طالب حسین تمغہ جرأت

حالیہ پاک بھارت جنگ کے دوران سرگودھا بیس پر پہلے بھارتی حملہ کے دوران آرٹلری کے نائیک طالب حسین نے شدید خطرہ کی موجودگی میں عمدہ قیادت کا مظاہرہ کیا انھیں ان کی بہادری کے صلہ میں تمغہ جرات دیا گیا

حملہ کے دوران نائک طالب حسین کی گن پوزیشن سے بیس گز دور ایک بم گرا۔ بم کے ٹکڑے چاروں طرف اڑے ان میں سے ایک ٹکڑا طالب حسین کے ایک ساتھی کو لگا جس سے وہ موقع پر ہی شہید ہو گیا اس دھما کا سے دستہ اور گن پوزیشن پر گرد چھا گئی۔

نائیک طالب حسین نے اپنے ساتھی کی نعش کو اٹھا کر گن کے قریب محفوظ جگہ رکھا اور دشمن کا لگاتار ترکی بہ ترکی جواب دیتے رہے وہ دشمن کے ایک جہاز کا نشانہ بنانے میں کامیاب ہو گئے یہ ان کے لئے ایک نمایاں کامیابی تھی۔ نائک طالب حسین اور ان کے ساتھیوں کو اگرچہ جنگ کا پہلے کوئی تجربہ نہیں تھا پھر بھی وہ اپنی پوسٹوں پر جمے رہے۔ اور حملہ آوروں سے مصمم ارادہ اور مستقل مزاجی سے مقابلہ کیا۔

## نائک محمد ادریس تمغہ جرأت

نائک محمد ادریس بدین کے مقام پر توپ خانے کے ایک دستے کی کمان کر رہے تھے ان کی توپ ایک اہم مقام کی حفاظت کے لئے نصب کی گئی تھی۔ ۱۲ر دسمبر کو بھارت کے مگ ۲۱ جہاز نائک محمد ادریس کی پوزیشن پر لگاتار فائرنگ کرتے رہے لیکن انھوں نے اپنے ڈی ٹیچ منٹ پر جو دشمن کے بار بار کے حملوں کے جواب میں مستقل مزاجی سے مقابلہ کر رہا تھا مکمل کنٹرول برقرار رکھا۔ حاضر دماغی اور بلند حوصلگی کے باعث نائک ادریس نے اس اہم مقام کو کوئی نقصان نہ پہنچنے دیا بلکہ دشمن کے

ایک جہاز کو نشانہ بنا کر سخت نقصان پہنچایا انھیں اس کارہائے نمایاں پر تمغہ جرأت دیا گیا۔

## لانس نائک علی شان تمغہ جرأت

بھارتی ہنٹروں نے ۴ر دسمبر کو سیکسر کے مقام پر حملہ کیا جہاں لانس نائک علی شان توپ خانے کے ایک دستہ کے ساتھ خدمات پر مامور تھے ایک بھارتی ہنٹر نے غوطہ لگا کر لانس نائک کی پوزیشن پر گولیوں اور راکٹوں کی بارش کرنا شروع کر دی۔

لانس نائک علی شان اور بھارتی پائلٹ کے درمیان یہ جنگ ایک دو بدو لڑائی کی مانند تھی۔ لانس نائیک شان علی بائیں ٹانگ اور بازو میں گولیاں لگنے سے شدید زخمی ہو گئے تاہم انھوں نے حاضر دماغی اور عزم صمیم کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور فائرنگ جاری رکھی۔ آخر ان کی گن دشمن کے ایک راکٹ کی زد میں آ کر ناکارہ ہو گئی انھیں اس کی اس جرأت اور دلیری کے اعتراف میں تمغہ جرات دیا گیا۔

## میجر پرویز ناصر ستارہ جرأت

۱۶ر دسمبر کو انھوں نے دشمن کے آرمر اور انفنٹری کے خلاف اپنے سکواڈرن کی قیادت کی۔ دشمن کی طرف سے توپ خانہ اور ٹینکوں کی شدید گولہ باری کے باوجود اپنے سکواڈرن کو اس طرح ترتیب دیا کہ دشمن

کو اس علاقے سے دم دبا کر بھاگنا پڑا۔ میجر پرویز ناصر نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ وہ دشمن کو مزید پیچھے دھکیلتے رہے۔ اس ایکشن کے دوران ان کے اپنے ٹینک کو بھی نقصان پہنچا جس سے وہ ناکارہ ہو گیا۔ میجر پرویز ناصر کو بائیں ہاتھ اور بائیں آنکھ پر زخم آئے لیکن انھوں نے اپنے زخموں کی کوئی پرواہ نہ کی۔ ۱۶ اور ۱۷ دسمبر کی درمیانی رات وہ دشمن کے توپخانے اور ٹینکوں کی گولہ باری کا جیداری سے مقابلہ کرتے رہے۔

دشمن نے ہزار جتن کئے مگر وہ میجر پرویز ناصر کے سکواڈرن کو پیچھے دھکیلنے میں ناکام رہا۔ ۱۶ دسمبر کی صبح کو بھارتیوں نے میجر پرویز ناصر کو ان کی پوزیشن سے ہٹانے کی ایک اور کوشش کی لیکن وہ بڑی مضبوطی سے جمے رہے اور دشمن کے سات ٹینک تباہ کر دیئے۔ اب کے ان کا ٹینک دشمن کی گولہ باری کا پھر نشانہ بنا اور وہ دوبارہ زخمی ہو گئے مگر انھوں نے دشمن کی آگے بڑھنے کی کوشش کو ناکام بنا دیا۔ جرات اور فرض شناسی کے اس مظاہرہ پر ان کو ستارہ جرات دیا گیا۔

## نائب صوبیدار گل سری خاں ستارہ جرات

دشمن نے مشین گنوں سے فائرنگ شروع کی تو بلوچ رجمنٹ کے نائب صوبیدار گلسری خاں ایک پلٹن کے کمانڈر تھے۔ جو ان پناہ گاہوں میں چلے گئے نائب صوبیدار گل سری خاں نے اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ دشمن کی پوسٹ پر دھاوا بول دیا۔ دشمن کی مشین گن فائرنگ سے ان کے

دونوں ساتھیوں کو نقصان پہنچا۔ مگر آپ اکیلے ہی بھارتی مشین گن کا مقابلہ کرتے رہے انھوں نے نہ تو واپسی اختیار کی اور نہ ہی کسی پناہ گاہ کا سہارا لیا۔ انھوں نے پیش قدمی جاری رکھی اور اپنی سٹین گن سے دشمن کو خاموش کر دیا۔

نائب صوبیدار گل سری خاں کی مثال پر عمل کرتے ہوئے ان کے جوانوں نے نئے جوش و ولولہ اور استقلال سے دشمن کی پوزیشنوں پر دھاوا البول دیا۔ جب نائب صوبیدار گل سری دشمن سے برسرپیکار تھے تو دشمن کے دو فوجی رینگتے ہوئے ان کی پوزیشن تک پہنچے اور ان پر ایک ہینڈ گرنیڈ پھینکا۔ نائب صوبیدار گلسری خاں نے انتہائی حاضر دماغی کا مظاہرہ کیا انھوں نے دشمن کے ہینڈ گرنیڈ کو دبوچا اور اسے واپس بھارتی سپاہیوں پر پھینک دیا جس سے وہ موقع پر ہی ہلاک ہو گئے اس طرح انھوں نے لڑائی اور اپنے جوانوں کی راہنمائی جاری رکھی۔ انھیں ستارۂ جرأت دیا گیا۔

## نائب صوبیدار محمد ریاض خاں ستارہ جرأت

پنجاب رجمنٹ کے نائب صوبیدار محمد ریاض خاں واہگہ اٹاری سیکٹر میں ایک پلٹن کی قیادت کر رہے تھے۔ اس جونیئر کمیشنڈ آفیسر نے اسلحہ بارود اور فوجیوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے دوران بہت سے خطرات کو مول لیا جب ان کی کمپنی ایک متبادل پوزیشن کی طرف جا

رہی تھی تو نائب صوبیدار محمد ریاض خاں نے اس وقت تک پہلی پوزیشن نہ چھوڑی جب تک کہ ان کی ساری پلٹن اپنے شہید اور زخمیوں کو لیکر بحفاظت واپس نہ پہنچی وہ خود بھی زخمی ہو گئے مگر انھوں نے جوانوں کی قیادت جاری رکھی اور میدان جنگ میں ڈٹے رہے۔ تھوڑی دیر بعد انھیں بم کا ٹکڑا لگا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ نائب صوبیدار محمد ریاض خاں کی قابل تعریف قیادت اور عظیم قربانی کے اعتراف میں انھیں ستارہ جرات دیا گیا

## حوالدار محمد صدیق تمغہ جرأت

حوالدار محمد صدیق کا تعلق آرٹلری سے تھا آپ گزشتہ پاک بھارت جنگ میں سرگودہا کے بیس کے رن وے کے مشرقی کنارے پر نصب ایک طیارہ شکن توپ پر ڈیوٹی انجام دے رہے تھے۔ ۳ اور ۴ دسمبر کی درمیانی رات جب دشمن کے جہازوں نے بیس پر حملہ کیا تو آپ نے ٹھیک نشانہ لگا کر ایک جہاز کو خاک کر ڈالا۔ جنگ کے دوران فرض شناسی، جرأت اور قائدانہ خصوصیات کے اعتراف کے طور پر حوالدار محمد صدیق کو تمغہ جرات دیا گیا۔

## حوالدار علی احمد تمغہ جرأت

حوالدار علی احمد انٹی ائر کرافٹ گن ڈی ٹیچ منٹ کے کمانڈر تھے آپ کی گن پوزیشن کے قریب دشمن کے بہت سے بم پھٹ رہے تھے۔

دھماکوں اور بموں کے اڑتے ہوئے ٹکڑوں کے باعث گن کے ارد گرد حفاظتی تدابیر ناکارہ ہو چکی تھیں لیکن حوالدار علی احمد نے ذاتی جرآت، فرض شناسی اور قیادت کی مدد سے ڈیٹیچ منٹ کا مورال بلند رکھا اس دوران آپ بڑی جیداری سے اور ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کرتے رہے۔ ۵ اور ۶ دسمبر کی درمیانی رات کو دشمن کا ایک جہاز بھی مار گرایا۔ آپ کو تمغۂ جرات دیا گیا۔

## گنر حمید خاں تمغہ جرآت

۴ دسمبر کو بھارتی ہنٹروں نے پشاور کے ائربیس پر حملہ کیا۔ اس وقت آرٹلری کے گنر حمید خاں ایک طیارہ شکن توپ پر متعین تھے دشمن کے ایک جہاز نے گنر حمید خاں کی گن کو نشانہ میں لیا اور غوطہ لگا کر فائرنگ شروع کر دی۔ جس سے آپ کے گردن اور پیٹ میں شدید زخم آئے گنر حمید خاں نے اپنے زخموں کی کوئی پرواہ نہ کی اور دشمن پر متواتر فائرنگ جاری رکھی۔ یہاں تک کہ ایک جہاز مار گرایا۔ انتہائی نازک حالات میں آپ نے حوصلے اور دلیری کا مظاہرہ کیا اور سپرد کئے گئے کام کو بطریق احسن نبھایا۔ گنر حمید خاں کو تمغہ جرات دیا گیا۔

## حوالدار نور محمد تمغہ جرات

آرٹلری کے حوالدار نور محمد سرگودھا ائربیس کے رن وے پر متعین ڈی ٹیچ منٹ

کی ایک طیارہ شکن توپ کے کمانڈر تھے۔ حوالدار نور محمد کی پوزیشن ان پوزیشنوں میں سے ایک تھی جن پر بھارتی فضائی حملوں کا سب سے زیادہ زور رہا۔ لڑائی کے دوران ان کی گن ڈی ٹیچ منٹ نے ٹھیک ٹھیک فائرنگ کی اور دشمن کو بھاری نقصان پہنچایا۔

ایک دفعہ ان کے ایک ساتھی فرائض کی ادائیگی میں دشواری محسوس کرنے لگے۔ تو آپ نے اپنے ساتھی کی جگہ سنبھال لی اور دشمن پر فائرنگ جاری رکھی۔ حوالدار نور محمد کی فرض شناسی کے اس مظاہرہ پر ان کے ڈی ٹیچ منٹ کے حوصلے بلند ہوئے اور انتہائی سنگین حالات کے عالم میں دشمن کے خلاف سبقت لے جانے کی جدوجہد جاری رہی۔ حوالدار نور محمد کو تمغۂ جرأت دیا گیا۔

## کرافٹس مین فقیر حسین تمغۂ جرأت

ای ایم ای کے کرافٹس مین فقیر حسین شہید میدان جنگ میں ایک ٹینک کی مرمت کر رہے تھے۔ جس کی لڑائی میں سخت ضرورت تھی انہوں نے سکواڈرن لیڈر سے وعدہ کیا کہ ان کا ٹینک بہت جلد لڑنے کے قابل ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ اس ٹینک کے ساتھ ساتھ رہے اور جونہی کوئی خرابی پیدا ہوتی اس کو ٹھیک کرتے رہے اس طرح گھمسان کی لڑائی میں وہ برابر کے شریک رہے اسی دوران یہ ٹینک دشمن کی فائرنگ کی زد میں آگیا اور وہ شہید ہو گئے انھیں اس دلیرانہ کارنامہ پر تمغۂ جرأت دیا گیا۔

## نائک نذر محمد شہید

دسمبر ۱۹۷۱ء کی جنگ میں ملک، قوم اور اسلام کے لئے جان قربان کرنے والوں میں ہمارے یونٹ کا یہ جیالا سب سے سبقت لے گیا۔ موضع بیلا بھرواں کا یہ سپوت یونٹ کے بہترین کھلاڑیوں میں سے تھا۔ دوڑوں کے مقابلے میں ڈویژن میں کوئی بھی تو اس سے بازی نہیں لے جا سکتا تھا۔ کھلاڑی ہوتے کی بدولت ہی شہید کو ترقی بھی خصوصی دی گئی تھی۔ نذر شہید صرف کھلاڑی ہی نہیں تھا۔ بلکہ بحیثیت سپاہی اپنے فوجی کاموں میں بھی ماہر تھا توپ اور رائفل سے اسے بڑا شغف تھا۔ دشمن کے ہوائی جہازوں کے خلاف مشین گن چلانے میں نذر محمد شہید نے خصوصی تربیت حاصل کی تھی۔

۳ر دسمبر کو بھارت کے حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے جب پاک فوج نے جوابی کاروائی کی تھی تو نذر شہید کا حوصلہ قابل دید تھا اپنے ساتھیوں اور دوستوں کی ہمت افزائی میں شہید کی کوششوں کا بڑا دخل تھا تمام رات دشمن پر ہماری توپیں عذاب الہی بنکر گولے برساتی رہیں۔ دشمن کی ہلکی توپیں مارٹر گنیں خاموش کر دیں۔ برسالہ میں دشمن کا اسلحہ کا ذخیرہ تھا۔ ہماری توپوں کی زبردست فائرنگ سے اس میں آگ لگ گئی۔ ہمیں ہر محاذ سے کامیابی کی اطلاعات مل رہی تھیں۔ جوان ساری رات اللہ اکبر کی صدا بلند کرتے رہے اور گولے توپ سے نشانے پر داغتے رہے۔

۴ر دسمبر کی صبح دشمن کے ہوائی جہاز نمودار ہوئے اس وقت نذر محمد اپنی مشین گن لے کر بھارتی جہازوں کے خلاف ڈٹ گیا۔ اس عزم کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کوئی بھارتی پائلٹ بھی توپوں کو نقصان نہ پہنچا سکا۔ نقصان کیسے پہنچا سکتے تھے، وہ تو نیچے آتے ہوئے ڈرتے تھے۔ ہوائی حملے کے بعد دشمن نے اپنی دور مار درمیانی قسم کی روسی ساخت کی توپوں سے ہماری پوزیشن پر فائر شروع کر دیا اور ایک گولہ براہ راست اس مشین گن کے مورچے پر لگا جہاں نذر شہید دشمن کے طیاروں کا منتظر تھا گولہ لگتے ہی نذر محمد شہید ہو گیا۔

## گنر محمد طاہر میاں شہید

طاہر میاں شہید مشرقی پاکستان کے موضع الکھوڑہ کسٹم پارہ ضلع کومیلا کا رہنے والا تھا۔ اپنے اخلاق اور ملنساری سے اپنی بیٹری کے سب افراد کے دل میں گھر کر لیا۔ یہ خاموش طبیعت جوان تھا۔ کام سے خاص طور پر دلچسپی رکھتا تھا۔ جنگ سے پہلے اپنے کام کے بارے میں پوری تربیت حاصل کر کے وہ قلیل مدت اور تھوڑی نوکری میں اس قابل ہو گیا تھا کہ درمیانی توپ سے گولہ باری کر سکے۔ لڑائی کی پہلی رات کو طاہر میاں نے تمام رات دشمن کے مورچوں پر گولہ باری میں اپنی بیٹری کی مدد کی۔ جذبہ جہاد موجزن تھا۔ نعرہ تکبیر سے گولہ فائر کیا جاتا تھا اس سعادت میں ڈی پیج منٹ کے سب جوانوں نے شرکت کی کسی جوان نے آرام کرنے کا سوچا بھی نہیں تھا۔

۴ر دسمبر کو نذر شہید کی مدد کے لئے طاہر میاں شہید کو مشین گن کے مورچے پر تعینات کیا گیا۔ بڑی دلیری اور ہمت سے دونوں شہیدوں نے دشمن کے جہازوں پر گولیاں برسائیں۔ دشمن کی دور مار توپ کا گولہ اچانک اس مورچے پر لگا۔ جہاں طاہر میاں اور نذر تھے اس گولے کے لگتے ہی طاہر میاں بھی موقع پر ہی شہید ہو گیا اس شہید کی آخری آرام گاہ کھاریاں چھاؤنی میں ہے۔

## حوالدار سلیمان سرکار ستارۂ جرأت

۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران شکر گڑھ کے شمال میں فرنٹیئر فورس رجمنٹ کے لانس نائیک اور اب حوالدار سلیمان سرکار نے انتہائی خطرے کے مقابلے میں غیر معمولی جرأت کا مظاہرہ کر کے دشمن کو پسپا ہونے پر مجبور کیا۔ ۱۴ر دسمبر کی رات کو لانس نائک سرکار نے جو ایک ہلکی مشین گن پر مامور تھے۔ دشمن کو اپنی پوزیشن کی طرف بڑھنے سے روک دیا انہوں نے دشمن کو دیکھتے ہی بلند آواز سے کہا:

"دشمن آگیا۔"

اور ساتھ ہی مشین گن سے فائرنگ شروع کر دی۔ اس دوران انھوں نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ وہ گن میں گولیوں کا پٹہ لگاتے رہیں دشمن کے سپاہی سلیمان سرکار سے پچاس گز دور آ کر رک گئے اور فائرنگ شروع کر دی انہوں نے لانس نائک سرکار کا حوصلہ پست کرنے کے لئے کہا:

"پاکستانیو! کب تک فائرنگ کرو گے تمہارا گولہ بارود ختم ہو جائے گا تو ہم قبضہ کر لیں گے"

بھارتیوں نے اس کے سپاہیوں کو بھی ہتھیار ڈالنے کے لئے کہا۔ تو لانس نائک سرکار نے انھیں جواب دیا۔

"کافرو آگے آجاؤ! ہم تمہارا بندوبست کر دیں گے"

اس دوران دشمن کے ۲ سپاہی آگے بڑھے لانس نائک سلیمان سرکار نے ان دونوں کو گرینیڈ کی مدد سے ختم کر دیا اس دوران انکا ایمونیشن ختم ہو گیا لیکن انھوں نے اپنا مورچہ نہ چھوڑا اور آگے بڑھتے ہوئے دشمن پر گرینیڈ پھینکتے رہے۔ آخر کار دشمن کا حوصلہ پست ہو گیا اور وہ قریبی جنگل کی طرف پسپا ہو گیا۔ صبح کے وقت لانس نائک سلیمان کے مورچے کے سامنے دشمن کے سپاہیوں کی تیرہ لاشیں گنی گئیں جو مورچے سے ۲۵ گز کے فاصلے پر تھیں اس شجاعت پر انھیں ستارہ جرات نذر کیا گیا۔

## حوالدار امیر خاں تمغۂ جرات

حوالدار امیر خاں ایک طیارہ شکن پر ایک گنر کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے تھے۔ ان کی طیارہ شکن توپ کو دسمبر ۱۹۷۱ کی جنگ کے دوران ظفر، شکر گڑھ سیکٹر میں نصب کیا گیا تھا۔ ۶ دسمبر کو ۳ بھارتی مگ/۲۱ طیارے ان کی یونٹ کے علاقہ پر حملہ آور ہوئے دشمن کی طرف سے راکٹوں کی بوچھاڑ اور شدید گولہ باری انھیں متزلزل نہ کر سکی، وہ اپنی گن سے گولہ

باری کرتے رہے اور ایک مگ/۲۱ طیارہ مار گرایا۔ اس طرح انھوں نے بڑی کامیابی سے دشمن کے ہوائی جہاز سے اپنی گن پوزیشن کو نقصان پہنچنے سے بچایا۔

اس واحد بہادرانہ کارنامہ کے علاوہ اس نان کمیشنڈ آفیسر نے اپنی ٹھیک ٹھاک گولہ باری سے بھارتی طیارے کی ایک نہ چلنے دی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دشمن نے ہماری گن پوزیشنوں پر یکے بعد دیگرے ۵۰ ہوائی حملے کئے۔ مگر ہر بار اسے گن پوزیشنوں کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر بھاگنا پڑا۔

دشمن کے شدید اور براہ راست ہوائی حملوں کے سامنے اس بے مثال بہادری، جرات، کے عظیم شخصی معیار اور فرض شناسی کے عوض حوالدار امیر خاں کو تمغہ جرات نذر کیا گیا۔

## لانس حوالدار نذیر احمد شہید تمغہ جرأت

پنجاب رجمنٹ کے لانس حوالدار نذیر احمد شہید کو انتہائی خطرات میں غیر متزلزل عزم کا مظاہرہ کرنے پر تمغہ جرات نذر کیا گیا۔ گزشتہ پاک بھارت جنگ کے دوران ۹ اور ۱۰ دسمبر کی درمیانی رات کو لانس حوالدار نذیر کے سیکشن کو دریائے توی کے پار دشمن کے خلاف کاروائی کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ بھارتی بڑے پکے بنکروں میں تھے اور جب ہمارے سپاہی بھارتیوں کی پوزیشنوں کے قریب پہنچے تو انھوں نے شدید فائرنگ شروع کر دی

لانس حوالدار نذیر احمد نے انتہائی خطرے کے باوجود پیشقدمی جاری رکھی۔ اور اپنے ساتھیوں کی رہنمائی کرتے ہوئے دشمن کے بنکروں پر حملہ کر دیا ان کے اپنے سیکشن کا بھی کچھ جانی نقصان ہوا۔ اسی دوران دشمن نے ایک مشین گن سے ان پر فائر کھول دیا۔ انھوں نے اپنے ساتھیوں سمیت اس مشین گن کی طرف یلغار کی اور اسے تباہ کر دیا اس کارروائی کے دوران لانس حوالدار شدید زخمی ہوئے اور انھوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ یہ ان کی زبردست جرات تھی جس نے ان کے سیکشن کو بہادری کے ساتھ سخت مشکلات کا سامنا کرنے کے قابل بنایا۔

## حوالدار محمد اقبال شہید تمغہ جرات

یہ داستان بلوچ رجمنٹ کے حوالدار محمد اقبال کی ہے جنھیں دسمبر میں پاک بھارت جنگ کے دوران قابل تقلید جرأت کے مظاہرہ پر تمغہ جرأت دیا گیا۔ ان کی مہم چھمب سیکٹر میں دریائے توی کو عبور کرنے سے متعلق ہے۔ حوالدار اقبال نے بڑی سوچ سے ایکشن کے اوائل ہی سے مارٹر فائر کروایا اور اس کا فائدہ یہ ہوا کہ بھارتی ہمارے ہراول دستوں پر فائر نہ کر سکے۔ اور اس سے ہماری فوج اس قابل ہو گئی کہ وہ حملہ میں بڑی تیزی سے اور موثر دباؤ پیدا کر سکے۔

حوالدار اقبال اس معرکہ میں شہید ہوئے مگر آخر دم تک وہ دشمن پہ فائر کرتے رہے۔

## نائک شیر دل ستارہ جرأت

۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران نائک شیر دل حسینی والا کے علاقہ میں ایک سیکشن کی کمان کر رہے تھے جب ان کا سیکشن آگے بڑھ رہا تھا تو انھوں نے دیکھا کہ دیپالپور کینال برج نامی ایک پل کے نیچے بڑی تعداد میں بھارتی دستے پوزیشن لے رہے تھے۔ نائک شیر دل نے اپنی مشین گن کا فائر فوراً کھولدیا اور ان میں سے بڑی تعداد کو مار ڈالا۔ باقیماندہ بھارتی سپاہی بھاگ نکلے اسی دوران دیپالپور کینال برج کے ساتھ واقع ایک پکّے مورچے سے دشمن نے ان کے سیکشن پر فائرنگ شروع کر دی۔ نائک شیر دل نے فوراً آگے کی طرف رینگنا شروع کر دیا اور اپنی گن پوزیشن کو بہتر بنا کر دشمن پر فائرنگ شروع کر دی۔ دشمن زیادہ دیر تک مزاحمت نہ کر سکا۔ اور اپنی پوزیشن سے ہٹ گیا۔ بعد میں نائک شیر دل نے دشمن کے جوابی حملہ کا مقابلہ کرنے کے لیئے اپنے سیکشن کو دوبارہ منظم کیا۔ اگلی صبح دشمن کی فائرنگ سے وہ زخمی ہو گئے اور دشمن سے مقابلہ کرتے ہوئے اپنے سیکشن کے درمیان زمین پر لیٹے شہادت سے ہمکنار ہوئے انھیں ستارہ جرات شہادت کے بعد نذر کیا گیا۔

## لانس نائک مشتاق علی شہید تمغہ جرات

لانس نائک مشتاق علی کا تعلق بلوچ رجمنٹ سے تھا گزشتہ جنگ میں

چھمب سیکٹر میں دریائے توی کے ساتھ ساتھ اپریشن کے دوران آپ دشمن کی مشین گن بوچھاڑ سے شدید زخمی ہو گئے۔ ان کے زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔ مگر وہ اس کے باوجود دشمن کے بنکر کی طرف رینگتے ہوئے آگے بڑھے کیونکہ وہاں سے دشمن کی مشین گن سے فائرنگ ہو رہی تھی جس سے ان کے اور ان کے ساتھیوں کی پیشقدمی میں رکاوٹ پیدا ہو رہی تھی۔ لانس نائک مشتاق نے دشمن کی اس چوکی کو تباہ کر ڈالا اور خود اس کارروائی کے دوران جام شہادت نوش فرما گئے اس طرح انھوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے اپنے رفیقوں کو دشمن کی مشین گن کی فائرنگ سے محفوظ کر لیا انھیں تمغۂ جرات نذر کیا گیا۔

# ایک جنگ
# ایک المیہ

مشرقی پاکستان میں پاکستانی مسلح افواج کا جو تعداد میں ایک لاکھ ہونے کے علاوہ بڑی شجاع اور تربیت یافتہ تھیں۔ ہتھیار ڈال دینا تاریخ کا ایسا کوئی واقع نہیں جس کی اس سے پہلے کوئی مثال نہ ملتی ہو۔ بہادر ترین اور بہترین تربیت یافتہ فوجوں کی ہتھیار ڈالنے کی ایک نہیں بیشمار مثالیں تاریخ میں موجود ہیں اگر ایک لاکھ پاکستانی فوج نے ہتھیار ڈال دیئے تو یہ کوئی نئی یا حیران کرنے والی بات نہیں بلکہ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اچانک

کون سے ایسے اسباب پیدا ہو گئے جنھوں نے بڑی شجاع اور تربیت یافتہ پاکستانی افواج کو جو مشرقی پاکستان کے ہر محاذ پر دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کر رہی تھیں ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ آخر وہ کون سے ایسے نامساعد حالات تھے؟ وہ کونسی ایسی مشکلات تھیں؟ یہ جنگ قوم کے لئے ایک ہولناک المیہ کیوں بن گئی؟

ان سوالوں کا قطعی جواب تو شاید حمود الرحمٰن کمیشن ہی دے سکے کیونکہ اس المیہ کے کچھ اسباب ہنوز صیغہ راز میں ہیں جن پر سے پردہ اٹھانے کے لئے یہ کمیشن مقرر کیا گیا اور کچھ اسباب جو روز روشن کی طرح سب پر عیاں ہیں وہ یہ ہیں کہ بھارتی بحریہ کو روس کے دیئے ہوئے میزائل بردار اور طیارہ بردار جہازوں، گن بوٹوں اور آب دوزوں کی خلیج بنگال میں جارحانہ سرگرمیوں کی وجہ سے برتری حاصل رہی کہ انھوں نے پاکستانی بحریہ کی ناکہ بندی کر کے اسے کافی حد تک معطل کر دیا۔ اس طرح پاکستانی بحریہ اس جنگ میں اپنی افواج کو کمک پہنچانے اور دشمن کی بحری جارحانہ سرگرمیوں پر ضرب کاری لگانے کے لئے جو کچھ کر سکتی تھی نہ کر سکی۔ اس کے علاوہ مشرقی پاکستان کے باشندے ایک کروڑ ہندو غدار پہلے ہی سے وہاں موجود تھے۔ سارے پاکستان دشمن عناصر بھی ان سے مل گئے جن میں عوامی لیگ کے دہشت پسند تخریب کار بھی شامل تھے۔ اس طرح پاکستان دشمنوں کی تعداد کروڑوں تک پہنچ گئی جن میں کافی تعداد میں مسلح تھے۔ انھوں نے اپنی باغیانہ سرگرمیوں سے مشرقی پاکستان میں ایک قیامت برپا کر دی۔

فوجی بغاوت، شہری بدامنی، افراتفری اور دھاندلی میں ایسٹ بنگال رجمنٹ اور ایسٹ پاکستان رائفلز نے بھی اپنے پاکستانی افسروں کو بڑی بیدردی سے قتل کیا۔ ان کے بیوی بچوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا اس قتل عام میں بیشمار غیر بنگالی ہلاک کر دیئے گئے۔ اس کے ساتھ ہی وسائل نقل و حمل اور دوسرے رسل و رسائل تباہ و برباد کر دیئے گئے۔

ایسے پُرآشوب وقت اور حوصلہ شکن حالات میں پاکستانی فوج کو ۲۵ مارچ کو بارکوں سے باہر نکلنے کا حکم ملا۔ باغیوں نے کئی جگہ فوج کا مقابلہ کیا۔ مقامی غدار آبادی ان کے ساتھ تھی پاک فوج نے ایک لاکھ مسلح تربیت یافتہ باغیوں اور دوسرے دہشت پسندوں کا محاسبہ کیا۔ تو ان میں سے بہت سے غدار تو مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے اور بہت سے سرحد عبور کر کے ہندوستان میں چلے گئے۔ مٹھی بھر پاک فوج نے مشرقی پاکستان کے ہزاروں میل رقبہ میں فوجی آپریشن جاری رکھا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اندرون ملک امن بحال کر دیا اور ملک کے اندر غداروں کا قلع قمع کرنے کے بعد سرحد کے قریب شہروں اور قصبوں کو دہشت پسندوں سے نجات دلا کر وہاں اپنے کیمپ قائم کر لئے۔ تو سرحد پار سے مکتی باہنی کے دہشت پسندوں نے بھارتی سپاہیوں کے تعاون سے ڈیڑھ ہزار میل لمبی سرحد پر جگہ جگہ حملے کرنے شروع کر دیئے۔

مکتی باہنی کے دہشت پسندوں اور بھارتی سپاہیوں کو جہاں موقع ملتا شہروں اور قصبوں میں شہریوں کو قتل کرتے۔ ان کے گھروں کو آگ لگاتے

لوٹ مار مچاتے۔ گو ملک کے اندر کافی حد تک امن تھا مگر مخبر اور غدار اب بھی ہر جگہ موجود تھے۔ جو دشمن کو ہر طرح کی خبریں پہنچاتے تھے بہر حال پاک فوج کو نامساعد حالات اور بڑی صبر آزما مشکلات میں کئی کئی روز تک کچھ کھائے پئے اور آرام کئے بغیر دن رات کام کرنا پڑا۔

اکتوبر تک پاکستانی فوج کو جو کمک اور سامان حرب پہنچانا ناممکن تھا پہنچایا جا چکا تھا اس وقت اس کی نفری چار ڈویژن کے لگ بھگ تھی اس اثنا میں بھارتی فوج بھی کیل کانٹے سے لیس سرحد پر آ چکی تھی جو کم و بیش ۱۲ ڈویژن تھی اور اس کے ساتھ مکتی باہنی کے گوریلے تھے۔

آخر اکتوبر اور نومبر میں سرحدی جھڑپوں کی بجائے مختلف سیکٹروں میں بڑے حملے شروع ہو گئے۔ جس میں بھارتی فوج آرٹلری، ٹینک اور طیارے باقاعدہ طور پر استعمال کرنے لگی۔ جبکہ اس کے پیچھے کوئی تباہ کار، کوئی مخبر موجود نہ تھا اس کی سڑکیں، پل، ریل اور تار وغیرہ کے انتظامات محفوظ تھے۔ وہ ایک سے دوسری جگہ نہایت آسانی سے اور بغیر حفاظتی تدابیر کے نقل و حرکت کر سکتی تھی۔ جبکہ پاک فوج کو دشمن کے ساتھ چپہ چپہ پر ٹکراتے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل و حرکت کرنے میں بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ تخریب کار سڑکیں اور پل توڑ رہے تھے اور بجلی کے تار وغیرہ کاٹ رہے تھے۔ اندرون ملک اس کے ہر قسم کے مواصلات تباہ ہو چکے تھے۔

فوجیں چونکہ سرحدوں پر تھیں اندرون ملک وہ صرف ضمنی مدد دے

سکتی تھیں۔ اور پھر بنگالی مخبر جو بظاہر پاکستانی فوج سے وفاداری ظاہر کرتے تھے۔ دراصل پاکستان کے دشمن تھے۔ جبکہ بھارتی فوج کے خلاف ایک بھی مخبر نہ تھا اور وہ تعداد میں کئی گنا زیادہ ہونے کے علاوہ جدید ترین قسم کے ہتھیاروں سے لیس تھی اور اسے اپنی فضائیہ کی مدد بھی حاصل تھی۔

موجودہ جنگوں میں ہوائی طاقت کے بغیر فتح کا تصور ناممکن ہے بھارت کی فضائیہ کے ۳۰۰ جدید ترین سپر سانک طیاروں کے مقابلہ میں جو کئی اڈوں کو استعمال کر رہے تھے۔ پاک فضائیہ کے پاس صرف ایک ڈھاکا کا اڈہ تھا اور کل ۱۶ طیارے تھے جو ہوائی اڈہ دشمن کی مسلسل بمباری سے تباہ ہو جانے کی وجہ سے پرواز نہ کر سکتے تھے جبکہ بھارت کے طیارے ہر پانچ منٹ کے بعد ہوائی حملہ کرتے ہوئے نیپام بم برسا رہے تھے اور بھارت نے سرحد کے ساتھ ساتھ لاتعداد روسی ساخت کی ۱۴- ایس اے ایم طیارہ شکن توپیں نصب کی ہوئیں تھیں۔

اس کے باوجود پاک فوج نے دشمن کا اس بے جگری سے مقابلہ کیا کہ سرحد کا ایک بھی مشہور شہر یا قصبہ دشمن کے قبضے میں نہ جانے دیا۔ رنگ پور، دیناج پور، ہلی، کھلنا، چٹاگانگ، کومیلا، سلہٹ اور جیسور وغیرہ میں جس قدر خون ریز لڑائیاں لڑی گئیں ان میں دشمن خاطر خواہ پیش قدمی نہ کر سکا۔

جب بھارت کو یقین ہو گیا کہ پاکستانی فوجوں کو پسپا کرتے ہوئے آگے بڑھنا اور ڈھاکا پر قبضہ کر لینا بھارتی فوجوں کے بس کی بات نہیں تو اس نے

ایک آخری چال چلی ۔ جس میں روسی مشیروں اور روسی ہتھیاروں کو بڑا دخل تھا ۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ ساری کی ساری پاکستانی فوج سرحدوں پر مصروف ہے بھارتی فوج نے اپنے چھاتہ بردار دستے ہیلی کاپٹروں کے ذریعے مختلف جگہ اتارے ۔ مگر وہ تعداد میں اتنے کم تھے کہ ان کا فوراً ہی قلع قمع کر دیا گیا ۔ تو بھارتی فوج نے بڑی تعداد میں چھاپہ بردار دستے ڈھاکا کے گردونواح میں اتارنے شروع کئے ۔ مقامی غداروں اور باغیوں نے ان کو پناہ دی جس کی آڑ میں انھوں نے منظم ہو کر باقاعدہ طور پر ڈھاکا کی طرف بڑھنا شروع کر دیا ۔ انہی دنوں ہتھیار ڈالنے کی افواہیں چاروں طرف پھیلنے لگیں ۔

ڈھاکا میں جو نفری تھی وہ زیادہ تر فنی اور امدادی نوعیت کی تھی ۔ اس میں بریگیڈ ، بٹالین ، رجمنٹ ، توپ خانہ وغیرہ کے جو جارحانہ حصے ہوتے ہیں وہ شامل نہ تھے ۔

ہر فوج کا ایک ہیڈ کوارٹر یا صدر مقام ہوتا ہے جو ہماری ساری فوج کے لئے ڈھاکا میں تھا اس ہیڈ کوارٹر میں اعلیٰ کمان کے دفاتر تھے زخمیوں اور بیماروں کے لئے بڑے ہسپتال تھے ۔ تمام سامان جنگ کی مرمت کے لئے بڑی ورکشاپیں تھیں ۔ راشن کے بڑے ذخیرے اور سامان حرب کے بڑے سٹور تھے ۔ ان سب یونٹوں میں کام کرنے والوں کی نفری چار پانچ ہزار سے کم ہی ہوگی ۔

فنی یونٹ بھی مسلح ہوتے ہیں لیکن اپنے فنی کاموں کے لئے مخصوص

ہوتے ہیں۔ بوقت ضرورت لڑ سکتے ہیں۔ لیکن ان سب کی تربیت و سکھلائی لڑاکا یونٹوں سے قدرے مختلف ہوتی ہے لیکن اس کے برعکس کسی بھی فوج کے چھاتہ بردار سپاہی لڑاکا فوج کے بہترین حصہ ہوتے ہیں اور ان کا پوری طرح مقابلہ لڑاکا فوج ہی کر سکتی ہے۔

ان حالات میں ڈھاکا میں بالکل بکھری ہوئی فنی قسم کی نفری کا کوئی قابل ذکر معرکہ مارنا ممکن نہ تھا ہماری تمام لڑاکا فوج سرحدوں پر دشمن کے ساتھ لڑ رہی تھی مقامی آبادی کے مکمل تعاون کے باعث بھارتی چھاتہ برداروں کا ڈھاکا پر چھا جانا کچھ مشکل نہ تھا لہٰذا انھوں نے فوجی اہمیت کے ٹھکانوں پر قبضہ کر لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پاک فوج کو اپنے ہیڈ کوارٹر یعنی ڈھاکا سے نہ صرف ہر قسم کی امداد ملنی بند ہو گئی بلکہ ہیڈ کوارٹر سے اس کا کوئی تعلق ہی نہ رہا۔

لڑائی کا انحصار محض سامان حرب کی موجودگی پر نہیں ہوتا۔ متعدد و مختلف دوسرے عناصر بھی شدید طور پر لڑائی پر اثر انداز ہوتے ہیں کسی بھی لڑنے والے یونٹ کے پاس ایک وقت میں راشن یا سامان جنگ دو تین دن کے لئے ہوتا ہے۔ نہ ان کے پاس اتنا بڑا انتظام نقل و حمل ہوتا ہے۔ نہ وہ سپاہیوں کو قلی بنا سکتی ہیں۔ سپاہی کے ضروری سامان کا وزن پہلے ہی کافی ہوتا ہے۔ یونٹ کا کام لڑنا یا دفاع ہے۔ وہ اپنے آپ کو بوجھل سامان سے غیر متحرک نہیں بنا سکتی۔ یہ دوسرے شعبوں کا کام ہوتا ہے۔ جو اس غرض کے لئے موجود ہوتے ہیں کہ یونٹوں کو اگلے مورچوں

میں بھی راشن اور سامان جنگ ملتا رہے اگر کہیں دور پیچھے چھینوں یا مقتول کے لئے سامان جنگ وغیرہ پڑا بھی ہو اور خاص کر نظام مراصلات تباہ ہو چکا ہو تو وہ سامان لڑنے والی فوج کے لئے بے معنی ہوتا ہے باوجود اس کے کہ پاکستانی فوج کے پاس بہت سا سامان حرب اور گولہ بارود موجود تھا راشن کے ذخیرے بھی وافر تھے۔ لیکن مراصلات کا نظام تباہ ہو جانے کی وجہ سے اور دشمن کی چھاتہ بردار فوج کے مختلف فوجی اہمیت کے ٹھکانوں پر قابض ہو جانے سے بے کار ہو چکا تھا اور کوئی فوج خواہ کتنی ہی بہادر و شجاع کیوں نہ ہو۔ کتنی ہی تربیت یافتہ کیوں نہ ہو۔ بغیر راشن کے کب تک لڑ سکتی ہے آخر وہ ہتھیار نہ ڈالے گی تو کیا کرے گی۔

ایسے حالات میں اگر یہ سوچا جائے کہ حالات خواہ کیسے ہی سنگین تھے سارے پاکستانی سپاہی مر جاتے لیکن ہتھیار نہ ڈالتے تو یہ محض جذباتی نظریہ ہے اور سوچنے کا یہ انداز یقیناً نامناسب ہے۔ میدان کارزار کے حالات و مشکلات کا اندازہ محض لڑنے والے یونٹوں ہی کو ہوا کرتا ہے۔

دور جدید کا طریق جنگ وہ نہیں رہا جو کچھ لوگوں کے خیال میں ہے۔ دشمن ایک دوسرے پر میلوں کے فاصلے پر سے خودکار ہتھیاروں سے حملہ آور ہو سکتا ہے۔ اور ان خودکار ہتھیاروں کے لئے گولہ بارود کی کافی مقدار میں ضرورت ہوا کرتی ہے۔ لیکن جب اپنے اردگرد کے یونٹوں سے سلسلہ کٹ چکا ہو۔ مراصلات کے ذرائع باقی نہ رہے گولہ بارود موجود نہ ہو یا کم ہو۔ تو دشمن کا مقابلہ کیسے ہو سکے گا۔ ایسے حالات میں اپنے سینکڑوں

جوانوں کی قربانی دے کر دشمن کے ایک آدمی کو بھی گزند پہنچانے کا موقع نہ مل سکے گا۔ ایسی صورت میں لڑنا تو کیا خودکشی ہوگی۔

اور اگر یہ خودکشی کرنا ہے تو ان حقائق و معارف کی روشنی میں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ فوجی اور دیگر حالات اگر اتنے ہی ناموافق تھے تو پھر جنگ کیوں شروع کی گئی۔ کیوں کوئی اور طریق کار اختیار نہ کیا گیا یا وہ اقدامات کیوں نہ کئے گئے جن سے ملک کو اس ہولناک المیے سے دوچار ہونے سے بچایا جا سکتا۔ جواباً عرض ہے کہ کوئی بھی فوج اپنے آپ جنگ شروع نہیں کرتی۔ سربراہان اسے لڑنے کا حکم دیتے ہیں۔ ہر قوم کی زندگی میں ایسے مواقع آتے ہیں کہ حالات خواہ کچھ ہوں قومی عزت و وقار ملکی مفادات و نظریات کی حفاظت کے لئے جنگ ناگزیر ہو جاتی ہے۔ یہ جنگ ملکی مفادات و نظریات کے تحفظ کے لئے ہی لڑی گئی۔ مجیب کی متوازی حکومت، بنگالی فوج اور پولیس کی بغاوت۔ ہندوستان کی دخل اندازی بلکہ کھلم کھلا بغاوت اور پاکستانی سرحدوں پر جارحانہ حملے۔ ان سب میں پہل دشمن کی طرف سے ہوئی پاکستان نے پرامن رہنے اور جنگ کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اقوام متحدہ سے بار بار کہا گیا کہ سرحد کے دونوں طرف فوجی مبصر متعین کر دیئے جائیں لیکن بھارت نے سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق کسی بھی حل کو قابل قبول نہ سمجھا اور باقاعدہ جارحانہ حملہ کر دیا۔ ایسی صورت میں کبھی بھی باوقار ملک اور فوج کے فرائض ان حالات میں یہی ہو سکتے ہیں کہ وہ دشمن کا منہ توڑ جواب دے پاکستانی فوج کے لئے اپنے ملکی وقار کی خاطر لڑنے کے سوا کوئی چارہ ہی

نہ تھا۔ پاکستانی فوج لڑی اور ہر محاذ پر بے جگری سے لڑی مگر ؎

شکست و فتح نصیبوں سے ہے میر
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

مشرقی پاکستان میں پاکستانی فوج کو شکست ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی وہ سب کچھ ہو گیا جو نہ ہونا چاہیئے تھا۔ اور طوفان ابھی گزرا نہیں، یہ سکوت، یہ سناٹا، یہ عارضی صلح، یہ معاہدے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ایک اور بڑی ہولناک جنگ کا پیش خیمہ ہیں، جیسے تھما ہوا طوفان ایک بار پھر اپنی پوری شدت سے اٹھے گا۔ پاکستان کا ایک حصّہ تو اس سے کٹ چکا۔ اب دوسرا حصہ اس کا نشانہ بنے گا۔ اور شاید ادھر بھی وہی کچھ ہو گا جو ادھر ہو چکا ہے کیونکہ اندرون ملک اس حصّے میں بھی جو کچھ ہو رہا ہے وہ نہایت ہی افسوسناک ہے۔ پاکستان کا وہ حصّہ کٹ جانے سے پہلے وہاں بھی یہی کچھ ہوا تھا۔ لسانی جھگڑے، علاقائی تعصب، ناچاقی، ناانصافی، باہمی پھوٹ، پاکستان دشمنی، غداری، دشمن سے ساز باز ۔ ہو سکتا ہے کہ یہ سب کچھ ایک ہولناک جنگ پر ختم ہو۔ اور اس میں مغربی پاکستان بھی قوم کے لئے ایک عظیم المیہ بن جائے ۔

---